رحمۃ اللہ علیہ
امیرِ ملت
اور
اُن کے خُلفاء
محمد صادق قصوری
ناشر
مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

حضرت امیر ملت قدس سرہ العزیز

اور

اُن کے خلفاء

محمد صادق قصوری

مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ

نام کتاب ———— حضرت امیر ملت رح اور ان کے خلفاء
مؤلف ———— محمد صادق قصوری
پیش لفظ ———— ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں مدظلہٗ (حیدرآباد سندھ)
مقدمہ ———— پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری (کراچی)
کتابت ———— قمر یزدانی پنوانہ ضلع سیالکوٹ
سالِ تالیف ———— سنہ ۱۳۹۷ھ / سنہ ۱۹۷۷ء
سالِ نظر ثانی واضافہ ———— سنہ ۱۴۰۲ھ / سنہ ۱۹۸۲ء
طباعت بارِ اوّل ———— سنہ ۱۴۰۳ھ / سنہ ۱۹۸۳ء
تعداد ———— ۱۱۰۰/گیارہ سو
مطبع ———— زاہد بشیر پرنٹرز لاہور
صفحات ———— ۲۹۶
قیمت ———— /= روپے

ناشر

مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ

اظہارِ تشکر

احقر امام العاشقین سرتاج العارفین

شبیہِ امیرِ ملّت حضور فخرِ ملت پیر حافظ سیّد

افضل حسین شاہ مدظلہ سجّادہ نشین

علی پور شریف کا تہِ دل سے شکر گزار ہے۔

جن کی باطنی توجّہ، رُوحانی تصرّف اور

بے پایاں عنایات کے باعث یہ کتاب پایۂ تکمیل

کو پہنچی ورنہ ع من آنم کہ من دانم

سگِ دربارِ علی پور شریف

محمد صادق قصوری

خلفائے امیرِ ملتؒ ۔ ۵۳

عرضِ مؤلف

یہ ایک مُسلّم اَمر ہے کہ برِّصغیر پاک و ہند میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے صُوفیائے کرام اور اولیائے عظام نے مذہب و مِلّت کے میدان میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، اُن کا احاطہ کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ آفتابِ ہند حضرت مجدّد الفِ ثانی قدّس سرّہٗ النورانی نے دینِ اکبری کا قلع قمع کر کے دینِ اسلام کی جو زرّیں خدمت انجام دی ہے وُہ تاریخِ اسلام کا روشن باب ہے۔ یہ حضرت مجدّد ہی کا فیض ہے کہ آج ہر سُو توحید و رسالت کے ڈنکے بج رہے ہیں۔

حضرت مجدّد قدس سرہٗ کی اولاد امجاد اور تربیّت یافتگاں نے آپ کے نقشِ قدم پہ چلتے ہُوئے کشتِ اسلام کی آبیاری کے لیئے خُونِ جگر دیا، جابر و جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت خواجہ محمد معصُوم سرہندی، سیّدنا ابو العلاء اکبر آبادی، شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی، مرزا مظہر جان جاناں، شاہ غلام علی دہلوی، شاہ امام علی مکان شریفی، خواجہ غلام محی الدین قصوری، بابا فقیر محمّد چوراہی مولانا ہدایت علی جے پُوری، شاہ ابوالخیر دہلوی، میاں شیر محمد شرقپوری، پیر غلام مجدّد سرہندی (سندھ) مفتی شاہ محمّد مظہر اللہ دہلوی اور امیرِ مِلّت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدّث علی پُوری قدّس اسرارہم کی خدماتِ جلیلہ اور روشن کارناموں سے کون واقف نہیں ہے، یہ وُہ قُدسی نفوس ہیں جن کے فیض سے برِّصغیر کا چپّہ چپّہ مستفید و مستفیض ہُوا۔

حضرت امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ کی ذات ستودہ صفات میں قدرت نے بے پناہ خوبیاں مجتمع فرما دی تھیں، آپ ایک طرف شریعت و طریقت کے شہباز تھے تو دوسری طرف میدانِ سیاست کے شہسوار تھے۔ اگر ایک طرف جود و سخا میں آپ کا کوئی مقابل نظر نہیں آتا ہے، تو دوسری طرف زہد و عبادت میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بے نظیرِ زمانہ تھے، غرض آپ کی شخصیت اپنے دور میں عدیم المثال تھی۔

حضرت امیرِ ملت نے اپنے خلفائے کرام اور مسترشدین میں ایک ایسی جماعت پیدا کر دی، جس نے اپنے شیخ کے نقشِ قدم پہ چلتے ہوئے مذہب و ملت کی خدمت کا بیڑا اٹھایا اور ہر قسم کی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر خدمتِ خلق کو اپنا مشن بنایا اگر کوئی چیز سدِ راہ بنی تو اُس سے ٹکرا گئے، مصائب و موانع کے پہاڑوں کو پاش پاش کر دیا اور ہر اُس ہاتھ کو قلم کر دیا جو دینِ حنیف کے خلاف اُٹھا۔

ضرورت تھی کہ اس قدسی گروہ کے حالاتِ طیبات ایک گلدستہ کی صورت میں قوم کے سامنے پیش کیے جائیں تاکہ نئی نسل اپنے اکابر کے حالات و خدمات اور کارناموں سے واقف ہو کر اپنی منزلِ مقصود کو متعین کر سکے اور کفر و الحاد کے اس دور میں روحانیت کے چراغوں کی روشنی میں صراطِ مستقیم پہ گامزن ہو کر مذہب و ملت کی کما حقہٗ خدمت کر سکے، چنانچہ اسی جذبہ کے تحت احقر نے اس خارزار وادی میں قدم رکھا اور اپنی پانچ سالہ شب و روز کی محنتِ شاقہ کا حاصل "خلفائے امیرِ ملت"[1] کی صورت میں پیش کر دیا ہے۔

خلفائے امیرِ ملتؒ میں حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے

---

[1] اب اس کتاب کا نام "حضرت امیرِ ملتؒ اور ان کے خلفاء" رکھا گیا ہے۔ (قصوری)

پیش لفظ

(از ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب ایم اے ایل ایل بی پی ایچ ڈی
ڈی لٹ، صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی حیدرآباد سندھ)

محترم محمد صادق قصوری نے حضرت امیرِ ملّت اور اُن کے خلفاء سے متعلق یہ قابلِ قدر کتاب لکھی ہے جو نہ صرف متصوّفین کے بارے میں مفید معلومات بہم پہنچاتی ہے بلکہ معاصرین کی تاریخ کے لیے بھی ایک مستند دستاویز ہے، برصغیر پاک و ہند کے مختلف مقامات میں اہل اللہ نے اپنے حلقے قائم کر کے دین کی جو تبلیغ کی ہے اور وہاں کے لوگوں سے جو روابط قائم ہوئے ہیں اُن سے متعلق بھی اس کتاب میں بہت اہم معلومات موجود ہیں۔

وہ تصوّف، دین ہی تو ہے جس نے ملک کے طول و عرض کے لوگوں کو ایک مرکز پہ قائم کر کے ان میں اتحادِ ملّی اور اتفاقِ قومی کا جذبہ پیدا کیا ہے اور ہر مکتبۂ فکر کے علماء کو یکجا کر دیا ہے، بحمد اللہ صوفیاء کے مختلف سلاسل نے اس سلسلے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے اور اس طرح قوم کی اصلاح و فلاح کے لیے گرانقدر خدمات انجام دی ہیں، پھر نقشبندیہ حضرات کا تو عجب حال ہے کہ ع

برند از رہِ پنہاں بہ حرم قافلہ را

حضرت امیرِ ملّت نے جس طرح اپنے ذکرِ خفی و جلی سے اکابر علماء اور فضلاء کو دین کی خدمت کے لیے آمادہ کیا ہے اور مختلف سیاسی اور دینی تحریکوں میں بنفسِ نفیس اور بے خوف و خطر ہو کر حکومتوں سے جو ٹکر لی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ عام علماء اپنے

مواعظ میں دین کو پیش کرتے ہیں۔ اور اہل اللہ اپنے عمل میں پیش کرتے ہیں اسی لیئے مؤخر الذکر کی "صحبت" میں دین سے محبت پیدا ہوتی ہے اور صحبت ہی وہ نعمت ہے جس نے صحابہ کرام "کو انبیائے بنی اسرائیل (علیہم السلام) جیسا درجہ بخشا۔ چنانچہ یہی صحبت عام لوگوں کو بھی ایسے مقام تک پہنچا سکتی ہے جو صرف درس و تدریس سے حاصل نہیں ہوتا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو صحیح قسم کے صوفیاء کی "صحبت" میں اصلاحِ نفس کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اپنے اخلاق میں اسلام کا صحیح نمونہ پیش کرتے ہیں یہ کتاب حضرت امیر ملت اور اُن کے خلفاء کے اسی کردار کی ترجمانی کرتی ہے اور "تنزل الرحمۃ عند ذکر الصالحین" کے مصداق بکثرت فیوض و برکات کی ضامن ہے، محترم محمد صادق قصوری کی یہ کوشش اور کاوش، لائق صد تحسین ہے کہ اُنکی بدولت، (اکابر تحریک) والوں کے حالات پر ایک بیش قیمت مجموعہ تیار ہو گیا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین احسن الجزاء

حیدر آباد (سندھ)

غلام مصطفیٰ خاں

۷ر دسمبر ۱۹۷۷ء

(از جناب پروفیسر محمد ایوب قادری اردو کالج کراچی)

برِّصغیر پاک و ہند میں صوفیاء و مشائخ نے تبلیغ اسلام کے لیے جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں وہ اسلامی ہند کی تاریخ کا روشن باب ہیں۔ مسلم سلاطین اگر ملک فتح کرتے تھے تو صوفیاء و مشائخ قلوب مسخر کرتے تھے، سیاسی استحکام اور ملکی اقتدار کے ساتھ تبلیغ و تذکیر کا کام بھی خوب ہوا اور یہ کام بلاشبہ بڑی حد تک صوفیہ نے انجام دیا وہ ملک کے دور و دراز علاقوں میں پہنچتے اور لوگوں کو اسلام کے اصولوں اور تعلیم سے آشنا کراتے، اعلیٰ اخلاق اور خلوص و محبت کا نمونہ پیش کرتے جس کے نتیجے میں گروہ کے گروہ اسلام میں داخل ہوتے۔ اسلام کے اصول معاشرت اور مساوات و حریت کے عملی نمونے بھی اسلام کی ترغیب کا سبب ہوتے یہی وجہ ہے کہ بنگال جیسے دور و دراز علاقے میں لوگ کثرت سے داخل اسلام ہوئے اور صوفیہ و مشائخ نے تہذیب و تذکیر کے فرائض انجام دے کر مسلم معاشرے کو استحکام بخشا۔ اس دور میں صوفیہ کی خانقاہیں تبلیغ و تذکیر کے خاص مراکز تھیں۔

ہندوستان میں عہد سلاطین میں چشتیہ اور سہروردیہ دو سلسلوں نے تہذیب و تبلیغ کا کام کیا اور خوب کیا، پنجاب سے آسام اور دہلی سے دکن کے دور دراز علاقوں تک چشتی و سہروردی مشائخ کی اصلاحی و تبلیغی سرگرمیوں کے نقوش و آثار ملتے ہیں ان ہی بزرگوں کی سرگرمیوں کے نتیجے میں شجر اسلام کی آبیاری ہوئی۔ اور پھر یہ شجر خوب برگ و بار لایا اور اپنے ان کارناموں کی بنا پر یہ نفوس قدسیہ

زندہ جاوید ہیں۔ دہلی اور دوسرے مرکزی مقامات پہ کتنے سلاطین اور حکمران سریر آرائے حکومت رہے اُن کے ناموں اور کاموں سے کون واقف ہے۔ لیکن شیخ علی ہجویری (داتا گنج بخش) خواجہ معین الدین چشتی، بہاء الدین زکریا ملتانی، قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا فرید گنج شکر، نظام الدین اولیاء بدایونی، شرف الدین یحییٰ منیری مخدوم جہانیاں جہاں گشت، نصیر الدین چراغ دہلی، اخی سراج، مخدوم جہانگیر اشرف سمنانی، خواجہ گیسو دراز وغیرہ وہ اکابر صوفیہ ہیں کہ جن کے اسمائے گرامی سُن کر ہر مُسلم و غیر مُسلم کا سر عقیدت سے جُھک جاتا ہے اور اِن بزرگوں کے فیوض و برکات آج بھی روشن و آشکارا ہیں۔

برِّ صغیر میں قادریہ اور نقشبندیہ سلسلوں کا اجراء مُغلیہ دورِ حکومت میں ہُوا۔ نقشبندیہ سلسلے کے گُلِ سرسبد حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ہیں کہ جن کی استقامت نے اکبری فتنوں کا قلع قمع کیا، ایوانِ جہانگیری میں کلمۂ حق بلند کیا۔ اور دار و رسن کو لبیک کہا۔ حضرت مجدد الف ثانی رح علم و فضل میں غزالیِ دوراں ہیں، ان کے مکتوبات علوم و معارف کا خزینہ ہیں افسوس کہ یہ دولت ابھی وقفِ عام نہیں ہُوئی ہے اور ہمارے اہلِ اُردو تو اس سے قطعاً نا آشنا ہیں، مکتوباتِ امامِ ربانی کے ترجمہ، تشریح، توضیح اور تحشیہ کا کام ابھی اپنے وقت کا انتظار کر رہا ہے۔ حضرت مجدد کی اولاد و احفاد اور خانوادہ مجددی کے مسترشدین و متبعین نے بھی تصوف و سلوک اور علوم و معارف کے میدان میں بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں اور شریعت و طریقت کے سلسلے میں ان بزرگوں کی خدمات آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ اس سلسلۃ الذہب میں حضرت مرزا مظہر جانجاناں، شاہ غلام علی، شاہ ابوسعید مجددی، شاہ احمد سعید مجددی، شاہ عبدالغنی مجددی، شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی اور شاہ حافظ جمال اللہ رامپوری، دورِ آخر کے وہ اکابر ہیں کہ جن پر اسلامیانِ ہند اور مشائخ طریقت ہمیشہ فخر کریں گے۔

اسی زمانے میں پنجاب میں نقشبندی سلسلے کے ایک بزرگ بابا فقیر محمد
چوراہی ہوئے کہ جو تصوّف و سلوک کے خانوادے کے ایک معزز رُکن اور آسمانِ
شریعت و معرفت کے آفتاب تھے، بابا چوراہی حافظ جمال اللہ رامپوری کے سلسلے
میں منسلک تھے، بابا صاحب کی نظرِ فیض اثر اور حُسنِ تربیت سے ایک ایسی شخصیت پروان
چڑھی کہ جس نے ملّتِ اسلامیہ ہند کی دینی و دنیوی دونوں اعتبار سے رہنمائی و قیادت
کی، ہماری مُراد امیرِ ملّت حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدّث علی پُوری قدّس سرّہ سے
ہے، امیرِ ملّت علومِ ظاہری و باطنی میں علاّمۂ وقت اور شیخِ کامل تھے، انہوں نے اپنے
دَور کے نامور عُلماء اور اکابر فضلاء مثلاً مولانا غلام قادر بھیروی، شمس العلماء مفتی عبد اللہ
ٹونکی، مولانا محمد مظہر نانوتوی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری، مولانا محمد علی مونگیری
مولانا احمد حسن کانپوری، مولانا ارشاد حسین رامپوری، مولانا عبد الرحمٰن محدّث پانی پتی
مولانا عبد الحق الہ آبادی اور شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی سے استفادہ کیا۔

امیرِ ملّت علی پُوری تصوّف و سلوک میں مجدّدِ وقت تھے، انہوں نے
مُسلمانوں کی دینی و رُوحانی تربیّت کے ساتھ دنیوی فلاح و بہبود کو بھی مدِّنظر
رکھا، اُن کا حلقۂ عقیدت و ارادت سارے برِّصغیر کو محیط تھا، از پشاور تا آسام
اور لاہور تا میسُور و شیلگرہی اُن کا رُوحانی فیض برپا تھا، امیرِ ملّت نے مُسلمانوں
کی اجتماعی زندگی پر ہمیشہ نظر رکھی اور جب ضرورت محسوس کی تو آگے بڑھ کر قیادت
و رہنمائی کے فرائض انجام دیئے اور اہلِ خانقاہ کی بے عملی کی ضرب المثل کو باطل ثابت کر دیا
عصری و ملّی تحریکات پر امیرِ ملّت کی گہری نظر رہتی تھی، تحریکِ خلافت، تحریکِ تبلیغ و تنظیم
تحریکِ پاکستان و مُسلم لیگ، تحریکِ مسجد شہید گنج وغیرہ میں انہوں نے وہ کارنامے انجام
دیئے ہیں کہ جو ملّتِ اسلامیہ ہند کی تاریخ کا روشن باب ہیں۔ ارتداد، شُدھی، شاردا
ایکٹ اور رفض و قادیانیت کے خلاف انہوں نے ایسے بند باندھے کہ یہ فتنے دب گئے،

فتنۂ ارتداد کے خلاف ان کے مریدین و رفقار نے عظیم خدمات انجام دیں اسی طرح مُسلم لیگ اور پاکستان کی جدوجہد میں امیرِ ملت کی سرگرمیاں مثالی ہیں جب مُسلمانوں کا ایک مؤثر گروہ اور علمار کی ایک جماعت[1] کانگرس کی ہمنوا اور آلۂ کار تھی اُس وقت امیرِ ملت اور ان کے رُفقار و علمار کی جماعت تحریکِ پاکستان کے لیئے مُلک کے طُول و عرض میں سرگرمِ عمل تھی اور اُس کے مُفید نتائج برآمد ہوئے۔

امیرِ ملت درحقیقت ایک تحریک کے داعی تھے کام کو ضبط و نظم سے چلانے کے لیئے انہوں نے ایک انجمن **خدّام الصّوفیہ** قائم کی اور نشر و اشاعت کی غرض سے ماہنامہ **انوار الصّوفیہ** جاری کیا ۔ انوار الصّوفیہ نے مذہبی و دینی صحافت میں ممتاز مقام حاصل کیا ہے ان اداروں کی نمایاں خدمات ہیں۔

امیرِ ملت کے اصلاحی و تبلیغی پروگرام کے سلسلے میں ایک بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے، علمار و مشائخ عام طور سے مغربی تعلیم یافتہ طبقہ کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے بلکہ اُن سے دُور و نفور رہتے تھے ۔ امیرِ ملت نے اس طرف بطور خاص توجہ فرمائی اور مغربی تعلیمیافتہ طبقہ کو سلوک و تصوّف کی راہ پر لگایا اُس سے مُفید نتائج برآمد ہوئے اور امیرِ ملت کے حلقۂ بیعت و ارادت کو خاصی وُسعت ہُوئی اُن کے خُلفار مُلک کے طُول و عرض میں پھیلے ہُوئے ہیں اگر اُن میں ایک طرف عُلمار ہیں تو دُوسری طرف مغربی تعلیم یافتہ حضرات کی بھی خاصی تعداد ہے مُلک کے مشہور طنز نگار ادیب میر محفوظ علی بدایونی (م ۱۹۴۳ء) نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ

> حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب شاید پہلے شیخِ طریقت ہیں کہ جنہوں نے مُسلمانوں کے مغربی تعلیم یافتہ طبقے کی اصلاح و تہذیب کا خیال فرمایا اور وہ انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں سے بھڑکتے اور بدکتے نہیں تھے بلکہ وہ اُن کی طرف دست

---

[1] جمعیۃ علمار ہند (قصوری)

خلوص دراز کرتے تھے اور اس کے نتیجہ میں اس جماعت سے
حضرت پیر صاحب نے کار آمد نوجوان منتخب کر کے کام میں
لگا دیئے ۔"

امیرِ ملتؒ کے معتقدین و مریدین کی جماعت میں ڈاکٹر ظفر الحسن صدر شعبہ فلسفہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (ف ۱۹۴۹ء) بھی تھے، ان کے احباب و رفقاء ڈاکٹر افضال حسین قادری اور پروفیسر ظفر احمد بدایونی وغیرہ حضرات نے وہاں ایک جماعت کی تشکیل کی جس کا خاص مقصد تحریکِ پاکستان اور مسلم لیگ کو استحکام بخشنا تھا، ہمارا خیال ہے کہ ڈاکٹر ظفر الحسن مرحوم کی ان کوششوں میں امیرِ ملت کی تربیت و تحریک کو بھی دخل ہوگا۔

امیرِ ملت نے قدیم صوفیہ کی طرح سیر و سیاحت کو بھی اپنے تربیتی پروگرام میں رکھا اور ملت کے مختلف قبائل و عشائر کے لوگوں کو تربیت دے کر اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا جنہوں نے ملک کے طول و عرض میں تبلیغ و تذکیر کے فرائض انجام دیئے بلکہ حجاز و عراق تک اس تحریک کے اثرات پہنچے۔
بڑی ضرورت تھی کہ اس رُوداد کو ضبطِ تحریر میں لایا جائے خوشی کی بات ہے کہ ملک کے نوجوان ادیب **محمد صادق قصوری** نے امیرِ ملت اور ان کے خلفاء کے حالات میں ایک مستقل کتاب "حضرت امیرِ ملتؒ اور ان کے خلفاء" مرتب کر دی ہے، اس کتاب میں ان کے اسّی سے زیادہ خلفاء کے حالات، ان کی دینی و روحانی سرگرمیوں اور علمی و تصنیفی کارناموں کا ذکر ہے اس کتاب کی ترتیب سے دینی و ملی تاریخ کے بہت سے تاریک گوشے روشن ہو گئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیرِ ملت اور ان کے خلفاء و رفقاء نے تحریکِ پاکستان اور مسلم لیگ اور تحریکِ تبلیغ و تنظیم کے لیئے کیسے شاندار کارنامے انجام دیئے ہیں۔

محمد صادقؔ صاحب تصنیف و تالیف کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں اُن کی تازہ تالیف "اکابرِ تحریکِ پاکستان" علمی حلقوں میں قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئی ہے انھوں نے "تذکرۂ مشائخِ نقشبندیہ" (مؤلفہ علامہ نُور بخش توکلی) کا تکملہ بھی لکھا ہے جس سے اُن کے تحقیقی ذوق کا اندازہ ہوتا ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ محمد صادق قصوری کی یہ کتاب حضرت امیرِ ملّت اور اُن کے خلفاء" بھی دینی و علمی حلقوں میں قبولیت حاصل کرے گی۔

محمد ایوب قادری

اے - ۱۷۴ - این
ناظم آباد، کراچی نمبر ۳۳

۲۵ر جمادی الاوّل ۱۳۹۷ھ
۱۴ر مئی ۱۹۷۷ء

حیاتِ امیرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ

مستقبل کا مؤرخ جب کبھی برِصغیر کی مذہبی، ملّی، سیاسی اور رُوحانی تا
مرتّب کرے گا تو وہ سنوسیِ ہند اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امیرِ ملّت والدین پیر س
حافظ جماعت علی شاہ محدّث علی پوری قدس سرّہٗ کا نام نامی اسمِ گرامی جلی حروف
سے لکھے گا۔ کیونکہ موصوف نے مذہب و سیاست اور رُوحانیت کے میدان می
شاندار کارنامے سرانجام دیئے ہیں آپ کی ساری زندگی مذہب و ملت کی خدمت
میں گزری ہے۔ ذیل میں آپ کی حیاتِ مقدسہ کے چند اوراق اُلٹنے کی کوشش کی جا
رہی ہے لیکن مجھے اس اعتراف میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ آپ کے شاندار کارنا
اور درخشاں خدمات، رُوحانی فیوضات اور بلند درجات کے ذکرِ مبارک کا پورا حق مجھ
سے ادا نہیں ہو سکا ۔

نہ حُسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

آپ کی ولادت باسعادت ۱۸۳۰ء اور ۱۸۴۰ء کے درمیانی عشر
میں علی پور سیداں تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ میں قطبِ وقت حضرت سی
کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہوئی۔[1] سلسلہ نسب طرفین سے حضرت امام حسی
رضی اللہ تعالیٰ علیہ تک پہنچتا ہے۔ آپ نے اپنے گاؤں ہی میں حافظ قاری شہاب الد
کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن پاک حفظ کیا، عربی اور فارسی کی ابتدائی کتب میا
عبد الرشید علی پوریؒ سے پڑھ کر مولانا عبد الوہاب امرتسریؒ سے درسِ نظام

[1] سیرتِ امیرِ ملت مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۴۵

کمیل کی، بعد ازاں لاہور جا کر مولانا غلام قادر بھیروی اور مولانا مفتی محمد عبد اللہ ٹونکی
تفسیر اور ینٹل کالج لاہور سے مولوی عالم اور مولوی فاضل کے درسیات پڑھے۔ اس کے
سہارنپور جا کر مولانا محمد مظہر اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے استفادہ کیا۔
تشنگی علم ہنوز باقی تھی۔ چنانچہ یہ تشنگی کشاں کشاں آپ کو مولانا سید محمد علی ناظم دارالعلوم
ہ، مولانا احمد حسن کانپوری، مولانا میر محمد عبد اللہ، مولانا ارشاد حسین رامپوری، مولانا
ل رحمٰن گنج مرادآبادی، مولانا عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی، مولانا عبد الرحمٰن محدث
نی پتی اور حضرت علامہ محمد عمر ضیاء الدین صاحب استانبولی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی خدمت
ں لے گئی اور تمام علوم متداولہ عقلیہ و نقلیہ پر دسترس اور مہارت تامہ حاصل کر کے اسناد
ل کیں، شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنی کلاہ مبارک اتار کر
پ کے سر اقدس پر رکھ دی اور اپنا پس خوردہ پانی پلا کر بہت سے اوراد و وظائف
ر سند حدیث کی اجازت عنایت فرما کر رخصت کیا تھا۔[1]

علوم ظاہری میں ید طولیٰ حاصل کرنے کے بعد آپ غوث وقت حضرت بابا فقیر محمد
نقشبندی فاروقی (چورہ شریف) کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف
رے، باباجی آپ کی آمد سے از حد مسرور و شادماں ہوئے اور بے ساختہ پکار اٹھے ؎

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

چند روزہ صحبت کے بعد آپ اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔ تو دوسرے مریدوں نے
اعتراض کیا کہ ہم عرصے سے حاضر خدمت ہیں مگر ہمیں آج تک خلافت نہیں ملی اور جماعت علی شاہ

[1] سیرت امیر ملت ص۵۰ تا ص۶۱ - ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور مئی جون ۱۹۷۵ء ص۵۷ - اکابر تحریک پاکستان
حصہ اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص۶۰ - برکات علی پور شریف از سید خیر شاہ امرتسری مطبوعہ
راولپنڈی ۱۹۶۷ء ص۴۷ - سہ ماہی العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۷۴ء ص۶۳

کو آپ نے آتے ہی سب کچھ عطا فرما دیا ہے اِس پر بابا جی نے ارشاد کیا کہ :۔

"جماعت سے علی شاہ کے پاس چراغ بھی تھا، تیل بھی تھا اور

بتی بھی، ہم نے تو صرف آگ ہی لگائی ہے"۔

کِسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

یہ رتبہ بلند مِلا جس کو مل گیا

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

مرشدِ کامل نے آپ کے حق میں یہ دُعا فرما کر رخصت کیا۔ "خُداوندا!

اِس دَور میں میرے جماعت علی شاہ کو لاثانی بنا دے"۔ چنانچہ مُرشد کی دُعا رنگ لائی

اور جو شہرتِ عام بقائے دوام آپ کو ملی، دُوسرے ہمعصروں کو اس کا عشرِ عشیر بھی نصیب

نہ ہُوا۔ پشاور سے راس کماری اور کشمیر سے مدراس تک آپ کی دھوم مچی۔ دس لاکھ سے

زائد لوگ حلقۂ غلامی میں داخل ہوئے۔ برِ صغیر کے علاوہ کابل، برما، سعودی عرب، رُوس

اور دیگر ممالک میں بھی مسلمانوں کی کثیر تعداد نے آپ کی غلامی کا طوق پہنا۔ آغا خلیل

کلید بردار و حاجِب روضۂ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم، نادر شاہ والیٔ افغانستان، میر

عثمان علی خان نظام حیدر آباد دکن، قائدِ ملت چودھری غلام عباس، مولانا غلام محمد ترنم، بیرسٹر

عبد الرب مرزا (والدِ گرامی جناب غلام مجدد مرزا جج ہائیکورٹ لاہور) علامہ تاج الدین

احمد تاج عرفانی جیسے مشاہیر نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے آپ کی عظمت کا

لوہا مانا اور قائدِ اعظم محمد علی جناح، حکیم الامت علامہ اقبال، نواب وقار الملک، نواب بہادر

یار جنگ، سر آغا خان، نواب شاہنواز خان ممدوٹ، نواب محمد اسمٰعیل خان، مولانا ظفر

علی خان، مولانا شوکت علی، علامہ مشرقی، میر غلام بھیک نیرنگ، مخدوم سید صدر الدین

گیلانی، شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی، شاہ محمد سلیمان پھلواروی، شاہ سید محمد محدث

کچھوچھوی، مولانا حامد رضا خان بریلوی، پیر محمد امین الحسنات آف مانکی شریف، پیر محمد فضل

شاہ جلالپوری، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، مولانا مظہر الدین شیر کوٹی ایڈیٹر "الامان" دہلی اور ابو الاثر حفیظ جالندھری جیسے مقتدر حضرات آپ کی عقیدت کا دم بھرتے رہے[۱]۔

علوم ظاہری و باطنی کے حصول کے بعد آپ نے سب سے پہلے علی پور شریف کی مسجد ہی کو وعظ و نصیحت کا مرکز بنایا، بعد ازاں پشاور، کوئٹہ، بمبئی، کلکتہ، کراچی، میسور حیدر آباد دکن، دہلی، بھوپال، کوہ نیلگری، کشمیر، کابل وغیرہ دور دراز علاقوں کے تبلیغی دورے فرمائے۔ ہزارہا مشکلات و مصائب کو برداشت کر کے لاکھوں گمگشتان راہ کو صراط مستقیم پر گامزن کیا۔ ہزاروں غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ کئی جگہوں پر آپ نے تبلیغی انجمنیں، مدرسے، مسجدیں اور کنوئیں بنوائے آپ کی ان تبلیغی کوششوں سے اسلام کے خزاں دیدہ چمن میں بہار آگئی اس لحاظ سے آپ بلاشبہ محی الدین ثانی کہلانے کے مستحق ہیں[۲]۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کے قلب و روح میں سمایا ہوا تھا۔ اگر مدینہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی سن کر آپ کی پلکیں بھیگ جاتیں، رنگ زرد ہو جاتا۔ سرد آہوں اور سسکیوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا آپ مولانا روم کے ان اشعار کی عملی تصویر تھے۔

عاشقاں را شش نشان ست اے پسر آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر
گر ترا پرسند پس دیگر کدام گفتن و خوردن کم و خفتن حرام

۱۔ سیرت امیر ملت ص۶۷ تا ص۶۹، ص۴۴۲ تا ص۴۸۹۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ تصور مئی جون ۱۹۷۵ء ص۸۵، ماہنامہ عارف لاہور اکتوبر ۱۹۶۰ء۔ اکابر تحریک پاکستان حصہ اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص۶

۲۔ سیرت امیر ملت ص۹۸، ص۱۳۶ تا ص۲۲۴، ص۳۷۵، ص۴۳۶

مندرجہ ذیل اشعار تو ہر وقت آپ کی زبان پر رہتے تھے اور آنکھیں اشکوں کا ہار پروتی تھیں ؎

قابل تھا نار کے مجھے جنت ہوئی نصیب — اس در کی حاضری سے مری قسمت بدل گئی
سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری — گو ملک و مال و خویش و وطن سے جدا ہوا

آپ کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتراف مخالفوں نے بھی کیا ہے چنانچہ مولانا حسین احمد مدنی دیوبندی سابق صدر جمعیۃ العلماء ہند آپ کے نکتہ چینوں کے جواب میں کہا کرتے تھے کہ :-

"عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں شاہ صاحب کے مقام کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔"[۱]

ذیل میں چند واقعات پیشِ خدمت ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ واقعی فنا فی الرسول تھے۔

۱۹۱۶ء کی بات ہے کہ آپ ایک طویل دورے کے بعد لاہور مسجد پٹولیاں (اندرون لوہاری دروازہ) میں فروکش تھے۔ سردی کا موسم تھا اور آپ کو شدید بخار تھا۔ اتنے میں برِصغیر کے نامور نعت گو شاعر حافظ خلیل الدین حسن حافظ پیلی بھیتی کی آمد کی اطلاع ملی آپ نے حکم دیا کہ "فوراً بلاؤ"۔ حالانکہ آپ لحاف اوڑھے ہوئے تھے اور کپکپی طاری تھی۔

شیخ عبد الشکور لاہوری کا بیان ہے کہ میں بھی اس وقت حاضر تھا آپ نے حافظ صاحب سے فرمایا۔ "آپ حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نعتیں لکھتے ہیں، افسوس کہ بیماری کی وجہ سے آپ کا استقبال نہ کر سکا۔" پھر دریافت فرمایا۔ "حافظ صاحب کوئی تازہ نعت لکھی ہے"۔ حافظ صاحب فوراً دوزانو ہو بیٹھے، بیاض کھولی

---
[۱] ہفت روزہ الہام بہاولپور ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء۔ ہفت روزہ پاک جمہوریت لاہور ۵ جون ۱۹۷۲ء

اور نعت شریف کی مطلع تھا ؎

زائروں کی بھیڑ ہو روضہ ترا ہو میں نہ ہوں
وائے ناکامی کہ اک خلقِ خدا ہو میں نہ ہوں

مطلع بے پناہ پُر سوز تھا سب محظوظ ہوئے۔ حضرت نے فرمایا "مکرر پڑھو"۔ دو تین بار سماعت فرمایا اور لحاف چہرہ مبارک سے دُور کر دیا۔ حافظ صاحب نے دُوسرا شعر پڑھا۔

؎ صدقے اس روضے کے جس پر سر سے دل سے جان سے
اک جہاں، اک خلق، اک عالم، فدا ہو میں نہ ہوں

اب جب تو آپ نے بے ساختہ لحاف جسم پر سے اُتار دیا۔ ہم سب ڈر رہے تھے کہ کہیں سردی نہ لگ جائے۔ حافظ صاحب نے تیسرا شعر پڑھا ؎

میں وہ ردِّ خلق ٹھہرا ہوں کہ بزمِ شاہ میں
انس ہو، جن ہو، فرشتہ ہو، ہوا ہو، میں نہ ہوں

اب جب تو آپ اُٹھ کر اس طرح بیٹھ چکے تھے کہ گویا بخار تھا ہی نہیں۔ جسم سے پسینہ جاری تھا، بے اختیار داد دے رہے تھے اور کیف طاری تھا، جب حافظ صاحب نے یہ شعر پڑھا ؎

میں وہاں ہوں وہ وہاں ہوں یا نہ ہوں پر یہ نہ ہو
شاہ کے دربار میں چرچا مرا ہو میں نہ ہوں

تو حضرت صاحب بیتاب ہو گئے اور اک دم حجرہ سے مسجد میں تشریف لے آئے اور حاجی لوٹا (خادمِ خاص) کو حکم دیا "جلد اسباب باندھو اور مدینہ شریف چلو"۔ جہاز پر سوار ہوتے وقت بھی یہ مصرع زبان پر جاری تھا ع
شاہ کے دربار میں چرچا مرا ہو میں نہ ہوں[۱]

---

[۱] سیرتِ امیرِ ملت ص ۱۲۰

مشہور احراری رہنما سید عطاء اللہ شاہ بخاری باوجود آپ سے اختلاف کے، آپ کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ اکثر و بیشتر بیان کر کے اپنی تقاریر کو مزین کیا کرتے تھے اور مشہور اہلحدیث عالم مولانا سید محمد داؤد غزنوی کا بیان ہے کہ میں نے یہ واقعہ بچشم خود دیکھا ہے کہ :-

"ایک دفعہ مدینہ منورہ میں باب السلام کے قریب چند کتے لیٹے ہوئے تھے ایک ناسمجھ نے جاتے جاتے ایک کتے کو زور سے لاٹھی ماری کتا لنگڑاتا اور چیختا چلاتا ہوا جا رہا تھا کہ اچانک آپ وہاں تشریف لے آئے۔ جب حقیقت حال معلوم ہوئی تو کتے کو پاس بٹھا لیا اور اس شخص سے کہا "ظالم! تو نے یہ نہ دیکھا کہ مدینہ شریف کا کتا ہے"۔ پھر اپنا عمامہ پھاڑ کر کتے کی زخمی ٹانگ پہ پٹی باندھی، اور بازار سے کھانا منگوا کر اسے کھلایا۔" ؎

ایک دفعہ سرزمین حجاز میں قحط نمودار ہوا تو آپ یہ سنکر تڑپ اٹھے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک میں قحط پڑ گیا ہے چنانچہ آپ نے ایک لاکھ روپیہ کی گرانقدر رقم بھجوائی، علامہ تاج سعرفانی نے اس واقعہ کی طرف یوں اشارہ کیا ہے ؎

کی آپ نے امداد مصیبت زدگاں کی | وا ان کے لیے کیسۂ زر دیکھ رہا ہوں
احساس ہوا آپ ہی کو سب سے مقدم | امداد کو مضبوط کمر دیکھ رہا ہوں

تا دیر انہیں تاج خدا رکھے سلامت
میں ان کی نظر ان کا جگر دیکھ رہا ہوں

آپ کو مدینہ منورہ کے چرند پرند اور گرد و غبار تک سے بے پناہ محبت تھی آپ

؎ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور مئی جون ۱۹۷۸ء ص ۵۹ ہفت روزہ الہام بہاولپور ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء
؎ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور مئی جون ۱۹۷۸ء ص ۲۸ تا ص ۲۹۔

مدینہ شریف کی ہر چیز کا احترام کرتے تھے، جب تک مدینہ شریف رہتے نعت خوانی کی مجلسیں ہوتی رہتیں۔ ایک ایسی ہی مجلس میں جناب حفیظ جالندھری نے یہ شعر سنایا ؎

کہاں تھے یہ نصیب (اللہ اکبر) حجرِ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد ﷺ کے

آپ نے یہ شعر سنتے ہی فوراً اپنی گرم واسکٹ بمعہ نقدی نذر کر دی۔[۱]

آپ جب بھی مدینہ شریف حاضر ہوتے تو سب سے پہلے غسل فرماتے پھر نہایت عجز و انکسار کے ساتھ دربارِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتے، حضوری کے وقت آپ کا جسم کانپتا رہتا اور سردیوں میں بھی کپڑے پسینے سے تر ہو جاتے چہرہ مبارک کی رنگت کبھی سرخ ہو جاتی کبھی زرد، مواجہہ شریف میں سلام عرض کرنے کے بعد دوسری طرف جا کر بیٹھتے تو سردی ہوتے ہوئے بھی دیر تک پنکھا جھلنا پڑتا محسوس ہوتا تھا کہ آپ پہ کامل رعب طاری ہے یہ شہنشاہوں کے شہنشاہِ اعظم کا دربار ہے۔ یہاں کی حاضری کوئی آسان بات نہیں، بے خبروں کو کیا معلوم کہ وہ کس عظیم الشان بارگاہ میں حاضر ہیں ؎

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا (عزت بخاری)

اس قسم کے ایک دو نہیں بلکہ بیسیوں واقعات پیش کیے جا سکتے ہیں مگر طوالت کے خوف کے پیشِ نظر انہیں پہ ہی اکتفا کرتا ہوں، شائقین حضرات "سیرت امیر ملت" کا مطالعہ فرما کر مستفید و مستفیض ہو سکتے ہیں ع

سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے

---

[۱] سیرت امیر ملت ص ۴۳۵ صوفیائے نقشبند از حکیم امین الدین احمد لاہور سنہ ۱۹۷۳ء ص ۳۵۲
[۲] سیرت امیر ملت ص ۱۳۸

حکیم الامّت ترجمان حقیقت حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو آپ سے بہت عقیدت و محبت تھی اکثر و بیشتر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے چند ایک واقعات درج ذیل ہیں[۱] :-

"ایک دفعہ آپ انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس کی صدارت فرما رہے تھے۔ تمام کرسیاں بھری ہوئی تھیں، فرش پر بھی لوگ بیٹھے ہوئے تھے علامہ اقبال دیر سے پہنچے تو جگہ نہ پاکر آپ کے قدموں میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ :-

"اولیاء اللہ کے قدموں میں جگہ پانا موجب فخر ہے۔"

آپ نے تبسّم فرمایا اور کہا۔ "اقبال جس کے قدموں میں آجائے اُس کے فخر کا کیا ٹھکانا۔"

سنہ ۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے کہ ایک صحبت میں حضرت امیر ملّت نے علامہ سے کہا۔ آپ کا ایک شعر تو ہمیں بھی یاد ہے" پھر یہ شعر پڑھا ؎

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

علامہ یہ سُنکر بے حد مسرور ہوئے اور کہنے لگے "میری نجات کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔"

حضرت سے علامہ کی عقیدت اسقدر گہری تھی کہ علامہ نے سوائے حضرت کے کسی کو بھی نہیں بتایا تھا کہ اُنہوں نے بیعت کہاں کی ہے ؛ چنانچہ اس راز کی عقدہ کشائی سب سے پہلے حضرت نے ہی سنہ ۱۹۳۵ء میں فرمائی تھی آپ نے ارشاد کیا کہ :-

"اقبال نے راز داری کے طور پر مجھ سے کہا تھا کہ میں اپنے والدِ مرحوم سے بیعت ہوں۔"

---

[۱] سیرتِ اقبال از پروفیسر محمد طاہر فاروقی لاہور سنہ ۱۹۶۶ء صـ ۱۰۳ ، صـ ۱۰۸ ۔ صوفیہ نقشبند صـ ۳۵۳ تا صـ ۳۵۴ ۔ سیرتِ امیرِ ملّت صـ ۴۱۰ ۔ سہ ماہی العلم کراچی اپریل تا جون سنہ ۱۹۷۴ء صـ ۶۵ ۔

آپ نے مزید فرمایا کہ "اقبال کے والد ماجد کے پاس ایک مجذوب صفت درویش آیا کرتے تھے وہ انہی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔"
حضرت کو بھی علامہ مرحوم سے بہت محبت و شفقت تھی چنانچہ وصال سے قبل اکثر علامہ کا یہ شعر زبان پر رہتا تھا۔

تری بندہ پروری سے مرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایت زمانہ

گزشتہ سطور میں علامہ اقبال کے ذکر کے ضمن میں انجمن حمایت اسلام کا ذکر بھی آیا ہے کہ حضرت نے اس کے سالانہ جلسے کی صدارت فرمائی تھی۔ اس موقع پر ایک ایسی ہی صدارت کی تفصیل گوش گزار کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس سے حضرت کی جرأت و استقلال، حاضر جوابی، اعصاب کی مضبوطی اور داد و دہش کا اظہار ہوتا ہے۔ مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی کے الفاظ میں واقعہ کچھ یوں ہے:۔

ایک سال انجمن حمایت اسلام لاہور کے اجلاس کا صدر حضرت پیر صاحب کو بنایا گیا۔ چندے کی اپیل کے لیے مولانا ظفر علی خان کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارے محترم صدر صاحب ہماری انجمن کو کیا تبرک عطا فرماتے ہیں۔ مولانا ظفر علیخان نے یہ آغاز اس لیے کیا تھا کہ صدر صاحب زیادہ سے زیادہ ہزار پانچ سو دیں گے' ان کے مقابلے میں دوسرے امیر لوگ ان سے کہیں بڑھ کر رقم کا اعلان کریں گے تو صاحب صدر خود اپنی خفت محسوس کریں گے اور تمام لوگ بھی انہیں کچھ حقیر سمجھنے لگیں گے مگر واہ رے درویش دانا، جونہی مولانا ظفر علیخان نے کہا کہ چندے کا آغاز صدر صاحب

کے اعلان سے ہونا چاہیئے، اُسی وقت پیر صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا:۔

"ارے بھئی! فقیر کے پاس کیا ہے اور یہ کیا دے سکتا ہے یہاں بڑے بڑے دولتمند چندہ دینے والے بیٹھے ہیں۔ اُن کے سامنے میں اپنی خالی جھولی میں سے کیا نکال کر پیش کر سکتا ہوں، میں صرف یہ کر سکتا ہوں کہ اس وقت آپ سب حضرات اپنے اپنے چندوں کا اعلان کریں یہ سب چندے مل کر جتنی رقم بنے اتنی رقم تنہا اس فقیر کی طرف سے ہوگی"۔

یہ اعلان ہونا تھا کہ مجمع اچھل پڑا اور حضرت صاحب کو خفیف کرنے کی جتنی اسکیم تھی وہ فیل ہوگئی۔[1]

سنہ ۱۹۲۳ء میں جب صوبہ یوپی میں شدھی تحریک کا آغاز ہوا تو چند ہندو سرمایہ داروں نے اور بالخصوص شوامی شردھانند نے انگریز حکمرانوں کی سازش سے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی سکیم بنائی۔ اس صورتِ حال سے حضرت کو سخت صدمہ پہنچا آپ نے اس فتنہ کے انسداد و استیصال کا مصمم ارادہ کر لیا اور ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۲۳ء کے سالانہ اجلاس انجمن خدام الصوفیہ ہند میں بمقام علی پور سیداں اپنے تاثرات اور عزائم کا یوں اظہار فرمایا کہ:۔

"یہ ایک ایسا نازک موقع ہے کہ اسکی نظیر تاریخ اسلام میں نہ ملے گی۔ اسلام کی دُنیاوی وجاہت کو نہیں تاکا جاتا بلکہ

[1] ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور بابت مئی جون سنہ ۱۹۷۵ء صـ ۲۶ تا صـ ۲۷۔

سرے سے اسلام کی ہستی پر زد لگائی جاتی ہے کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جس کا دل اس صدمے سے متاثر نہ ہوا ہو بانیِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ حکم ہے کہ اپنے مُردے بھی اغیار کے ہاتھوں میں نہ جانے دو اور یہاں یہ حالت ہے کہ ہمارے زندوں کو اغیار لیئے جائیں اور ہم دیکھا کریں ع

ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بکجا

اس وقت حمیت تو یہ ہے کہ جب تک اس فتنہ کا انسداد نہ ہو ہر مسلمان اپنے اوپر خواب وخور حرام سمجھے اور دامے درمے، قلمے، قدمے سخنے الغرض ہر ذریعہ سے جو خدمت اسلام کی اس سے ممکن ہو اس سے دریغ نہ کرے اور جب تک یہ فتنہ فرو نہ ہو جائے اپنی سعی کو مسلسل جاری رکھے میں نے عزم بالجزم کر لیا ہے کہ اس اہم مقصد کی خاطر سینکڑوں مبلغ میدانِ ارتداد میں بھیجوں گا اور خود بھی موقع پر پہنچ کر حصہ لوں گا، اور جب تک گمگشتگانِ دینِ متین کو حلقۂ اسلام میں واپس نہ لے آؤں، چین سے نہ بیٹھوں گا۔ سرِ دست مبلغ گیارہ سو روپے نقد دیتا ہوں اور سو روپیہ ماہوار اس کارِ خیر میں دیتا رہوں گا اور اپنے تمام ذرائع و وسائل کو انسدادِ فتنۂ ارتداد کے لیئے وقف کر دوں گا۔"[1]

اس اعلان کے فوراً بعد آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیئے مہم شروع کر دی، آپ کے صاحبزادگان و دیگر اہلِ خاندان نے بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ نے پہلا وفد

---

[1] سیرتِ امیرِ ملت ص ۴۲۷ تا ص ۴۲۸ ۔ سہ ماہی العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۷۴ء ص ۶۶۔

۲۱ مئی ۱۹۲۳ء کو روانہ کیا اور خود رہتک تک اس کے ساتھ تشریف لے گئے تین ماہ میں آپنے ۸۶ وفد بھیجے جن میں خلف اکبر سراج الملت حضرت صاحبزادہ سید محمد حسین صاحبزادہ سید نور حسین، مولانا غلام احمد اخگر امرتسری، قاضی حفیظ الدین رہتکی، مولانا محمد حسین قصوری بی اے، مولانا امام الدین رائے پوری، مولانا عبدالمجید قصوری جیسے جید علماء و فضلاء اور مناظر بھی لوگ شامل تھے۔[1]

اللہ کے فضل و کرم سے آپ کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور ہزاروں مرتد دوبارہ داخلِ اسلام ہو گئے۔ آپنے باری باری تمام متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا۔ آگرہ، متھرا، ریاست بھرت پور، ریاست بڑودہ، گڑگانواں، فرخ آباد اور رہتک میں وفود کے ساتھ شب و روز کام کیا۔

دوابہ گنگ و جمن علاقہ برج میں آگرہ شہر میں ایک ہزار باا ثر ہندو وکلاء بیرسٹر بڑے بڑے تاجر اور زمیندار موٹروں اور تانگوں کے ذریعے سکندر پورہ پہنچے اور مسلمانوں کو مرتد بنانے کی پوری پوری کوشش کی۔ آپنے مردانہ وار مقابلہ کرکے اُن کو میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اس طرح علاقہ مذکورہ اس عظیم فتنہ سے محفوظ رہا۔ اس تحریک کے دوران آگرہ آپ کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ آپنے اکیس جلسوں کی صدارت خود فرما کر فتنہ مذکور کو کچل دیا۔ کئی دینی مدارس، مسجدیں اور کنوئیں بنوائے۔ لاکھوں روپیہ غرباء میں تقسیم کرکے انہیں دولتِ اسلام سے محروم ہونے سے بچالیا۔ بڑی زیادتی ہوگی کہ اگر میں اس مقام پر اس تحریک کے دوران آپ کے سرفروش اور جاں نثار ساتھیوں کا ذکر نہ کروں حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ، مولانا سید غلام بھیک نیرنگؒ و دیگر حضرات نے بھی آپ کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا۔[2]

---

[1] سیرتِ امیر ملت ص ۴۲۹ - سہ ماہی العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۷۴ء ص ۶۷
[2] سہ ماہی العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۷۴ء ص ۶۷ - اکابر تحریکِ پاکستان حصہ اوّل ص ۶۵

آپ کی ملی، مذہبی اور سیاسی خدمات کو احاطۂ تحریر میں لانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اور پھر مجھ ایسا ہیچمدان لکھ بھی کیا سکتا ہے ؎

سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے

سنہ ۱۹۱۰ء میں جب خلیفۃ الاسلام سلطانِ ترکی غازی عبدالحمید خاں مرحوم نے حجاز ریلوے لائن کی تعمیر کے لیے مسلمانانِ عالم سے چندہ کی اپیل کی تو اس وقت آپ نے اپنے متوسلین کی جانب سے چھ لاکھ روپیہ نقد کی امداد فرمائی۔ بنا بریں سلطان المسلمین نے اپنے دستخط خاص کے ہمراہ حضرت کو پانچ تمغے خوشنودی کے اظہار کے لیے بھیجے اور شاہی فرامین میں آپ کو عُمْدَۃُ الْاَمَاثِلْ وَالْاَفَاضِل کے معزز القاب اور خطاب سے سرفراز فرمایا۔[۱]

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لیے جب چندہ جمع کرنے کی مہم شروع ہوئی تو لاہور میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں حضرت کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔ نواب وقار الملک نے دورانِ تقریر اپنی ٹوپی اتار کر حضرت کے قدموں میں رکھ دی اور پُرنم آنکھوں کے ساتھ اپیل کی کہ "معاملہ مسلمانوں کی حمیّت و وقار کا ہے آپ ہاتھ بٹائیں۔" آپ نے استفسار فرمایا کہ "کیا یونیورسٹی میں دینیات کی تعلیم لازمی ہوگی؟" تو نواب وقار الملک نے یقین دلایا کہ انگریزی کے ساتھ ساتھ دینیات کی تعلیم بھی لازمی ہوگی اور پھر یونیورسٹی کی مساجد میں پنجوقتہ نمازوں میں تمام طلبہ کی حاضری لازمی ہوگی۔ اس پر آپ نے تین لاکھ روپیہ کی گرانقدر رقم چندہ میں دی اور بعد ازاں بھی معاونت فرماتے رہے چنانچہ سب جانتے ہیں کہ علی گڑھ کی ہمیشہ یہ خصوصیت رہی ہے۔

---

[۱] سیرت امیر ملت صفحہ ۳۷ - فیضانِ امیر ملت از مرزا ذوالفقار علی بیگ مطبوعہ حیدرآباد دکن صفحہ ۹۰، مہر منیر از مولانا فیض احمد فیض مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۳ء صفحہ ۴۰۶ - روزنامہ کوہستان لاہور ۱۲ مئی ۱۹۶۶ء

کہ وہاں نماز کی باقاعدہ حاضری ہوتی تھی اور دینیات کی تدریس کا خصوصی اہتمام ہوتا تھا حضرت مولانا سید سلیمان اشرف اور حضرت مولانا ابوبکر شیث رحمۃ اللہ علیہما جیسے علمار کرام دینیات کی تعلیم کے نگران تھے یہ سب حضرت کا ہی فیض تھا۔[۱]

سنہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے منظم طریقے سے دین متین کی تبلیغ اور سلسلہ عالیہ کی ترویج کے لیے انجمن خدام الصوفیہ قائم کی جس کے مقاصد کی تشریح یوں کی گئی :-

۱۔ اتحادِ جمیع سلاسلِ تصوّف ۲۔ اشاعتِ اسلام و تصوّف

۳۔ تردیدِ الزامات خلافِ اسلام و تصوّف ۴۔ تردید مذاہب باطلہ

اس انجمن کا پہلا جلسہ سنہ ۱۹۰۱ء میں بادشاہی مسجد لاہور میں ہوا اور متواتر تین سال تک اجتماعات کا مرکز حضرت محی الدین اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کی بنا کردہ مسجد میں رہا پھر سنہ ۱۹۰۴ء سے یہ سلسلہ علی پور سیداں میں شروع ہوگیا۔ انجمن کے اجلاسوں میں برصغیر کے ممتاز علمار کرام اپنے مواعظِ حسنہ سے مستفید و مستفیض فرماتے اور اکناف و اطراف سے لاکھوں کی تعداد میں لوگ شریک ہو کر ایمان تازہ کرتے تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس انجمن نے فتنۂ ارتداد، تحریک خلافت، تحریک شہید گنج، ساردا ایکٹ، تحریک پاکستان و دیگر تحریکوں میں جو کردار ادا کیا وہ اسی کا حصّہ ہے اس انجمن کی شاخیں برصغیر کے طول و عرض میں پھیل گئی تھیں اس کے علاوہ آپ نے سنہ ۱۹۰۴ء میں ماہنامہ "انوار الصوفیہ" جاری کیا تھا تاکہ تحریری میدان میں بھی مذہب و ملّت کی خدمت کی جاسکے۔ یہ رسالہ اب بھی قصور سے منصّۂ شہود پر جلوہ گر ہو رہا ہے۔[۲]

---

[۱] سیرتِ امیرِ ملّت صفحہ ۳۹۵ ۔ صوفیہ نقشبندیہ صفحہ ۳۵۴ ۔ مہرِ منیر صفحہ ۴۰۶

[۲] سیرتِ امیرِ ملّت صفحہ ۳۵۹، صفحہ ۳۵۰ ۔ اکابرِ تحریکِ پاکستان حصّہ اوّل صفحہ ۱۷

میں حضرت کے کس کس کارنامے کا ذکر کروں اور کس کس کو چھوڑوں، تحریک خلافت، مجلس اتحادِ ملت، انجمن حزب الاحناف و دیگر بہت سی تحریکوں میں حضرت نے دامے، درمے، قدمے، قلمے، سخنے حصہ لیا۔ طوالت کے خوف سے یہاں تحریک خلافت کا مختصر ذکر کر رہا ہوں، اِس تحریک میں جس قدر آپ نے خدمات سرانجام دیں شاید تحریک کے بانیوں نے بھی نہ دی ہوں گی۔ آپ نے بجلی کی سی سُرعت و تیزی کے ساتھ تمام ملک کا دَورہ کیا، خلافت فنڈ میں لاکھوں روپیہ کا چندہ دیا۔ دورانِ تحریک اُن علاقوں کا بھی دَورہ کیا، جہاں تک پہنچنا مُشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی تھا۔ مثلاً ریاست کورگ (علاقہ مدراس) مرکارا، دیراجندر، پیٹ اتی، بلگنڈا اور کوہ نیلگرھی وغیرہ وغیرہ۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ بمبئی سے حیدر آباد دکن کے لیئے روانہ ہو رہے تھے کہ مولانا شوکت علی اور احمد صدیق جنرل سیکرٹری خلافت کمیٹی آپ کو الوداع کہنے کے لیئے اسٹیشن پر آئے تو مولانا موصُوف نے آپ کو ایک جھولا پہنایا جس پہ لفظ "خلافت" اور ایک تمغہ جس پہ نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتۡحٌ قَرِيۡبٌ کندہ تھا پیش کیا اور کہا کہ میرے پاس صرف یہی چیز تھی جسے پیش کرتا ہُوں ع

برگِ سبز است تحفۂ درویش

اِس کے ساتھ خلافت کمیٹی کی طرف سے پانچ سو روپے کی رسیدیں بھی دیں، آپ نے رسیدوں کو حیدر آباد میں فروخت کر دیا اور پانچ سو کی بجائے پانچ سو بتیس روپیہ خلافت کمیٹی حیدر آباد کی وساطت سے بمبئی روانہ فرما دیئے جس پر مولانا شوکت علی نے کہا،" مجھے اصل بھی مل گیا ہے اور سُود بھی"[1]

ایک بار مولانا شوکت علی نے یہ تحریک پیش کی کہ ہندوستان کے ہر مسلمان

[1] امیرِ ملّت کے قومی کارنامے مطبوعہ آگرہ ۱۹۲۵ء ص ۹ ۔ سیرتِ امیرِ ملّت ص ۱۴۰

سے ایک روپیہ فی کس کے حساب سے خلافت فنڈ وصول کیا جائے تو آپ نے نیلگڑھی سے اپنا اور اپنے تمام متعلقین کا چندہ بحساب ایک روپیہ فی کس بمبئی بھیج دیا اور ساتھ ہی اعلان جاری فرمایا کہ "فقیر کے سب محبت والے ایک ایک روپیہ فی کس اپنا اور اپنے متعلقین کا چندہ خلافت فنڈ میں داخل کریں۔" مولانا نے اس اعلان کو تمام ملک میں مشتہر کر دیا جس کے نتیجے کے طور پر ہندوستان کے گوشے گوشے سے زرِ کثیر وصول ہوا۔ اس کے علاوہ آپ کے اکثر معتقدین نے تن تنہا ہزاروں روپے خلافت فنڈ میں دیئے۔ چنانچہ نورانی سیٹھ آف بمبئی نے آپ کے ارشاد پہ پچیس ہزار ۲۵۰۰۰/- روپے اور اہالیان کوہاٹ نے ستائیس ہزار ۲۷۰۰۰/- روپیہ کی گرانقدر رقومات خلافت فنڈ میں پیش کیں، لیکن آپ نے ہرگز ہرگز یہ گوارا نہ فرمایا کہ آپ کے ارشاد پہ عامۃ المسلمین تو عمل کریں اور خود اس کارِ خیر کے ثواب میں شامل نہ ہوں چنانچہ سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ ہند منعقدہ علی پور شریف کے موقع پر ایک دفعہ تیرہ سو ۱۳۰۰/- روپیے ملک لال دین سیکرٹری خلافت کمیٹی لاہور کی وساطت سے اور دوسری دفعہ اٹھارہ سو ۱۸۰۰/- روپیہ کی گرانقدر رقم جیبِ خاص سے خلافت فنڈ میں دی۔[۱]

۳، ۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو لائل پور میں خلافت کانفرنس شروع ہوئی۔ حضرت نے صدارت قبول فرمائی اور اپنے خطبۂ صدارت میں فرمایا کہ "جس کو خلافت سے محبت نہیں ہے اُسے اسلام سے کوئی سروکار نہیں ہے، جو لوگ مجھ پہ بہتان باندھتے ہیں کہ میں خلافت میں دلچسپی نہیں لیتا وہ کذاب اور مفتری ہیں، پڑھو لوگو لعنۃ اللہ علی الکاذبین" چنانچہ سب مسلمانوں نے پڑھا اور آپ نے اپنے فی البدیہہ خطبۂ صدارت میں پُر جوش اور درد انگیز کلمات سے عوام و خواص کے دلوں کو مسخر کر لیا۔ عوام خدمتِ خلافت کے لیے ایسے کمربستہ ہوئے کہ ہزاروں کے خلافت نوٹ

---

[۱] امیرِ ملت کے قومی کارنامے ص۹، ص۱۰، سیرت امیر ملت ص۱۱۴ - اکابر تحریک پاکستان ص۹۷، ص۹۸

اسی جگہ میں فروخت ہو گئے۔[۵]

مولانا ظفر علی خاں نے حضرت سے بھرپور مخالفت کے باوجود اپنے اخبار "زمیندار" میں آپ کو ہدیۂ تبریک پیش کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ :-

"۳، ۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو لائل پور میں جو عظیم الشان جلسۂ خلافت منعقد ہوا۔ اس میں پنجاب کے مشہور و معروف صوفی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ صدر تھے۔ آپ نے اپنے فی البدیہہ خطبۂ صدارت میں جس بے نظیر جرأتِ ایمانی اور جوشِ اسلامی سے مسلمانانِ عالم کی صحیح رہنمائی فرمائی ہے وہ اس قابل ہے کہ ہمارے تمام مشائخ اور پیرزادگان اس سے سبق حاصل کریں، آپ نے اپنے خطبۂ صدارت میں ان تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا ہے جو بعض سیاہ باطن لوگ حضرت ممدوح کے متعلق پھیلاتے تھے اور صاف صاف کہہ دیا کہ جو مسلمان خلافت سے محبت نہیں رکھتا وہ بے ایمان ہے اور ہرگز مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں آپ نے فرمایا کہ میں خلافتِ اسلامیہ اور مقاماتِ مقدسہ کے لیے اپنی جان تک نثار کرنے کو تیار ہوں اور میرا جو مرید تحریکِ خلافت میں حصہ نہیں لیتا اس کو میں یارانِ طریقت میں سے نہیں سمجھتا کیونکہ خلافت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو مسلمان خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت سے بیزار ہے یا بعض دنیاوی مصلحتوں کے پیش نظر صداقت سے خوف کھاتا ہے وہ میرے نزدیک مسلمان نہیں ہے۔

ہم حضرت قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر نے حضرت ممدوح کو کلمۃ الحق

---

۵ امیر ملت کے تحریکی کارنامے ص۵

اور صداقت کی وہی جرأت عطا کی ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا طرّۂ امتیاز تھی، ہمیں یقین ہے کہ آپ جیسی متقی شخصیت، متشرع عالم اور پیشوا کی رہنمائی سے تحریکِ خلافت کو عظیم الشّان تقویت پہنچے گی اور دیگر مشائخ عظام بھی اپنی سنہری اور روپہلی مصلحتوں اور طواغیتِ باطلہ کے خوف کو بالائے طاق رکھ کر خدا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جھنڈے تلے آجائیں گے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ پنجاب خلافت کانفرنس عنقریب راولپنڈی میں منعقد ہونے والی ہے اس کی صدارت بھی کسی روشن ضمیر بزرگ کی خدمت میں پیش کی جائے گی اگر انھوں نے منظور کی، یقیناً مسلمانانِ پنجاب کی خوش قسمتی میں کوئی شبہ نہ رہے گا (اس کانفرنس کی صدارت بھی حضرت ہی نے فرمائی تھی۔ قصوری)

اگر ملک کے تمام مشائخ کرام اور پیرزادگان حضرت حافظ حاجی پیر جماعت علی شاہ علی پوری کی تقلید کریں اور خلافتِ اسلامیہ کی حمایت واعانت پر کمربستہ ہو جائیں تو خلافت اور آزادیٔ وطن کے تمام مسائل کا حل بہت جلد ہو سکتا ہے، ہم حضرت ممدوح کا پورا خطبۂ صدارت عنقریب ہی کسی آئندہ اشاعت میں شائع کریں گے"۔[1]

مولانا شوکت علی مرحوم نے اس خطبہ کی دو ہزار کاپیاں انگریزی میں ترجمہ کر کے یورپ بھیجنے کا ارادہ کیا تھا مگر معلوم نہیں کہ بعد میں کیا ہوا۔ دورانِ تقریر جب مولانا شوکت علی نے دریافت کیا کہ "کوئی ہے جو راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرے" تو اُس

---

[1] روزنامہ زمیندار لاہور ۱۰ مارچ ۱۹۲۱ء بحوالہ سیرت امیر ملّت صفحہ ۱۴۲ ۔ سہ ماہی العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۷۴ء صفحہ ۶۹۔

وقت بارہ ہزار کے اجتماع میں سے صرف حضرت قبلہ ہی کھڑے ہوئے تھے اور آپ نے نہایت جلال و استقلال سے فرمایا کہ :-

"میں حاضر ہوں اور راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرنے کو تیار ہوں۔"

مولانا شوکت علی نے آپ کے ایثار کی بے حد تحسین کی اور آپ کو "سنوسیٔ ہند" کے لقب سے یاد کیا۔ آپ کی اس اولوالعزمی اور سرفروشی کا حال معلوم کرکے شملہ میں ایک بزرگ نے کہا :-

واقعی آپ کو سنوسیٔ ہند کا لقب زیب دیتا ہے۔"

تحریکِ خلافت میں آپ کی روز افزوں سرگرمیوں سے حکومت کے اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" لاہور نے بڑی بوکھلاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ :-

حکومت کو گاندھی جی کا اس قدر خطرہ نہیں ہے جس قدر پیر جماعت علی شاہ صاحب کا ہے۔"

ان دنوں آپ حیدر آباد دکن میں جلوہ افروز تھے مرزا محمد اصغر بیگ، المخاطب بہ اصغر یار جنگ بیرسٹر و دیگر ارکانِ خلافت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلسۂ خلافت کی صدارت کے لیے درخواست کی۔ جسے آپ نے قبول فرمایا حالانکہ اس روز واپسی کا ٹکٹ خریدا جا چکا تھا اور سیٹیں ریزرو کرائی جا چکی تھیں آپ نے ٹکٹ واپس کر دیا اور بڑی جرأت اور عزم و ہمت سے کام لیتے ہوئے صدارت فرمائی اس جلسہ میں نامور لیڈروں نے شرکت کی آپ نے صدارتی تقریر جس انداز سے کی اُس کی مثال ناپید ہے۔ آپ کی تحریک پر تیس ہزار روپیہ چندہ جمع ہوا۔[۲]

---

[۱] سیرت امیر ملت ص۱۴۳ ۔ اکابر تحریک پاکستان حصہ اول ص۶۹
[۲] سیرت امیر ملت ص۱۴۵ ۔ امیر ملت کے قومی کارنامے ص۱۱ ۔ مہر منیر ص۲۰۶

گوجرہ ضلع لائل پور میں سیّد مہدی ممبر کونسل کے ڈر سے ارکانِ خلافت نہیں جاتے تھے آپ کو معلوم ہوا تو خود تشریف لے گئے اور اپنے ہمراہ غازی عبدالرحمٰن سیکرٹری خلافت کمیٹی کو لے جاکر خلافت کمیٹی قائم کرکے عہدیدار مقرر کئے۔ اسی طرح کوہاٹ میں آپ کی تحریک پر ۲۷ ہزار روپیہ جمع ہوا۔ جب حکومت نے محسوس کیا کہ آپ کی کوششوں سے خلافت کانفرنس کا شجر بار آور ہو رہا ہے تو آپ کو صوبہ سرحد سے ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر نکل جانے کا حکم دیا گیا۔ بلوچستان میں داخلہ بند کر دیا گیا اور کشمیر میں دو سال تک داخلہ کی اجازت نہ دی۔ اللہ اکبر! میرے حضرت سے حکومت کس قدر خائف تھی۔[1]

آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

سنہ ۱۹۱۴ء میں تحریکِ ترکِ موالات کی آپ نے مخالفت کی اور اعلان فرمایا کہ "ہندو مردے کو جلا کر خاک کر دیا جاتا ہے اور خاک ہوا میں اُڑ جاتی ہے، اگر مسلمان مرے تو دو گز زمین تا قیامت اس کی ملکیت ہوتی ہے مسلمانو! ہجرت نہ کرو آپ کا وطن آپ کا جدی ورثہ ہے، اسے ہاتھ سے نہ جانے دو۔" مگر پھر بھی دو لاکھ کے قریب مسلمان افغانستان اور عرب ممالک میں جا پہنچے اور پھر پریشان حالت میں واپس ہندوستان ہوئے۔[2]

سنہ ۱۹۲۱ء میں ساردا ایکٹ کا نفاذ ہوا۔ جس کی رو سے نابالغ بچوں کی شادی ممنوع قرار پائی۔ جس دن اس ایکٹ کے نفاذ کا اعلان ہوا تو حضرت اس وقت میسور میں تھے آپ کو یہ غیر ضروری قدغن ناگوار گزری۔ آپ نے اس ایکٹ کی پابندی کو قبول نہ کرتے ہوئے متعدد نکاح پڑھائے اور ٹیلیفون پر پولیس کو اطلاع دے دی کہ میں نے

---

[1] سیرتِ امیرِ ملت صـ ۴۲۰ ۔ امیرِ ملت کے قومی کارنامے صـ ۱۱
[2] صوفیہ نقشبندیہ صـ ۳۵۵ ۔ سیرتِ امیرِ ملت صـ ۴۲۱

اتنے نکاح پڑھائے ہیں اور قانون توڑ دیا ہے۔ حضرت کے ارشاد پر ہندوستان میں ہزاروں نکاح پڑھائے گئے۔ مجبور ہو کر حکومت کو اس ایکٹ میں ترمیم کرنی پڑی۔ حضرت کے اس طرح فولادی چٹان بن کر مقابلہ کرنے سے یہ غیر شرعی اور مذموم قانون جاری نہ رہ سکا۔ اقبال مرحوم نے سچ کہا ہے [1]

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

۱۹۳۵ء میں شہید گنج کی تحریک چلی تو آپ تن من دھن کی بازی لگا کر میدان میں آئے۔ مسجد کی واگزاری کے لیے یکم ستمبر ۱۹۳۵ء کو راولپنڈی میں کانفرنس ہوئی جس میں آپ کو امیرِ ملت اور مولانا محمد اسحاق مانسہری کو نائب امیرِ ملت منتخب کیا گیا۔ بیعتِ امارت سب سے پہلے علامہ عنایت اللہ مشرقی نے کی ہے۔ [2]

امیرِ ملت منتخب ہونے کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل اعلان جاری فرمایا۔

۱۔ مجھے ایک لاکھ سرفروش جانباز درکار ہیں۔
۲۔ ایک روپیہ فی کس کے حساب سے ایک لاکھ روپیہ بیت المال کے لئے درکار ہے۔
۳۔ تمام بازاری عورتیں پیشہ ترک کر دیں اور شرعی نکاح کر کے رمضان المبارک سے پہلے پہلے گھروں میں بیٹھ جائیں۔
۴۔ مسلمان تجارت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

۔۔۔ کو مسجد انگورا محلہ امام باڑہ راولپنڈی میں آپ کی صدارت

---

[1] سیرتِ امیرِ ملت ص۲۴۹۔ صوفیہ نقشبند ص۳۵۵۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور جنوری ۱۹۶۱ء ص۱۱۔ [2] روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۶ جولائی ۱۹۶۲ء (سرورق) بحوالہ سیرتِ امیرِ ملت ص۲۵۶۔ اکابرِ تحریکِ پاکستان ص۷۱، ص۷۲۔

میں ایک سو سے زائد نمائندگان قوم کا اجتماع ہوا اور آپ کی باوقار قیادت میں انگریز حکمران سے ٹکر لینے کا باتفاق رائے فیصلہ ہوا تمام پولیس کو اجلاس سے باہر نکال دیا گیا تو ڈی سی (D.C) کا حکم آیا کہ ہمارا ڈی ایس پی (D.S.P) لازماً اجلاس میں شریک رہیگا ورنہ ہم طاقت استعمال کریں گے اس موقع پر حضرت نے جس قدر جرات و پامردی کا ثبوت دیا اس کی مثال شاذ ہی ملتی ہے، تحریک پاکستان کے نامور سیاسی جناب سید غلام مصطفٰے خالد گیلانی مدظلہ، لکھتے ہیں کہ :-

"یہ مرحلہ امیر ملت بننے کے چند گھنٹے بعد پیش آیا۔ اس آزمائش میں تمام ذمہ داری اعلیٰحضرت امیر ملت پر ڈال دی گئی اور اعلیٰحضرت نے ایک عظیم مجاہد کی طرح اپنے نیلی پوش کفن بردوش رضاکاروں کو حکم دیا کہ اجلاس میں موجود ڈی ایس پی (D.S.P) خفیہ پولیس کو مسجد انگورا کی حدود سے خارج کر دیا جائے پھر دیکھا جائے گا کہ انگریز کیا کرتا ہے الغرض حکم کی تعمیل کی گئی اور ڈی ایس پی (D.S.P) خفیہ پولیس کو مسجد انگورا کی حدود سے نکال باہر کیا اس جراتِ مندانہ اقدام سے اجلاس میں غیر معمولی جوش و خروش پیدا ہو گیا اور تمام لیڈروں نے امیر ملت کے حکم پر کٹ مرنے کی بیعت کی"۔ [1]

امیر ملت کے منتخب ہونے کے چند دن بعد لاہور میں گولی چلنے کی خبر پہنچی تو آپ بے چین ہو گئے کیونکہ ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

---

[1] ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور، اگست ۱۹۷۵ء صفحہ ۳۰

آپ فوراً عازمِ لاہور ہوئے جب راولپنڈی سٹیشن پر پہنچے تو مسلمانوں میں بہت جوش و خروش پیدا ہوا فضا نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھی۔ ڈپٹی کمشنر راولپنڈی نے آپ کو روکنا چاہا مگر ایس پی (S.P.) نے اُسے سمجھایا کہ راولپنڈی کو لاہور نہ بناؤ اور حضرت کو لاہور جانے دو۔ لاہور والے جانیں اور ان کا کام، حضرت ٹرین پر سوار ہو کر بادامی باغ لاہور کے اسٹیشن پر اُترے اور سیدھے کوچہ فقیر خانہ پہنچ گئے۔ باقی ہمراہی لاہور ریلوے اسٹیشن پر جا اُترے، بعد ازاں ۸ نومبر ۱۹۳۵ء کو بادشاہی مسجد سے آپ کی قیادت میں پانچ لاکھ جانبازوں کا ننگی تلواروں کے ساتھ شاندار جلوس نکلا۔ جس کا نظارہ چشمِ فلک نے کبھی نہ دیکھا ہوگا جب آپ صحنِ مسجد سے جلوس کی قیادت کے لیے اُترے تو مسلمان خیر مقدم کے لیے دیوانہ وار آپ کی طرف لپکے حکومت اور غیر مسلموں کو خدشہ تھا کہ کہیں فساد نہ ہو جائے لیکن نظام اس مردِ حقیقت آگاہ کے ہاتھ میں تھا فساد کیسے ہو سکتا تھا۔ جلوس بخیر و خوبی دہلی دروازہ پہنچ کر ختم ہو گیا۔

اس عدیم النظیر جلوس میں حضرت کے صاحبزادگان اور متوسلین کے علاوہ برصغیر کی مشہور شخصیتوں سے مثلاً حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی، حضرت شاہ عبدالقدیر بدایونی، حضرت مخدوم سید صدرالدین گیلانی ملتانی، مولانا شوکت علی، ڈاکٹر خان صاحب ڈاکٹر محمد عالم بیرسٹر، ملک لال خان، سید غلام بھیک نیرنگ انبالوی ایم ایل اے، مولانا مظہرالدین ایڈیٹر الامان دہلی، جناب خالد لطیف گابا بیرسٹر اور جناب میاں محمد صادق ایم ایل سی امرتسری وغیرہم نے شرکت کی۔

دہلی دروازہ کے باہر رات کو ایک عظیم الشان جلسہ عام منعقد ہوا جس میں مختلف مقررین کے بعد آپ نے عدیم المثال خطبۂ صدارت فرمایا اور اجلاس قرار دادوں کی منظوری کے بعد بحسن و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

لے سیرت امیر ملت صہ ۳۴۵ ۔ صوفیۂ نقشبند صہ ۳۵۵ ۔ امیر حزب اللہ (سوانحیات پیر فضل شاہ جلالپوری) مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء صہ ۳۴۵ ۔ ماہنامہ واعظ لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۳۵ء صہ ۲۱ ۔

تحریکِ پاکستان میں قائداعظم اور مسلم لیگ کو آپ کا پورا پورا تعاون حاصل رہا جب بڑے بڑے جبہ و دستار سے مزین علماء و مشائخ انگریز حکومت کے حاشیہ بردار بن کر "ملت از وطن است" کا نعرہ لگا رہے تھے تو آپ نے بانگ دہل مسلم لیگ اور نظریہ پاکستان کی حمایت کی اور قائداعظم کو مکمل تعاون کا یقین دلایا جس کی پاداش میں آپ کو اپنوں کی مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا[۱]۔

سنہ ۱۹۴۰ء میں جب قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو آپ نے علی الاعلان مسلم لیگ کی حمایت اور استحکام کے لیے کام شروع کر دیا اور سفر و حضر میں تلقین فرمانے لگے کہ سب مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جانا واجب ہے[۲]۔

سنہ ۱۹۴۳ء میں جب قائداعظم پر قاتلانہ حملہ ہوا تو آپ اس وقت حیدر آباد دکن میں فروکش تھے، وہاں سے آپ نے قائداعظم کی مزاج پرسی کے لیے خط لکھا اور چند تحائف کے ساتھ کامیابی کی دعا بھی کی، جواب میں قائداعظم نے شکریہ ادا کیا اور شعائر اسلامی کی پابندی کرنے کا عہد کیا[۳]۔ اس کے بعد حضرت نے اور زیادہ انہماک کے ساتھ مسلم لیگ کے لیے کام کرنا شروع کر دیا۔ آپ اپنے تبلیغی جلسوں اور عام اجتماعات میں نہایت سادہ الفاظ میں حاضرین سے فرماتے:۔

"لوگو! دو پرچم ہیں ایک مسلمانوں کا اور دوسرا کافروں کا
بتاؤ کس پرچم کے نیچے رہنا چاہتے ہو؟"

آپ کی زبان سے یہ بات نکلتی تو فوراً اثر دکھاتی اور لوگ دھڑا دھڑ مسلم لیگ کی حمایت پر مستعد اور کمربستہ ہو جاتے تھے آپ نے ملک کے تمام علماء و مشائخ کو پیغامات بھی بھیجے کہ وہ بھی مسلم لیگ کی حمایت کریں۔

---

[۱] سیرت امیر ملت ص ۴۷۵، ص ۴۸۱ - ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور اپریل سنہ ۱۹۷۱ء ص ۱۲ - اکتوبر سنہ ۱۹۷۱ء ص ۱۳
[۲] روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۶ اپریل سنہ ۱۹۷۰ء بحوالہ سیرت امیر ملت ص ۴۷۶
[۳] مجلہ برگ گل، گورنمنٹ اردو کالج کراچی، قائداعظم نمبر سنہ ۱۹۷۶ء ص ۱۹۳

سنہ ۱۹۴۴ء میں آپ سری نگر (کشمیر) تشریف لے گئے تو قائد ملت چودھری غلام عباس مرحوم جو آپ کے مرید صادق تھے، قائداعظم کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے قائداعظم کی پر تکلف دعوت کی اور بعد ازاں آپ نے قائداعظم کو دو جھنڈے عطا کیے ایک سبز، دوسرا سیاہ، نقد روپیہ بھی عطا فرمایا۔ پاکستان کی کامیابی کے لیے دعا فرمائی اور قائداعظم کو بڑے اعزاز کے ساتھ رخصت فرمایا۔

بعد ازاں آپ نے قدآدم اشتہارات کے ذریعے اعلان فرمایا :۔

مسلمانو! مسلم لیگ کے سبز جھنڈے تلے جمع ہوجاؤ۔ میرا جو مرید مسلم لیگ کو ووٹ نہیں دے گا وہ مسلمان نہیں ہے۔"

اس کے بعد سنہ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں بھی آپ نے مسلم لیگ اور نظریہ پاکستان کی زبردست حمایت فرمائی۔ سنہ ۱۹۴۶ء ہی کے انتخابات میں آپ نے جس قدر سرگرمی دکھائی، عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ آپ نے بنفس نفیس ہندوستان بھر کے دَورے فرمائے۔ اشتہارات چھپوائے اور اخبارات میں فتویٰ شائع کروایا کہ :۔

جو شخص مسلم لیگ کو ووٹ نہیں دے گا۔ اُس کا جنازہ مت پڑھو اور اُسے مسلمانوں کے قبرستان میں مت دفن ہونے دو۔"

غرض آپ کی مساعی جمیلہ سے مسلم لیگ کو زبردست کامیابی نصیب ہوئی اور قائداعظم نے بذریعہ تار آپ کو مبارک باد پیش کی۔[۱]

مشہور مؤرخ جناب رئیس احمد جعفری مرحوم آپ کی مسلم لیگ سے وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "جنوری سنہ ۱۹۴۶ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث

۱۔ سیرت امیر ملت ص ۴۸۴ تا ۴۸۵۔ صوفیہ نقشبندیہ ص ۳۵۵

علی پوری نے فرمایا :۔ کہ

"حکومت اور کانگرس دونوں کان کھول کر سن لیں
کہ اب مسلمان بیدار ہو چکے ہیں انہوں نے اپنی منزل مقصود
متعین کر لی ہے اب دنیا کی کوئی طاقت ان کے مطالبۂ پاکستان
کو ٹال نہیں سکتی بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسٹر جناح کو
گالیاں دیتے ہیں لیکن انھوں نے آج تک کسی کو برا نہیں کہا
یہ ان کے سچا رہنما ہونے کا ثبوت ہے۔ خاکساروں نے مجھے
قتل کی دھمکیاں دی ہیں۔ میں انھیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ:۔
"میں سید ہوں اور سید کبھی موت سے نہیں ڈرتا"

اس کے بعد موصوف نے اپنے مریدوں اور حلقہ بگوشوں سے ارشاد فرمایا
کہ وہ مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دیں[۱]۔

جناب حکیم آفتاب احمد قرشی راوی ہیں کہ اس عظیم الشان کانفرنس میں ہندوستان
بھر کے علماء و مشائخ شریک تھے کالجوں کے ہزاروں طلبہ کے علاوہ لاکھوں عوام نے شریک
ہو کر اسے کامیاب بنایا۔ حضرت امیر ملت بہت ضعیف اور کمزور تھے مگر انھوں نے بڑے جوش
و خروش سے تقریر کی جس سے کانفرنس کے اجلاس کی فضا بدل گئی[۲]۔

آپ کی حق گوئی دنیا کی ایک مسلمہ امر ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ:۔
"سید کے معنی یہ ہیں کہ جو سوائے خدا کے کسی سے نہ ڈرے"

چنانچہ حضرت کی ساری زندگی حق گوئی و بے باکی کی آئینہ دار ہے آپ باطل کے لیے برہنہ
تلوار تھے۔ ذیل میں اسی نوع کے چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

۱۔ قائداعظم اور ان کا عہد از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۴۰۶

۲۔ مکتوب بنام راقم الحروف محررہ ۱۰ اگست ۱۹۷۷ء از لاہور

حیدرآباد دکن میں مجلسِ میلاد بمقام بنی خانہ خیر المبین منعقد تھی۔ ہزارہا لوگ شریکِ محفل تھے۔ آپ اپنے مخصوص انداز میں تقریر فرما رہے تھے کہ میر عثمان علی خان والئ دکن اپنی جواں سال شہزادیوں کو لے کر مسجد میں داخل ہو گئے۔ آپ نے موضوع بدل کر پردہ کے متعلق شرعی احکام شروع کئے تو کسی نے عرض کیا کہ حضور نظام تشریف فرما ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ "یہاں نظام ہو یا غلام سب برابر ہیں"۔ آپ نے ایسی مؤثر تقریر فرمائی کہ شہزادیاں تازیست باپردہ رہیں۔

حیدرآباد دکن میں حضرت مولینا خیر المبین نامی ایک بہت مشہور و معروف بزرگ تھے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے منسلک تھے اُن کی وصیت کے مطابق حضرت امیرِ ملت شاملِ جنازہ تھے۔ تدفین کے وقت مہاراجہ کشن پرشاد وزیرِ اعظم حیدرآباد دکن بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر قبر پر مٹی ڈالنے کے لیئے بڑھا تو آپ نے ناراض ہو کر کہا:-

"اوہ مردود! دور ہو کیا مسلمان مر گئے ہیں کہ ایک کافر
مسلمان کی میت کو مٹی دے رہا ہے۔"

ہزاروں کے اجتماع میں وزیرِ اعظم نہایت شرمندہ و خجل ہوا اور مسلمانوں کی صف سے باہر نکل گیا۔

سعودی حکومت کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد جب آپ حج کے لیئے تشریف لے گئے تو ابنِ سعود نے ایک خاص ایلچی کے ذریعے آپ کو مدعو کیا۔ چونکہ آپ کو ابنِ سعود سے اختلافِ مسلک و عقائد تھا لہٰذا آپ نے یہ دعوت سختی سے رد فرما دی۔

۱۹۱۹ء میں جنرل ڈائر نے جلیانوالہ باغ امرتسر کے اجلاس میں مشین گن سے فائرنگ کر کے ہزاروں انسانوں کو ہلاک کر دیا تو عیار انگریزی حکومت نے مسلمانوں کی اشک شوئی کے لیئے ایک محضر نامہ تیار کر کے پنجاب کے مشہور سجادہ نشینوں سے دستخط کروائے لیکن حضرت امیرِ ملت نے یہ کہہ کر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

کہ "وہ جاہل کی حمایت کسی قیمت پر نہیں کر سکتے"۔

مارچ سنہ ۱۹۲۳ء میں حضرت امیر ملت، دہلی میں شاہ ابوالخیر نقشبندیؒ کے چہلم پر تشریف لے گئے اس مبارک تقریب میں ہندوستان کے مشاہیر نقشبندی سجادگان رونق افروز تھے، شاہ کابل، حضرت ابوالخیر کے حلقۂ ارادت میں شامل تھا، بدیں وجہ تقریب کا انتظام سفیرِ کابل کے ہاتھ میں تھا۔ جو صاحبزادگان کی مجوزہ مسند پر جوتوں سمیت پھرتا تھا۔ حضرت امیر ملت مسند کے دائیں طرف جلوہ افروز تھے آپ نے جب اس گستاخ سفیر کو جوتوں سمیت پھرتا دیکھا تو نہایت جلال سے فرمایا۔ "یہ کون ہے؟" کسی نے کہا۔ سفیرِ کابل۔ آپ نے فرمایا:-

"فقیر کی مسند پر دنیا کے کتے کا جوتے سمیت پھرنا میں
برداشت نہیں کر سکتا۔ ایسا بے ادب میری آنکھوں کے سامنے
نہ آئے ورنہ میں یہاں سے اٹھ کر چلا جاؤں گا"۔

چنانچہ سفیرِ کابل باقی تقریب میں سامنے نہ آیا اور حضور امیر ملت نے اپنے دستِ مبارک سے صاحبزادگان کی دستار بندی فرمائی ؎

اُن کی نظر میں شوکت جچتی نہیں کسی کی
آنکھوں میں بس رہا ہے جس کی جلال تیرا

سنہ ۱۹۲۴ء میں آپ بمبئی سے بذریعہ ٹرین پنجاب واپس آرہے تھے کہ راستہ میں حکیم اجمل خاں نے آپ سے مولانا ابوالکلام آزاد کا تعارف کرایا۔ آپ نے ابوالکلام سے فرمایا کہ "آپ ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ ہندو شردھانند مسلمانوں کو کافر بنانے کی تحریک شدھی بڑی شد و مد سے شروع کیے ہوئے ہیں"۔ یہ سن کر ابوالکلام آزاد نے نہایت طنز سے کہا کہ شاہ صاحب! تیرہ سو برس سے آپ ہندو کو مسلمان بناتے آرہے ہیں ان کا بھی حق ہے کہ وہ اپنے دھرم کا پرچار کریں"۔

اس غیر متوقع جواب پر آپ نے فرمایا :-

"مسلمانوں کے دل سے متاعِ ایمان چھینی جائے
اور ہم خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہیں یہ دینی حمیت کے
خلاف ہے اور قیامت کے روز خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کے سامنے موجبِ رسوائی ہے"

یہ سن کر ابوالکلام آزاد پر سناٹا چھا گیا اور تمام راستہ میں دہلی تک کوئی کلام نہ کیا[۱]

آپ دین کے کاموں کو بڑی تن دہی اور فرض شناسی سے انجام دیا کرتے تھے آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ :-

"جب تک میں دین کا کوئی کام نہ کر لوں
ایک لقمہ کھانا حرام سمجھتا ہوں[۲]"

چنانچہ قادیانی فتنہ کی سرکوبی کے لیے بھی آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں مرزا قادیانی کا مقابلہ ہر وقت علماءِ ظواہر کے ساتھ رہتا تھا اگرچہ وہ ان سے بھی ہر وقت شکست کھاتا اور ذلیل ہوتا رہتا تھا۔ مگر ۲۷ر اکتوبر ۱۹۰۴ء کو سیالکوٹ میں حضرت سے مناظرہ کا ارادہ کیا لیکن جب یہ مردِ حق سامنے آیا تو مرزا بھاگ کھڑا ہوا اور جس قدر لوگ اسکی بیعت کے لیے تیار تھے اس کی ذلت و رسوائی دیکھ کر بدظن ہو گئے اور آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے[۳]

۶ر مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا قادیانی اپنی اہلیہ کے علاج کے لیے لاہور میں خواجہ کمال الدین کے مکان پر وارد ہوا تو اپنا دام فریب پھیلانا شروع کیا[۴]

---

[۱] ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور مئی جون ۱۹۷۵ء ص ۱۵ تا ص ۱۶، ص ۲۱ تا ص ۲۲
[۲] خطبہ صدارت ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس لائل پور بحوالہ انوار الصوفیہ اپریل مئی ۱۹۲۱ء ص ۲۳
[۳] برکاتِ علی پور مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۶۷ء ص ۹، صوفیہ نقشبند ص ۲۵۵، مہر منیر ص ۲۰۶
[۴] برکاتِ علی پور ص ۹، صوفیہ نقشبند ص ۲۵۵،

مسلمانانِ لاہور نے حضرت کو مدعو کیا آپ لاہور تشریف لائے اور آتے ہی بادشاہی مسجد میں ۲۲ رمئی کو ایک شاندار جلسہ منعقد کیا آپ کے علاوہ دیگر علماءِ اہلِ سنت بھی کثیر تعداد میں موجود تھے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی بھی حضرت کے تعاون اور مدد کیلئے تشریف لائے[1] آپ نے اس تاریخی اور عدیم المثال جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

"اگر مرزا اپنے دعویٰ نبوت میں سچا ہے تو سامنے آکر ثابت کرے اگر مباحثہ نہ کر سکے تو مباہلہ ہی سہی۔"

مگر چونکہ مرزا اپنے مکامذ سمیت حضرت کے ہاتھوں ۱۹۰۴ء میں ذلیل و خوار ہو چکا تھا اس لیئے آپ کے سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکا، آپ نے فرمایا کہ :-

"ہم نے اس کا بہت انتظار کیا ہے لیکن وہ سامنے نہیں آیا۔ پیشین گوئی کرنا میری عادت نہیں لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مرزا جی کا خدائی فیصلہ ہو چکا ہے لہٰذا تیں روز کے اندر کیفر کردار کو پہنچیگا"

یہ بات آپ نے رات دس بجے فرمائی اور ۲۶ رمئی کو صبح دس بجکر دس منٹ پر مرزا جی آنجہانی ہو گئے۔ مرنے سے چھ گھنٹے قبل زبان بند ہو گئی، خدا جانے ہیضہ تھا یا کچھ اور، نجاست منہ سے نکلتی رہی اور اسی حالت میں خاتمہ ہو گیا[2]۔

جس وقت آپ نے مرزا جی کی موت کی پیشین گوئی فرمائی تو لوگوں نے اُسے اہمیت نہ دی مگر جب پوری ہو گئی تو حد درجہ حیران ہوئے۔ اس پیشین گوئی کا مرزائیوں نے آج تک ذکر نہیں کیا[3]۔ (تفصیل کے لیئے دیکھئے "الکاویہ علی الغاویہ جلد دوم" از مولانا محمد عالم آسی امرتسری)

گوشہ کرامت کو یہ کہکر واضح کرتا ہوں کہ آپ کی سب سے بڑی کرامت سنتِ مصطفوی کی اتباع اور دینِ اسلام پر قربان ہونے کا وہ لازوال جذبہ تھا جس نے

[1] مہر منیر صہ ۲۰۶ [2] برکات علی پور صہ ۸ [3] صوفیہ نقشبندیہ صہ ۲۵۶

عمر بھر آپ کو مجاہدانہ کردار پر کمربستہ رکھا۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے اسلامی آئین کے نفاذ کی پوری کوشش کی۔ جگہ جگہ جلسوں اور یادداشتوں کے ذریعہ حکومت کو اسلامی آئین کے نفاذ کا وعدہ یاد دلایا۔ پیر صاحب مانکی شریف اور مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی (حال جنرل سیکرٹری جمعیت العلماء پاکستان) نے آپ کی ہمنوائی میں تمام ملک کا دورہ کیا مگر افسوس کہ حکومت نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا جس کا حضرت کو تادمِ زیست صدمہ رہا۔

علی پور شریف میں آپ نے سنگ مرمر کی ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرائی تھی جو آج بھی اپنے صوری کمالات کی بنا پر تمام ملک میں مسجدِ نور کے نام سے مشہور ہے۔ آج سے ساٹھ ستر برس قبل ارزانی کے دور میں اس پر چھ لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا دروازے صندل کی لکڑی کے اور ہاتھی دانت سے مرصّع تھے۔ مسجد میں چھت پر ویل مچھلی کا ۲۱ فٹ لمبا کانٹا خوبصورتی کے لیئے لگایا گیا ہے[۱]۔

آخر کار ۲۶ ذیقعد سنہ ۱۳۷۰ھ بروز جمعرات ۳۰ اگست سنہ ۱۹۵۱ء کو حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ ایک سو سے زاید برس کی عمر میں واصل بحق ہوئے[۲]۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

آپ کے مریدِ صادق و منظورِ نظر خلیفہ جناب پروفیسر حامد حسن قادری مرحوم نے درج ذیل قرآنی آیت سے آپ کی تاریخ وصال نکالی۔

"يٰأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ"

۱۳۷۰ھ

پیر غلام دستگیر نامی مرحوم نے یہ تاریخ وصال کہی۔

"دین پناہ علی پور جماعت علی شاہ"

۱۳۷۰ھ

---

[۱] فیضانِ امیرِ ملت صفحہ ۸۵ - سہ ماہی العلم کراچی اپریل تا جون سنہ ۱۹۷۴ء [۲] ہفت روزہ "الہام" بہاولپور ۲۳ اکتوبر سنہ ۱۹۷۱ء، العلم اپریل تا جون ۱۹۷۴ء [۳] ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ء صفحہ ۲

شجرۂ طریقت حضرت امیر ملت علیہ الرحمۃ والغفران

۱۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔ حضرت سلمان پارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم

۵۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۶۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ حضرت خواجہ بوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ حضرت خواجہ عزیزاں علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔ حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ

۱۵۔ حضرت خواجہ میر کلال رحمۃ اللہ علیہ

۱۶۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

۱۷۔ حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۔ حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۔ حضرت خواجہ زاہد محمد وخشی رحمۃ اللہ علیہ

۲۱۔ حضرت خواجہ درویش محمد سبزواری رحمۃ اللہ علیہ

۲۲۔ حضرت خواجہ محمد مقتدا امکنگی رحمۃ اللہ علیہ

۲۳۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

۲۴۔ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

۲۵۔ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

۲۶۔ حضرت خواجہ محمد حجۃ اللہ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

۲۷۔ حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

۲۸۔ حضرت خواجہ قطب الدین حیدر رحمۃ اللہ علیہ

۲۹۔ حضرت خواجہ شاہ جمال اللہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ

۳۰۔ حضرت خواجہ محمد عیسیٰ گنڈاپوری رحمۃ اللہ علیہ

۳۱۔ حضرت خواجہ فیض اللہ تیراہی رحمۃ اللہ علیہ

۳۲۔ حضرت خواجہ نور محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ

۳۳۔ حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ

۳۴۔ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

خلفائے امیرِ ملّت رح

حضرت مولانا امام الدین رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی پیدائش غالباً ۱۸۶۷ء میں چک عادل ضلع سیالکوٹ کے ایک علمی گھرانے کے بزرگ عالم دین مولانا کرم الٰہی کے ہاں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کرنے کے بعد حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلوی کے ہاں زانوئے تلمذ تہ کیا اور سندِ فراغت حاصل کی اور اپنے گاؤں جا کر توحید و رسالت کا ڈنکا بجانے لگے۔ اسی دوران آپ کی شادی موضع رائے پور اعواناں میں ہوگئی اور وہیں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو گئے۔ ایک دن حضرت امیر ملت قدس سرہٗ رائے پور اعواناں تشریف لائے تو شرفِ بیعت سے مشرف ہو گئے اور کچھ عرصہ بعد خرقۂ خلافت سے نوازے گئے۔

آپ نے متحدہ پنجاب کے کونے کونے میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے حکم پر طوفانی دورے کر کے مذہبِ حقہ اہل سنت کی تبلیغ فرمائی۔ اس کے علاوہ مرشد گرامی نے آپکو ماہنامہ انوار الصوفیہ کی ادارت اور جامع مسجد گھنٹہ گھر سیالکوٹ چھاؤنی کی خطابت کے فرائض بھی سونپ دیئے۔ جنھیں آپ نے تادمِ زیست بحسن و خوبی نبھایا اور ہزاروں غیر مسلموں کو کفر و شرک کی وادی سے نکال کر مشرف بہ اسلام کیا۔[۵۲]

آپ بہت بڑے عالم دین، اعلیٰ پائے کے خطیب اور فن مناظرہ میں یکتا تھے، اوصاف پسندیدہ اور اخلاق کریمانہ کے حامل، پابندی شریعت اور اتباع سنت میں مستعد اور تقویٰ و پرہیزگاری میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ ریاست جموں اور اطراف ہند

---

[۵۱] تذکرہ نقشبندیہ (تکملہ از محمد صادق قصوری) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۵۵۰۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور اگست ۱۹۷۵ء ص ۶۔ تذکرہ شہ جماعت ص ۳۲۔ گلزار مدینہ از مولانا محمد عظیم فیروز پوری مطبوعہ لاہور ۱۳۲۷ھ ص ۶۳۔ [۵۲] مضمون مولانا امام الدین رائے پوری از محمد صادق قصوری ہفت روزہ الہام بہاولپور ۲ جولائی ۱۹۷۶ء ص ۶

میں آپ نے تبلیغ و ارشاد کے لیے بہت دورے کیے، ہندوستان کے مختلف علاقوں کے تبلیغی دوروں میں حضرت قبلہ عالم سرکارِ امیرِ ملت علی پوری قدس سرہٗ کے ساتھ رہے۔ فتنۂ ارتداد کے زمانے میں راجپوتانہ اور یوپی کے اضلاع میں گاؤں گاؤں پہنچے، آریوں اور مرزائیوں سے مناظرے کیے، شدھی تحریک کو روکنے میں بڑے نمایاں کارنامے انجام دیئے، بدمذہب اور بدعقیدہ لوگوں سے سخت متنفر تھے۔

تین مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ "تحریک پاکستان" میں مرشد گرامی کے حکم پر مسلم لیگ کی ہر طرح سے مدد کی اور جابجا دورے کر کے عوام کو تحریک کا ہمنوا بنایا۔ قیامِ پاکستان کے بعد مہاجرین کی آبادکاری کے لیے بہت کام کیا۔

۱۵ رجب المرجب ۱۳۷۱ھ/۱۲ اپریل ۱۹۵۲ء کو بعمر شریف ۸۵ سال آپ نے رحلت فرمائی۔ حضرت امیرِ ملت کے شہزادۂ اکبر حضرت سراج الملت پیر سید محمد حسین علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو جامع مسجد رائے پور اعواناں کے صحن میں دفن کر دیا گیا[۲]۔ مزارِ مقدس آج بھی مرجعِ خلائق ہے۔

بعد از وفات تربتِ ما در زمین مجو
در سینہ ہائے مردمِ عارف مزارِ ماست

پروفیسر حامد حسن قادری مرحوم نے یہ قطعۂ تاریخِ وصال کہا۔

قبلۂ اہلِ صفا نیک سیر پاک صفات	پردہ فرما گئے دنیا سے امامِ دیں بھی
تشنہ کاموں کے لیے وہ خضرِ آبحیات	طالبانِ رہِ حق کے لیے وہ شمعِ ہدیٰ

---

[۱] سیرتِ امیرِ ملت مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۶ء صفحہ ۱۴۳، کراماتِ امیرِ ملت صفحہ ۹۰

[۲] روزنامہ مساوات لاہور ۱۰ اگست سنہ ۱۹۷۵ء۔ ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی جولائی اگست سنہ ۱۹۷۶ء صفحہ ۶۳ تذکرۂ شجاعت از سید حید حسین علی پوری مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۳ء صفحہ ۲۹۷۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ مئی سنہ ۱۹۵۲ء صفحہ ۲۸

جن کی تحریر سے باطل کی بھی گردن جھک جائے
جن کی تقریر سے کافر کو ملے راہِ نجات

جن کے فیضان سے گلزارِ جہاں عالم جاں
جن کے انوار سے مانندِ سحر روشن رات

قادریؔ تربتِ مرحوم پہ لکھنے کے لیے
سال ہے "منبعِ انوار و فیوض و برکات"

حضرت امام الدین تھے فخرِ جہاں قطبِ زماں
پہنچے جوارِ شیخ میں حاصل ہوا قربِ خدا

رحلت کے اُن کی قادریؔ سب بے سروپا آج ہیں
"رُشد وہُدیٰ، صبر ورضا، دین وورع، زُہد وغنا"[۱]

ن	ہ	ر	ی	ض	ب	د	ش
۵۰	۵	۲۰۰	۱۰	۸۰۰	۲	۴	۳۰۰

سنہ ۱۳۷۱ھ

---

[۱] ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ ماہ مئی ۱۹۵۲ء ص ۲۷

حضرت منشی احمد دین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت منشی احمد الدین علیہ الرحمۃ غالباً ۱۸۹۷ء میں موضع کالرہ کلاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا اسم مبارک جناب امام بخش تھا۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد والد صاحب کے ساتھ شریک کاروبار ہو گئے۔ دینی ماحول میں پرورش پانے کی وجہ سے بچپن ہی سے نماز و روزہ کے پابند تھے۔ علمائے کرام و صوفیائے عظام سے غایت درجہ عقیدت تھی۔

ذرا ہوش سنبھلنے پر ایک ہندو کے پاس بھٹہ خشت میں ملازم ہو گئے اسی دوران آپ کے ایک مخلص دوست حاجی سردار خان مرحوم نے (جو پولیس میں ملازم تھے) آپ کو بتایا کہ حضرت پیر ولایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت مؤثر وعظ فرماتے ہیں اور سچے عاشق رسولِ انام صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحب دل ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد بیعت کے لیے عرض کیا تو حضرت شاہ ولایت نے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔ آپ نے عرض کیا۔ "سنا ہے کہ وہ بادشاہوں کے پیر ہیں ہم غریبوں کو کون پوچھے گا"؟ تین سال اسی کشمکش میں گزر گئے۔ پھر حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے حضرت شاہ ولایت کو خلافت عطا فرمائی تو آپ ان کے بیعت ہو گئے۔

حضرت امیر ملت قدس سرہٗ آپ سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے ایک دفعہ حضرت قدس سرہٗ نے حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ "اپنے درس قرآن کے مدرسہ کو وسعت دے کر مکمل درس نظامی و دورہ حدیث کا بندوبست بھی کرو۔"

اس کے ساتھ ہی آپ (منشی احمد دین) کو بھی حکم دیا کہ مدرسہ کے لیے کام کرو چنانچہ ۱۹۲۴ء

میں مدرسہ انجمن خدام الصوفیہ گجرات قائم کیا گیا۔ جس کے سرپرست حضرت امیر ملت قدس سرہٗ، مہتمم حضرت پیر سید ولایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ، لالہ فضل الٰہی شہید لیگانوالہ مرحوم صدر، لالہ برکت علی خازن اور آپ سیکرٹری تھے اس مدرسہ نے جو ترقی کی اور جس قدر خدمات انجام دیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ نیز آپ انجمن خدام الصوفیہ گجرات کے بھی سیکرٹری رہے۔

سنہ ۱۹۳۶ء میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے آپ کو خلافت سے نوازا[1] حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خلافت عطا فرمائی تھی۔ آپ ثانی الذکرؒ کی رحلت تک ان کے ساتھ سفر و حضر میں رہے۔ گھریلو حالات سے فارغ البال تھے۔ اینٹوں کے تین بھٹے آپ کی ملکیت تھے کئی دفعہ آپ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ اور حضرت جوہر ملت سید اختر حسین شاہ (نبیرۂ امیر ملت) کے ساتھ بھی دوروں پہ رہے لیکن کبھی بھی کسی سے کوئی نذرانہ یا کرایہ وغیرہ نہیں لیا۔

آپ نے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے حکم پر سیاسی امور میں بھی حصہ لیا۔ سنہ ۱۹۳۲ء میں کشمیر ایجی ٹیشن کے سلسلے میں حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گرفتار ہوئے اور چھ ماہ قید با مشقت کی سزا برداشت کی[2] حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ انبالہ اور گجرات میں پابہ زنجیر رہے اور آپ کو گجرات، جہلم، لائل پور، اور جھنگ کی جیلوں میں سنتِ یوسفیؑ ادا کرنا پڑی۔ جیل میں بھی آپ نے تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ اگرچہ آپ کو اس پاداش میں بیڑیاں بھی پہنائی گئیں مگر آپ ثابت قدم رہے اور حق کا پھریرا بلند کرتے رہے۔

جیسا کہ شروع میں بیان کیا گیا ہے آپ کی تعلیم صرف پرائمری تھی۔ دینی تعلیم بالکل حاصل نہیں کی تھی مگر یہ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی نظرِ عنایت تھی کہ آپ

---

[1] سیرتِ امیر ملت ص ۲۷۰، ص ۵۱۱

[2] ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ دسمبر سنہ ۱۹۳۱ء ص ۲۷

بڑے زبردست مقرر اور مناظر بن گئے تھے۔ واقعہ یوں ہے کہ ساردا ایکٹ کے زمانہ میں آپ علی پور شریف حاضر تھے۔ حضور امیرِ ملت نے اعلان فرمایا کہ:-

"حکومتِ برطانیہ نے اس ایکٹ کے ذریعے نابالغ لڑکیوں
کا نکاح خلافِ قانون قرار دے دیا ہے۔ میں نکاح پڑھاؤنگا
اور حکومت کو بھی اطلاع کر دوں گا۔"

حضرت کے اس اعلانِ حق کے بعد آپ نے بھی تائید فرمائی۔ اس کے بعد پیر حیات محمد سیالکوٹی مرحوم (خلیفہ امیرِ ملت) نے سفارش کی کہ حضور منشی صاحب کو حکم دیں کہ وہ گجرات میں حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ سے ملیں اور تبلیغی کام کر کے لوگوں کو دین کی طرف بلائیں۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا "منشی صاحب وعظ کہا کرو"۔ قطبِ زمانہ کی زبانِ مبارک کا اثر تھا کہ آپ نہ صرف تبلیغ کے میدان کے شہسوار بنے بلکہ مذاہبِ باطلہ کے ماننے والوں سے مناظرے کر کے انہیں شکستِ فاش دی۔

ایک دفعہ چک نمبر ۹۰ ضلع سرگودھا کے ایک بھنگی پوستی پیر کے ساتھ آپ کا مناظرہ ہوا۔ اس نے آپ کو چیلنج کیا کہ اگر تم سچے ہو تو آگ کھا کر دکھلاؤ۔ آپ نے اللہ کا نام لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کا تصور کر کے ایک کوئلہ پکڑ کر چبایا۔ لوگ حیران رہ گئے بعد میں نقلی پیر کی باری آئی تو اس نے راہِ فرار اختیار کر لی۔

آپ کو شعر و شاعری کا بھی ذوق تھا۔ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کی شان میں آپ نے کئی قصیدے لکھے جو بے حد مقبول ہوئے۔ قارئین کی ضیافتِ طبع کے لیے ذیل میں ایک قصیدہ نقل کیا جا رہا ہے ؎

توں کدی تاں مکھ دکھا علی پور والڑیا
سانوں تیرا رسنا چنگا علی پور والڑیا

تُوں شاہِ اُمم دا دوہتا ایں تُوں شاہ علیؓ دا پوتا ایں
تیری زہرہؓ تُوں ماں علی پُور والڑیا
تُوں کدی تاں مُکھ دکھا علی پُور والڑیا

تُوں ولیاں وِچ لاثانی ایں تیری چن جیہی پیشانی ایں
تیری سوہنی ناز دا ادا علی پُور والڑیا
تُوں کدی تاں مُکھ دکھا علی پُور والڑیا

تُوں حاجی حرم ضرور ہویوں تُوں حاضر وِچ حضور ہویوں
ملیا نانا تیں گل لا علی پُور والڑیا
تُوں کدی تاں مُکھ دکھا علی پُور والڑیا

جا طیبہ ڈیرے لائیو نی درشن نانے والے پائیو نی
چادر پاک یمانی چا علی پُور والڑیا
تُوں کدی تاں مُکھ دکھا علی پُور والڑیا

نقشبندیؒ دا نقش پکا کے باباجیؒ نقیس جاگ لگا کے
آیوں رنگ چڑھا علی پُور والڑیا
تُوں کدی تاں دکھا علی پُور والڑیا

تیری شان دا جو انکاری اے اوہدی مت شیطانے ماری اے
اوہ خود ہویا گمراہ، علی پُور والڑیا
تُوں کدی تاں دکھا علی پُور والڑیا

جو کاذبؒ نبی پنجابی آہا وِچ مقابلے تیرے شاہا
اوہ کیتا رب فنا علی پُور والڑیا
تُوں کدی تاں مُکھ دکھا علی پُور والڑیا

۱؎ خواجہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۲؎ باباجی فقیر محمد چورہ شریف رحمۃ اللہ علیہ ۳؎ مرزا غلام احمد قادیانی

جدوں ساردا ہل[1] مشہور ہویا ۔۔۔ اوہ کونسل وچ منظور ہویا

توں کیتا ٹکڑے جپ علی پور دا لڑیا

توں کدی تاں مکھ دکھا علی پور دا لڑیا

ڈاکو حلقے وچ لیا کے ۔۔۔ واپس کیتے غوث بنا کے

جاری قلب کرا علی پور دا لڑیا

توں کدی تاں مکھ دکھا علی پور دا لڑیا

بادشاہاں دا پیر سدا کے ۔۔۔ وچہ عزیزیاں مجلس لا کے

دتوی خلق دکھا علی پور دا لڑیا

توں کدی تاں مکھ دکھا علی پور دا لڑیا

بوٹے عجب عجیب لگا کے ۔۔۔ نفی اثبات دا پانی لا کے

دتے باغ کھڑا علی پور دا لڑیا

توں کدی تاں مکھ دکھا علی پور دا لڑیا

گجرا توں اسیں سارے آئے ۔۔۔ شاہ ولایت نال لیائے

تیرا خاص گدا علی پور دا لڑیا

توں کدی تاں مکھ دکھا علی پور دا لڑیا

احمد تے سردار بیچارے ۔۔۔ سید اتیرے پکڑ سہارے

آئے ہو گدا علی پور دا لڑیا

توں کدی تاں مکھ دکھا علی پور دا لڑیا

سنگی ساتھی ساڈے سارے ۔۔۔ آئے بھار گناہ دے مارے

کر ہن چا دعا علی پور دا لڑیا

توں کدی تاں مکھ دکھا علی پور دا لڑیا[2]

---

[1] میاں رجب علی جھنگوی جن کے حالات آگے آ رہے ہیں۔ (قصوری)

[2] ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ اگست سنہ ۱۹۳۱ء صفحہ ۵۳ تا صفحہ ۵۵

قرارداد پاکستان منظور ہونے کے بعد جب حضرت امیر ملت قدس سرہٗ دیوانہ وار حصولِ پاکستان کی منزل کو سر کرنے کے لیئے میدان میں کودے تو آپ نے بھی اپنا تن من دھن اسی مقصد کے حصول کے لیئے وقف کر دیا ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں مسلم لیگی امیدواروں کی ڈٹ کر حمایت کی اور کئی مخالف امیدواروں کی ضمانتیں ضبط کروائیں۔

۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں بھی بھرپور حصہ لیا آخری ایام میں کبر سنی کی وجہ سے سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ میں مقیم ہو گئے تھے اور وہیں رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء میں رحلت فرمائی۔

حضرت خواجہ احمد شاہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے عالم، نیک، متقی اور پارسا بزرگ تھے۔ بہت لوگوں کو فیض پہنچایا اور داخلِ سلسلہ کر کے پکّا دیندار بنایا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ ہال بازار امرتسر میں کتابوں کی دکان تھی اور اپیل نویسی کا کام بھی کرتے تھے۔[1]

اُستاذی حضرت حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ کی روایت کے مطابق آپ کی وفات حسرت آیات ۱۹۳۶ء کے لگ بھگ ہوئی۔ واللہ اعلم

---
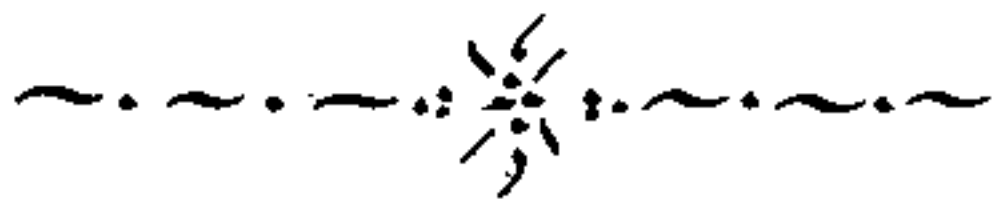
[1] سیرت امیر ملت ص۱۱۷ ۔ تذکرہ شہ جماعت ص۲۷ ۔ گلزارِ مدینہ ص۶۳

[2] مکتوب گرامی الحاج ڈاکٹر محمد یٰسین راولپنڈی بنام مؤلف محررہ ۴ جنوری ۱۹۷۷ء
برکاتِ علی پور مطبوعہ امرتسر ۱۳۲۶ھ ص۱۵ ، ص۱۶۳

حضرت پیر افضل شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

کشمیر میں موضع درین کے رہنے والے تھے۔ بہت ہی بزرگ اور نیک انسان تھے۔ تبلیغ اور توسیع سلسلہ عالیہ میں بہت کوشاں رہتے تھے۔ آپ نے سینکڑوں آدمیوں کو راہِ راست پہ لگایا اور پابندِ شریعت بنایا۔ اُن کے مرید بھی بہت تھے۔ کشمیر میں مذہب اور تصوّف کی بڑی خدمت کی۔ آپ کی اولاد بھی دیندار اور صالح ہے۔ بڑے صاحبزادے تبلیغ کی خدمت انجام دیتے ہیں اللہ اُن کو خدمت واشاعتِ اسلام کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے[۱]۔ آمین

---

[۱] سیرتِ امیرِ ملت ص۷۱۶۔

حضرت حاجی اکبر خاں کوہاٹی رحمۃ اللہ علیہ

کوہاٹ کے یارانِ طریقت میں اکبر خان نام کے دو بزرگ تھے۔ دونوں فوج میں ملازم تھے اور دونوں صوبیدار کے عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے دونوں حضرات نے حج وزیارت کی عزت حاصل کی تھی۔ دونوں حضرات شریعت کے پابند، حضرت امیرِ ملت کے شیدائی اور صالح انسان تھے۔ صحیح معلوم نہیں ہو سکا کہ ان دونوں میں سے کون خلافت سے نوازے گئے تھے۔ خدا دونوں کو اپنے فضل و کرم سے نوازے [۱]۔ آمین

---

[۱] سیرتِ امیرِ ملت ص ۸۱۲

حضرت میاں محمد امیر اللہ کلانوری رحمۃ اللہ علیہ

میاں محمد امیر اللہ کی پیدائش کلانور ضلع گورداسپور میں ۱۸۳۹ء میں میاں نور محمد کے ہاں ہوئی۔ میاں نور محمد کلانور کے نمبردار و ذیلدار ہونے کے ساتھ ساتھ بہت نیک سیرت اور درویش منش انسان تھے۔ اور انہیں کلانور کے مشہور و معروف بزرگ حضرت سید بڈھن شاہ صاحب سے گہری ارادت تھی اور میاں صاحب چند ان خوش نصیبوں میں سے تھے جن کو ہر وقت حضرت بڈھن شاہ سے ملاقات کی اجازت تھی۔

میاں محمد امیر اللہ صاحب نمبردار، ذیلدار ہونے کے علاوہ آنریری مجسٹریٹ، میونسپل کمیٹی کے صدر اور ڈسٹرکٹ کونسل کے ممبر بھی تھے۔ آپ کے میاں سر محمد شفیع مرحوم کے ساتھ گہرے روابط تھے۔ آپ نے کئی دفعہ انجمن ارائیاں کے جلسوں کی صدارت بھی کی۔ اپنی گوناگوں مذہبی، ملی اور سیاسی خدمات کی بدولت ہر دلعزیز تھے۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی عزت کرتے تھے۔ جب کبھی گھر سے نکلتے تو بازاروں میں لوگ اپنے کاروبار چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک آپ نظروں سے اوجھل نہ ہو جاتے۔ بیماروں کی تیمارداری اور عزیبوں کی مالی امداد آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔

آپ کا دستور تھا کہ روزانہ تہجد، نماز فجر اور تلاوت قرآن مجید سے فارغ ہو کر باہر زمینوں پر تشریف لے جاتے اور واپسی پر ملاقات کے لیے منتظر لوگوں سے ملاقات فرماتے اور ان کے کام سرانجام دیتے۔ دوپہر کا کھانا تناول فرمانے کے بعد آرام فرماتے اور ظہر کی اذان ہوتے ہی مسجد تشریف لے جاتے۔ نماز سے فارغ ہو کر حجرے میں قیام کرتے جہاں لوگ ملاقات کے لیے آتے جاتے۔

میاں صاحب کو حضرت قبلۂ عالم امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری

قدس سرہٗ سے اجازت وخلافت کا شرف حاصل تھا لیکن ساری عمر کسی کو بیعت نہیں کیا۔
آپ کو حضرت امیر ملت کی طرف سے کئی ایک عملیات و دم کی اجازت عطا ہوئی تھی۔
مثلاً تلی کا علاج، سانپ کا کاٹنا، بچھو کا کاٹنا، کتے کا کاٹنا، ہجیراں، چنبل
وغیرہ کا علاج دم سے کرتے تھے اور لوگ صحت یاب ہوجاتے تھے یہ عملیات ابھی تک آپ کے
خاندان میں چلے آرہے ہیں۔

آپ کو حضرت امیر ملت قدس سرہٗ سے غایت درجہ عقیدت تھی۔ درحقیقت
فنافی الشیخ تھے۔ آپ کے صاحبزادے میاں محمد صدیق کو شکار کا بہت زیادہ شوق تھا
کلانور سے دریائے راوی چار میل کے فاصلے پر ہے۔ جہاں مرغابی وغیرہ کثرت سے ہوتی ہے
جب کبھی میاں محمد صدیق مرغابی، تیتر اور سرخاب وغیرہ شکار کرکے لاتے تو میاں صاحب
وہ شکار حضرت امیر ملت کی خدمت میں علی پور شریف بھیج دیتے اور حضرت خوشنودی کا
اظہار فرماتے۔

ایک دفعہ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کلانور تشریف لائے تو کھانے کے وقت بہت
سے لوگ اکٹھے ہوگئے۔ حضرت امیر ملت میاں صاحب کو ساتھ لے کر اندرون خانہ
تشریف لے گئے۔ اور تیار شدہ کھانے پر دم کردیا۔ اور فرمایا "اس پر چادر ڈال دو۔
اور اس وقت تک چادر ڈالے رکھو جب تک لوگ کھانا نہ کھالیں" چنانچہ سب لوگوں
نے کھانا کھالیا اور کافی مقدار میں کھانا بچ رہا۔

حضرت امیر ملت قدس سرہٗ سے آپ کی قربت کا اندازہ ذیل کے واقعہ
سے ہوتا ہے یہ واقعہ میاں صاحب کے پوتے جناب میاں ارشاد احمد ایڈووکیٹ ہائیکورٹ
لاہور نے روایت کیا۔ فرماتے ہیں کہ :۔

"والد صاحب کا بیان ہے کہ حضرت امیر ملت کے برادر اکبر حضرت سید نجابت علی شاہ
کی اہلیہ وفات پاگئیں تو عرصے تک انہوں نے شادی نہ کی ایک دفعہ میاں صاحب (میاں امیر اللہ)

حضرت امیر ملت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ شاہ صاحب سے شادی کے لیے پوچھنا چاہیے ۔ حضرت امیر ملت نے فرمایا ۔ مجھ میں تو اتنی جرأت نہیں ہے آپ دریافت فرمالیں ۔ چنانچہ میاں صاحب نے سید نجابت علی شاہؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر شادی کے لیے گزارش کی اور شاہ صاحب رضامند ہو گئے لیکن شرط یہ لگائی کہ " لڑکی نجیب الطرفین سیدزادی ہو اور شادی ایک ہفتہ کے اندر اندر ہونی چاہیے " ۔ میاں صاحب حضرت امیر ملت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور یہ خوشخبری سنائی اور رشتہ تلاش کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی ۔

کلانور واپس آکر میاں صاحب نے سید محمد حسین سجادہ نشین سید بدھن شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی ہمشیرہ کے رشتہ کے متعلق بات چیت کی ۔ اور رشتہ طے پاگیا ۔ بارات میں حضرت امیر ملت کے مریدوں اور عقیدتمندوں میں سے بڑے بڑے لوگوں نے شرکت کی کلانور میں شادی کا سارا بندوبست میاں صاحب نے نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا ۔ آپ کی انہیں خدمات کی بدولت حضرت امیر ملت آپ پر خصوصی لطف و کرم فرماتے تھے ۔

میاں صاحب نے ۱۹۲۱ء میں فریضۂ حج بیت اللہ ادا کیا ۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر اشکبار آنکھوں سے حاضری دی ۔ عربوں کی دل و جان سے خدمت کیا کرتے تھے ۔ عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تہوار بڑی دھوم دھام سے مناتے تھے اس دن مٹھائی اور کھانا تقسیم کرتے اور جلسہ و جلوس کا اہتمام کرتے ۔

حلیہ : آپ کا قد دراز ، جسم پتلا اور رنگ سفید تھا ۔ داڑھی مبارک سفید تھی عام طور پر سفید پگڑی باندھا کرتے اور بہت خوش پوش تھے باوجود رئیس ابن رئیس ہونے کے طبیعت میں بے حد انکسار تھا ۔ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے ۔

آپ کی وفات حسرت آیات کے بارے میں آپ کے پوتے جناب میاں ارشاد احمد صاحب راوی ہیں کہ "میری بڑی ہمشیرہ کی شادی کی تاریخ مقرر کرنا تھی۔ تاریخ مارچ کے پہلے یا دوسرے ہفتہ میں مقرر کرنے کا خیال تھا لیکن میاں صاحب نے فرمایا کہ:۔

"یہ تاریخ موزوں نہیں ہے۔ شادی کی تاریخ اس سے دو تین ہفتے پہلے مقرر کی جائے کیونکہ ہم نے خداوند کریم سے کچھ دنوں زندہ رہنے کی مہلت مانگی ہے۔"

چنانچہ شادی کی تاریخ ۲۲ فروری ۱۹۳۴ء مقرر کی گئی۔ شادی بخیر وخوبی انجام پائی اس کے بعد ایک ہفتہ علیل رہ کر ۱۱ مارچ ۱۹۳۴ء مطابق ۵ ذوالحجہ ۱۳۵۲ھ بروز اتوار قبل اذانِ فجر خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔"

نماز جنازہ حسب وصیت مولوی محمد یوسف صاحب نے پڑھائی آپ کی نماز جنازہ چار دفعہ ادا کی گئی کیونکہ بے شمار لوگ اردگرد سے چلے آرہے تھے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ بھی فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لائے اور واپسی پر شہر سے دو میل دُور تک بے شمار لوگ رخصت کرنے کے لیے آئے اور حضرت بھی ان لوگوں کے ساتھ دو میل پیدل ہی چلے۔"

(نوٹ)

آپ کے حالات آپ کے پوتے میاں ارشاد احمد ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور نے فراہم کیے جن کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

حضرت مولانا شیخ محمد ابراہیم آزاد بیکانیری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد ابراہیم آزاد بیکانیری کی ولادت باسعادت یکم ذیقعد ۱۲۸۴ھ مطابق ۲۵ فروری ۱۸۶۸ء کو بمقام حسین پور ضلع مظفر نگر (انڈیا) میں ہوئی۔ تاریخی نام غلام باری تھا۔ فارسی کی تعلیم والد ماجد حضرت منشی نبی بخش نقشبندی (المتوفی ۶ دسمبر ۱۸۸۷ء در فیروزپور) سے حاصل کی۔ دیگر علوم کی تعلیم مختلف جگہوں سے حاصل کی۔ ۱۸۸۱ء سے ۱۸۹۷ء تک ریاست فریدکوٹ میں مختلف عہدوں پہ مامور رہے۔ ۱۸۹۷ء سے بیکانیر میں وکالت شروع کی اور تازیست اس شغل کو اختیار فرمائے رکھا۔ درمیان میں ۱۹۱۷ء تا ۱۹۲۱ء جج وچیف جج چیف کورٹ بیکانیر رہے[۱]۔

آپ بڑے کامیاب وکیل اور معززین شہر میں شمار ہوتے تھے۔ بڑے دیندار، نیکوکار، بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ ۱۳۲۱ھ میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی غلامی کا شرف حاصل کر لیا تھا۔ آپ کا شمار حضرت قدس سرہ کے اولین خلفاء میں ہوتا ہے[۲]۔ علی پور شریف آتے تو طویل قیام فرماتے۔ حضرت قبلہ عالم امیر ملت قدس سرہ کو کئی بار باصرار دعوت دے کر بیکانیر لے گئے۔ جب حضور بیکانیر تشریف لے جاتے تو آپ مہاراجہ سے ہاتھی مستعار لے کر حضور کو ہاتھی پہ سوار کر کے جلوس کی صورت میں بڑی شان وشوکت کے ساتھ شہر میں گشت کراتے اور پھر اپنے گھر لے جا کر مہمان رکھتے اور حضور کی خدمت گزاری کی سعادت حاصل کرتے۔ بیکانیر کے علاقے میں تبلیغ وارشاد اور توسیع سلسلہ عالیہ میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں[۳]۔

---

۱ دیوان آزاد از شیخ محمد ابراہیم آزاد مطبوعہ آگرہ ۱۹۳۲ء صفحہ ۲ ۲ آپ کو ۱۰ مئی ۱۹۱۲ء کو بر موقعہ سالانہ جلسہ علی پور شریف میں خرقہ خلافت عطا ہوا (ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور جون ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۰) ۳ سیرت امیر ملت صفحہ ۱۰۷۔ تذکرہ شجاعت صفحہ ۵۔ دلگداز مدینہ صفحہ ۶۴۔ یاران طریقت یا پیر بھائی مطبوعہ کراچی ۱۹۵۹ء صفحہ ۳۴۔

آپ کو شعر و شاعری کا بھی اچھا خاصا ذوق تھا۔ شاعری کی ابتدا یکا نیر میں عشقیہ شاعری سے ہوئی۔ منشی عبدالشکور خاں برق اجمیری شاگرد رشید حضرت داغ دہلوی نے اصلاح دی۔ ۱۳۲۱ھ میں جب حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی غلامی اختیار کی تو خود ہی یہ عہد کیا کہ حمد و نعت کے سوا کچھ نہیں کہوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دو چار غزلیں مولانا مولوی عبدالحی بیخود بدایونی کو دکھائیں جو حضرت فصیح الملک دہلوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ اس کے بعد ۱۹۱۳ء میں بسلسلہ شاگردی حضرت امتیاز الشعراء افتخار الملک حاجی منشی سید وحیدالدین احمد بیخود دہلوی جانشین حضرت فصیح الملک داغ دہلوی داخل ہوئے۔[1]

آپ کو اپنے شیخ طریقت حضرت امیر ملت قدس سرہٗ سے حد درجہ عقیدت و محبت تھی۔ آپ ہر سال علی پور شریف کے سالانہ جلسہ پر حاضر ہوتے اور اپنی نظم کے ذریعے عقیدت و محبت کے پھول پیش کرتے۔ ۱۹۱۴ء میں آپ نے حضرت کی شان میں علی پور شریف میں جو قصیدہ پڑھا وہ درج ذیل ہے ؎

بخت بیدار رسانید بہ یارے عجبے	خرقہ پوشے عجبے شاہسوارے عجبے
خوشہ چیں ہم گل فردوس زبوئے خلقش	گل بداماں ہمہ عالم ز بہارے عجبے
شوق دیدار رساں مژدہ بموسیٰ امروز	جلوہ فرما سر بام است نگارے عجبے
اے علی پور ترا مصر کہ کنعاں خوانم	چشم بد دور کہ میداری نگارے عجبے
یوسفے آنکہ کریم ابن کریم ابن کریم	ذی وقارے عجبے، والا تبارے عجبے
بہر سود دو جہاں آنکہ دو دست بکشاد	می شناسم بلے میداری تو بارے عجبے
رُوح سپردرشدی از دست فقیر عالی	رحمت حق برد کہ دست چہ کارے عجبے
بیدلاں شہ شاہاں کہ کریمش خوانند	لطف حق باد کہ پرور دنگارے عجبے

[1] دیوانِ آزاد ص ۱۰۱-۲

از خیالِ رُخِ رنگین دِ نگاہش دیدم — مرغزارے عجبے صید و سوارے عجبے
لوحِ دل را چو کنم سادہ زنقشِ عالم — باز بینم در و صد نقش و نگارے عجبے
سالہا حرفے نولیسد نہ لبسوئے آزاد — دل وجان باد فدا از ودنگارے عجبے

چشم بکشا کہ علی پور ہمیں است آزاد
شکر صد شکر رسیدی بہ دیارے عجبے[1]

بطور نمونہ چند اشعار اور ملاحظہ ہوں ؎

از کہ آموختہ ایں شور دہانِ بلبل — چوں کہ بنہاد گُل آتش بزبانِ بلبل
حیرت افزاست عجب نالۂ عاشق بنگر — گُل شدہ چاک گریباں زفغانِ بلبل
شمع پروانہ بسوزد کہ رقیب سوزاست — گُل بچہ وجہ شرر داد بجانِ بلبل
گُل ز اوراق بدیں گونہ کتابے دارد — تا نولیسد درو از نام و نشانِ بلبل
نکہتِ گُل بشہ شاہ جماعت دادند — بس نمودند بہ آزاد فغانِ بلبل[2]

آپ کا مجموعہ کلام "ثنائے محبوبِ خالق" یعنی دیوانِ آزاد کے نام سے ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۱ء) میں مطبع مرتضائی آگرہ میں طبع ہوا۔ تمام دیوان حمد و نعت اور قصائد و منقبت سے مالامال ہے۔ اردو اور فارسی شاعری سے مزین یہ دیوان ان کی استادانہ شاعری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اپنے اس دیوان کے متعلق آپ لکھتے ہیں:

"میرا یہ کلام میرے حضرت قبلہ شیخ والا کی توجہ قلبی اور استاد مدظلہ کی خاص عنایت کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ؎

اُستاد نے زبان دی مضمون شیخ نے — دیوان میرا مفت میں تیار ہوگیا[3]

آپ کی رحلت ۸ جون ۱۹۴۷ء کی شب کو بیکانیر میں ہوئی اور وہیں آخری آرامگاہ بنی۔[4]

---

[1] دیوانِ آزاد ص ۲۲ [2] ص گنج علی پوری از محمد ادریس خان غوری ص ۱۰۱۔ گنج قصوری ص ۲۳
[3] دیوانِ آزاد ص ۲۰۲ [4] ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور فروری ۱۹۵۱ء

حضرت شاہ محمد امین اللہ خاموش ناروی الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے آباء واجداد قصبہ نارہ تحصیل سراتھو ضلع الہ آباد (بھارت) کے رہنے والے تھے۔ آپ کے نانا مولوی حکیم احسان علی خان قادری (برادر مولوی رحمان علی مؤلف تذکرہ علمائے ہند) بہت بڑے زمیندار تھے اور علم حکمت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے ان کی طبی تصانیف موسوم بہ طب احسانی، قرابا دین احسانی، معالجات احسانی اور مرکبات احسانی وغیرہ علم طب کی روح ہیں۔ حکیم صاحب اضلاع فتح پور، و باندہ میں سرکاری وکیل کے عہدہ جلیلہ پہ فائز تھے اور حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی قدس سرہٗ سے شرف بیعت رکھتے تھے۔

شاہ محمد امین اللہ نے اپنے نانا جان کی پیروی کرتے ہوئے دینی تعلیم کے علاوہ طب میں بھی دسترس حاصل کی، بڑے بڑے ڈاکٹر اور حکیم آپ کی رائے کے محتاج رہتے تھے آپ کی اچھی خاصی زمینداری بھی تھی۔ پابندیٔ شریعت اور جذبۂ عشق ورثے میں ملا تھا سب سے پہلے حضرت شاہ صدرالدین احمد ناروی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت کی لیکن رحلت مرشد کے سبب منازل فقر کی تکمیل تشنہ رہ گئی پھر عرصہ دراز تک تکالیف واخراجات کثیرہ برداشت کرنے کے بعد حضرت سید فرخ شاہ مجذوب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ سے روحانیت کا درس لیا مگر تشفی نہ ہو سکی اور تلاش حق برابر جاری رہی اور حضرت حکیم عبدالقوی ملقب بہ لسان الحق رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ قادریہ غوثیہ حزبیہ میں شرف بیعت حاصل کیا۔ ایک دفعہ حضرت مولانا عبدالقیوم عرف منظور احمد شاہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ امیر ملت) آپ کی ملاقات کے لیے تشریف لائے اور عرصہ تک قیام پذیر رہے دوران قیام برابر محافل اذکار منعقد ہوتی رہیں طبیعتوں کی یکسانیت نے رشتۂ الفت و

محبت قائم کر دیا۔ مولانا عبدالقیوم عرف منظور احمد شاہ نے حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے اوصافِ حمیدہ سے متعارف کرایا تو آپ پر علی پور شریف پہنچنے کی دُھن سوار ہو گئی اور فوراً تمام کاموں کو چھوڑ کر علی پور شریف حاضر ہو گئے۔ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کی نظر کیمیا اثر نے پہلی نگاہ ہی میں طالبِ صادق کے جذبِ صادق کا پورا پورا حال معلوم کر لیا اور آپ کو بیعت کی سعادت سے بہرہ اندوز کرنے کے بعد ۱۱ مئی ۱۹۱۵ء کو بر موقعہ سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ علی پور شریف میں خرقہ خلافت سے بھی نواز دیا۔

آپ ہر دوسرے یا تیسرے سال علی پور شریف حاضری تادمِ زیست دیتے رہے۔ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ حضرت شمس الملت سید نور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (فرزند اصغر امیرِ ملتؒ) سجادہ نشین دوم آپ سے بہت محبت رکھتے تھے اور اکثر اوقات آپ کے ہاں قصبہ نارہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ آپ کو حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ سے بے پناہ عشق تھا اور ان کی عطا کردہ اشیاء کو بہت عزیز رکھتے تھے اور جب جذبہ عشق میں زیادہ بیخود ہو جاتے تھے تو علی پور سیداں کی طرف ہاتھ اُٹھا کر والہانہ انداز میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

آنکھوں سے دُور رہنے کا صاحب گلہ نہیں
دل سے قریب ایسے ہو کچھ فاصلہ نہیں

آپ نے طُول و عرض کے دَورے کر کے سلسلہ عالیہ کی خُوب تبلیغ کی آج بھی آپ کے ہزاروں مرید موجود ہیں۔ آپ نے بزبانِ فارسی ایک شجرہ طریقت بھی لکھا تھا جو ۱۹۳۱ء میں ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور میں شائع ہوا تھا اس شجرہ کی اشاعت پر امیرِ ملتؒ نے خوشنودی کا خط لکھا تھا آپ نے رحلت سے چند ماہ قبل اپنے بھتیجے جناب محمد حاجی نجاتی کو داخلِ سلسلہ کر کے اپنا خلیفہ مجاز مقرر کر دیا تھا۔ آخر عمر میں شوقِ عبادت بہت ہی بڑھ گیا تھا اور اتباعِ سُنّتِ مصطفوی میں تو آپ عدیم النظیر تھے حلقۂ ذکر کا سلسلہ

تا زلیست قائم رہا۔

آپ کی وفاتِ حسرت آیات ۷ر صفر ۱۳۶۹ھ/ ۲۹ر نومبر ۱۹۴۹ء کو ہوئی اور اپنے خاندانی قبرستان واقعہ قصبہ تارہ (الہ آباد) میں سپردِ خاک ہوئے مزارِ مقدس زیارت گاہِ خلائق ہے۔[۱]

---

[۱] ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۲۲ تا صفحہ ۲۵، سیرت امیر ملت صفحہ ۷، گلزارِ مدینہ از مولانا محمد عظیم فیروز پوری مطبوعہ لاہور ۱۳۳۷ھ صفحہ ۶۴، تذکرہ شجاعت از سید حیدر حسین علی پوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء صفحہ ۷، ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور جولائی ۱۹۱۵ء صفحہ ۵۔

حضرت مولانا محمد ایوب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت پشاور شہر سے مشرقی جانب تقریباً پندرہ میل کے فاصلہ پر موضع زخی چار باغ علاقہ اکبر پورہ میں حضرت مولانا لطیف اللہ کے ہاں سنہ ۱۲۵۰ھ میں ہوئی۔ والد گرامی کا تعلق چونکہ علمی گھرانے سے تھا لہٰذا انہوں نے آپ کی تعلیم و تربیت پر پوری پوری توجہ دی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ صوبہ سرحد کے مشاہیر علماء کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ حضرت شیخ اکمل علامہ صاحبزادہ صاحب اتمان زئی (علاقہ چارسدہ) اور حضرت استاذ الکل مولانا سعید احمد صاحب المشہور "کافور ڈھیری مولانا صاحب" کے حضور زانوئے تلمذ تہ کر کے اکتساب علم کیا۔ حضرت علامہ محدث جلیل مولانا صاحب ڈاگی یار حسین کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث شریف کی تکمیل کی۔

جب آپ نے ان اکابر علماء سے علوم اسلامیہ کی تکمیل کر لی تو حرمین الشریفین میں تشریف لے گئے اور وہاں کے محدثین سے حدیث شریف پڑھ کر سند حاصل کی اسلیے آپ کی سند مبارک "سند مکی" کہلاتی ہے۔

آپ چار بار زیارت بیت اللہ شریف سے مشرف ہوئے اور آخری بار دو برس تک کاشانۂ اقدس حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور درس حدیث شریف پڑھایا اور پھر واپس تشریف لا کر پشاور شہر میں مستقل سکونت اختیار کی۔ پشاور کے مشہور تاجر سیٹھی کریم بخش مرحوم نے آپ کو "مدرسہ تعلیم القرآن" محلہ جنگاں پشاور شہر میں صدر مدرس بنایا۔ سنہ ۱۲۹۰ھ سے لیکر سنہ ۱۳۳۵ھ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کی ترویج و اشاعت آپ ہی کی ذات ستودہ صفات کی کوششوں کی رہین منت ہے۔

صوبہ سرحد، افغانستان، بخارا، غزنی، ہرات، قندھار، وزیرستان، سوات، باجوڑ و دیگر علاقوں سے سینکڑوں طلبار آپ کے درس میں حاضر ہوئے اور فارغ التحصیل ہو کر لوگوں کی ہدایت کا سبب بنے، یہ آپ ہی کی ذاتِ گرامی تھی جس کی سعی سے ان علاقوں میں حدیث مبارک کی ایمان افروز مشعلیں روشن ہوئیں اور علم و حکمت کے دریا بہے ۔ شائقین علوم اسلامیہ سیراب ہوئے آپ کے شاگردوں میں جلیل القدر علمار، محدث، مفسر، فقیہ اور مفتی پیدا ہوئے جن کے اسمائے گرامی سے صوبہ سرحد کا ہر ایک شہری واقف ہے ۔

آپ کو حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت و خلافت حاصل تھی آپ نے سلسلہ عالیہ کی توسیع میں بھی نمایاں حصہ لیا ۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ کے ایک دوسرے خلیفہ حافظ علی احمد پشاوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خاص شاگردوں میں سے تھے ۔ انھوں نے بھی توسیع سلسلہ میں کافی کام کیا ۔ غرض استاد اور شاگرد نے صوبہ سرحد میں علم و عرفان کے جو دریا بہائے اسکی مثال رہتی دنیا تک قائم رہے گی۔

۷ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۹۱۷ء بروز بدھ نماز عشار کے دوران بحالت سجدہ آپ کی روح مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اس وقت آپ کی عمر ۸۵ برس تھی ۔ آبائی قبرستان موضع زخی چار باغ میں دفن کئے گئے۔[1]

---

[1] پندرہ روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ بابت ۲۲ مارچ / ۷ اپریل ۱۹۶۷ء ص ۶
سیرت امیر ملت ص ۷۰۷ ۔ تذکرہ شہ جماعت ص ۵۷

حضرت ڈاکٹر محمد اللہ دتہ کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر صاحب ضلع گجرات (پاکستان) کے مردم خیز قصبہ کنجاہ میں ۱۲ فروری ۱۸۸۶ء کو پیدا ہوئے، والد گرامی کا نام حضرت مولانا شیخ پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ کنجاہ وہی قصبہ ہے جس نے حضرت ملا محمد اکرم غنیمت کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر شاعر کو جنم دیکر شہرت عام اور بقائے دوام حاصل کی۔ ڈاکٹر صاحب کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ڈاکٹری کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد فوج میں سب اسسٹنٹ سرجن کی آسامی پر فائز ہوگئے۔ اور اپنی ڈیوٹی بحسن وخوبی سرانجام دے کر اپنی عظمت وسطوت کا لوہا منوایا اور "کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی" کے مصداق وہ ہر دلعزیزی حاصل کی کہ دوسرے ساتھی اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہ کر سکے۔

محرم ۱۹۰۹ء میں آپ نے برصغیر کے عظیم روحانی رہنما حضرت قبلۂ عالم امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا۔ بیعت ہونے کے بعد آپ نے پابندیٔ شریعت اور عامل سنت کا پورا پورا نمونہ پیش کیا۔ چنانچہ ۱۱ مئی ۱۹۱۸ء کو علی پور شریف کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر اجازت وخلافت سے نوازے گئے اور حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے محبوب خلفاء میں شمار ہوئے۔

ڈاکٹر صاحب نے ابتدائے ملازمت میں داڑھی رکھ لی تھی اس پر انگریز کمانڈر نے طنزاً کہا آپ ایک اچھے ڈاکٹر ہیں لیکن آپ نے اپنا چہرہ بگاڑ لیا ہے یہ سنتے ہی آپ جوش میں آگئے اور فرمایا "اب تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق چہرہ بنا ہے"۔ اور پوری جرأت سے شعائر اسلام کی پاسداری اور تبلیغ فرمانے لگے،

پہلی جنگ عظیم کے دوران آپ انگلینڈ، فرانس، شمالی افریقہ اور مشرقِ وسطیٰ گئے۔ انگلینڈ میں آپ کے دستِ حق پر چند انگریز مسلمان ہوئے، مصر میں قیام کے درمیان تحریکِ خلافت کے لیے چندہ اکٹھا کر کے بھجواتے رہے۔ اِسی دوران انگریزوں نے ہندوستانی فوجی مسلمانوں پر مشتمل ایک وفد خلافتِ ترکی کے خلاف شریفِ مکّہ کی تائید و حمایت کے لیے حج کے موقعہ پر روانہ کیا۔ آپ کو اس سازش کا علم ہوا تو برملا مخالفت کی اس پر آپ کو زیرِ نگرانی رکھا جانے لگا اور خفیہ رپورٹوں میں "سلطنتِ برطانیہ کا بڑا دشمن" لکھا جانے لگا۔ کورٹ مارشل ہوا اور پورٹ سعید سے جزائر انڈیمان تبدیل کر کے کڑی نگرانی میں رکھے گئے۔ لیکن وہاں کے حکام آپ کی فراستِ ایمانی سے متاثر ہونے لگے اور بہت سے غیر مسلم آپکے دستِ اقدس پر مشرف بہ اسلام ہوئے آپ کی ان سرگرمیوں سے بوکھلا کر حکام نے آپ کو ملایا بھیج دیا جہاں آپکے مقبول و محبوب خلیفہ بابا فیروز الدین آپ سے بیعت ہوئے۔ یہاں سے آپ فوج سے مستعفیٰ ہو کر واپس وطن آگئے اور پریکٹس شروع کر دی۔

۱۹۲۳ء میں جب شدھی تحریک زوروں پر تھی۔ حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ اس تحریک کو کچلنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا کر میدان میں اُتر چکے تھے۔ حضرت کے مُریدین و خلفاء بھی اپنے پیر و مرشد کی اقتدا میں ہمہ تن مصروف تھے۔ ڈاکٹر صاحب بھی اس تحریک کے انسداد تک اپنے شیخ کی معیّت میں کام کرتے رہے۔ ۱۹۳۲-۳۳ء میں کشمیر ایجی ٹیشن میں بھرپور حصّہ لیا اور چھ ماہ تک ملتان میں قید و بند کی صعوبتوں سے نبرد آزما رہے۔

مشرقی پنجاب کے اضلاع رہتک، کرنال اور حصار میں آپنے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی تبلیغ و اشاعت کے لیئے مقدور بھر کوششیں کیں جس کے نتیجے میں ہزاروں لوگ صراطِ مستقیم پر گامزن ہو گئے۔ تحریکِ پاکستان کا دور آیا تو حضرت امیرِ ملّت نے اپنے روز و شب اسی لیئے وقف کر دیئے اور برصغیر کے کونے کونے میں مسلم لیگ کا پیغام

پہنچایا۔ ڈاکٹر صاحب بھی پریکٹس چھوڑ کر تحریکِ پاکستان کی کشتی کو ساحلِ کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے اپنے مُرشد کے خاکِ پا کو سُرمہ چشم بناتے رہے۔ حتیٰ کہ آزادی کی صُبح طلُوع ہو گئی۔

آپ سچے عاشقِ رسُول اور فنافی الشیخ تھے۔ شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ طالبؔ تخلّص فرماتے تھے تا زیست ماہنامہ انوارالصُوفیہ میں اپنا کلام شائع کرواتے رہے۔ مجموعۂ کلام انوارِ طالب کے نام سے زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منصۂ شہُود پر جلوہ گر ہو چکا ہے۔ ذیل میں بطورِ تبرّک نمونۂ کلام درج کیا جاتا ہے ؎

بُلا لو یا رسُول اللہؐ! اب مجھ کو مدینے میں
اُٹھا کر یاد سینے ہی کو رکھ دو میرے سینے میں

دکھا دو چہرۂ انور بٹھا کر سامنے اپنے
مرے سینے میں ہو مجلس کہ ہو حضرت مدینے میں

مثالِ ماہیٔ بے آب تڑپے ہے جُدائی میں
دلِ مضطر کہاں ٹھہرے مدینے میں کہ سینے میں

کٹی سب انتظارِ وصل میں عمرِ گراں مایہ
یہ بیمارِ محبت اب ہے مرنے میں نہ جینے میں

رہے آقا کے قدموں سے لگا تا حشر یہ خادم
بٹھا لو یا نبیؐ اپنی محبت کے سفینے میں

سُنا ہے جب سے حضرت قبر میں تشریف لائینگے
مزہ مرنے میں آتا ہے رہی لذّت نہ جینے میں

رہے پیشِ نظر یا رب! حیاتِ قبر کا منظر
میں سَو سَو بار مر جاؤں اگر اِک اِک مہینے میں

ہزاروں حسرتوں کا خُون ہوتے دیکھنا ہو گر
تو حضرت! دیکھ لو آ کر کسی طالبؔ کے سینے میں

آپ کی وفاتِ حسرت آیات ۱۱ شعبان ۱۳۷۷ھ مطابق ۳ مارچ ۱۹۵۸ء کو ہُوئی نمازِ جنازہ پیرِ ولایت شاہ گجراتی نے پڑھائی۔ اور گنجاہ ہی میں مزارِ مقدس بنا۔ حضرت کیپٹن محمد امین مدظلہٗ سجادہ نشین ہیں جو حضرت کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کے لیے شب و روز کوشاں ہیں ؎

؎ حاشیہ صفحہ ہٰذا اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

پروفیسر حامد حسن قادری مرحوم نے یہ تاریخ وصال کہی[۱]

"ڈاکٹر اللہ دتہ گنجاہی | صاحب فیض و عارف کامل
تھے وہ شیدائے قبلۂ عالم | سر بسر پاک جان و روشن دل،
تربت پاک اُن کی نورانی | رشکِ خلد اُن کی اولیں منزل
اُن کا جاری ہے فیض بعد وفات | پردہ فرما کے حق سے ہیں واصل
قادری نے یہ اُن کا سالِ وصال | لکھ دیا "وصل ذات کا حاصل"
۱۳۷۷ھ
سالِ شمسی غریق رحمت ہے | رحمتِ رب رہے سدا شامل
۱۹۵۸ء

الحاج کیپٹن ڈاکٹر محمد امین عاصی سجادہ نشین نے یہ تاریخ کہی[۲]

شیخ کامل اللہ دتہ طالب حق ذوالمنن
عابد و زاہد سراپا خاکِ پائے پنج تن
پیر کی شب گیارھویں شعبان پیر نقشبند
چھوڑ دُنیائے دُنی کو چل بسے پیر زمن
جب ہوئی عاصی کو تیرے فکر تاریخ وصال
رحمتِ حق نے ندا دی طالب ہو مغفور بن
۱۳۷۷ھ

---

[۱] انوار طالب مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۳۰، ۲۷، سیرت امیر ملت ص ۷۱۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور اگست ستمبر ۱۹۲۷ء ص ۲۱۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور مئی جون ۱۹۱۸ء ص ۱۰۔ گلزار مدینہ از مولانا محمد اعظم گکھڑوی مطبوعہ لاہور ۱۳۳۲ھ ص ۶۵ تذکرہ شہر جماعت ص ۷۷۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ فروری مارچ ۱۹۵۸ء ص ۳۰ تا ص ۱۴۔ ماہ اپریل ص ۹ تا ۱۳۔ تاریخ گجرات از شیخ کرامت اللہ مطبوعہ گجرات ۱۹۷۷ء ص ۳۴۲، ص ۳۴۳

[۲] ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ اپریل ۱۹۵۸ء ص ۱۳، [۳] تصوف از ڈاکٹر محمد اللہ دتہ مطبوعہ گنجاہ ۱۹۰۸ء (مقدمہ) ص ۳۔

حضرت سید جعفر شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بخارا (روس) سے علم حاصل کرنے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ اور علی پور سیداں آکر یہیں کے ہو رہے۔ درس نظامیہ کی تکمیل مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں میں کی اور حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی سے مشرف ہوئے۔

آپ بڑے عالم، متقی اور دیندار بزرگ تھے۔ علی پور سیداں سے دستارِ فضیلت باندھ کر رخصت ہونے کی اجازت چاہی تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت و خلافت سے نوازا اور ہدایت فرمائی کہ بخارا واپس جاکر دین کی تبلیغ اور سلسلہ عالیہ کی توسیع کی خدمت انجام دیں۔[1]

آپ کو حضرت امیرِ ملت قدس سرہ سے جو عقیدت و محبت تھی وہ آپ کی اِس منقبت سے ظاہر ہے[2]

عرضہ دارم با شما اے رہنما عنبر فروش	جانشینِ مصطفیٰ و نقشبندِ خرقہ پوش
چوں مسیحا گر روی در مرقدی بہرِ دعاء	از دعائیت مردہ صد سالہ می آید بہوش
از ازل دادت خدا اے پیشوا ایں غوثیت	جملۂ اقطابِ عالم بر درت حلقہ بگوش
صف زدہ گردت ہزاراں عندلیب و بلبلاں	درمیانِ بزمِ گل بنشستہ اے گل فروش
یوسفِ ثانی لقائی نقشبندی ایں زماں	دامنت گیرد بہ دنیا ہر کہ دارد عقل و ہوش
از بخارا تا بہ ہندوستاں و در ملکِ عرب	نیست مثل شہ جماعت شاہ فیضانش بجوش
عالمان و زاہدان و عابدان و طالباں	ہر کسے از فیض لطفش قسمت خود کردہ نوش
اَی بخاری توچہ باشی میکنی وصفِ جناب	می کند وصفِ شریفش جملہ طیور و وحوش

[1] سیرت امیرِ ملت ص ۱۲
[2] ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور

حضرت مولانا پروفیسر حامد حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۰۴ھ/۱۰ مارچ ۱۸۸۷ء کو قصبہ بچھراؤں ضلع مرادآباد (یوپی) میں ہوئی۔ والدِ گرامی کا اسم مبارک مولوی احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ تھا جو ریاست رامپور میں وکالت کرتے تھے اور بلند پایہ عالم اور محدث کے لقب سے مشہور تھے۔ سلسلۂ نسب حضرت زہد الانبیاء بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے اس بنا پر آپ فاروقی اور فریدی بھی کہلاتے ہیں[۱]۔

ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کرنے کے بعد اسٹیٹ ہائی سکول رامپور سے ۱۹۰۹ء میں میٹرک پاس کیا۔ پھر مدرسہ عالیہ رامپور میں داخل ہو کر فارسی اور عربی کی تحصیل میں مصروف ہو گئے اور پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل اور اردو فاضل کے امتحانات پاس کرنے کے بعد ایف اے کیا۔ اپنے مطالعہ کے شوق اور محنت سے جلیل القدر عالم بن گئے۔ غالباً ۱۹۲۳ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کا سالانہ جلسہ حلیم مسلم ہائی سکول کانپور میں منعقد ہوا جس کی صدارت حکیم اجمل خاں فرما رہے تھے ان دنوں آپ مذکورہ اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ آپ نے عربی لسانیات پر ایک بلند پایہ علمی مقالہ پڑھا جس سے حاضرین عش عش کر اٹھے، نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خاں شروانی نے جوشِ طرب میں پیشانی چوم لی۔ حکیم اجمل خاں نے کرسی صدارت سے اٹھ کر بے اختیار گلے سے لگا لیا اور پُرجوش الفاظ میں داد دی۔ اور مولانا سید سلیمان ندوی نے فرمایا۔ "جزاک اللہ! آپ نے ہمارا کام انجام دیا ہے۔" دیگر اکابر نے بھی آگے بڑھ کر دادِ تحسین سے نوازا[۲]۔

---

[۱] سیرت امیرِ ملت صفحہ ۳۔ ماہنامہ قومی زبان کراچی ماہ جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۷۔ ماہنامہ نورِ اسلام شرقپور شریف، اولیاء نقشبند نمبر حصہ دوم ماہ مارچ اپریل ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۷۱۔ [۲] تذکرہ نقشبندیہ از مولانا نور بخش توکلی (تکملہ از محمد صادق قصوری) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء صفحہ ۵۷۷، صفحہ ۵۷۶

آپ نے کانپور، مہو چھاؤنی، اٹاوہ اور بڑودہ میں بڑی شاندار تعلیمی خدمات سرانجام دیں اور ۱۹۲۷ء میں سینٹ جانسن کالج آگرہ میں پروفیسر ہو گئے۔ ۱۹۴۵ء میں اپنے برادر گرامی حضرت پروفیسر عابد حسن فریدی کے وصال کے بعد اسی کالج میں صدر شعبۂ اردو اور فارسی بن گئے اور ۱۹۵۱ء ریٹائر ہوئے۔ تعلیمی کارناموں کے علاوہ بہت سی علمی و تنقیدی کتب بھی آپ کی قابلیت و خدمات کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ جن کتابوں کے نام معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں ؎۔

(الف) مطبوعہ کتب

تنقید :- (۱) داستانِ اردو (۲) نقد و نظر (۳) تاریخ و تنقید (۴) تاریخ مرثیہ گوئی (۵) کمالِ داغ (۶) انتخابِ مومن (۷) شاہکارِ انیس

افسانے :- (۸) صید و صیاد (۹) ایرانی افسانے

مذہب :- (۱۰) مجمع الکرامات

سوانح :- (۱۱) ابراہیم لنکن (۱۲) حسنین

تراجم :- (۱۳) فطرتِ اطفال (۱۴) باغبان (۱۵) الکحل اور زندگی

نظم :- (۱۶) مرثیہ شورِ محشر (۱۷) قصیدۂ عطار

اخلاقیات :- (۱۸) گلدستۂ اخلاق (۱۹) رفیقِ تنہائی

بچوں کا ادب :- (۲۰) پھولوں کی ڈالی (۲۱) ترانۂ ہند (۲۲) گمشدہ طالب علم (۲۳) ستارۂ جنوب (۲۴) حسن پکیسی (۲۵) جادوگرنی (۲۶) ہمت کا پھل (۲۷) گدڑی کا لال (۲۸) کاغذ کے کھلونے

تدریسی کتب :- (۲۹) بی اے کا پشین کورس (۳۰) عیارِ نظم (۳۱) ماہِ اردو (۳۲) جمالِ اردو (۳۳) نہالِ اردو (۳۴) نہالِ فارسی (۳۵) گوہرِ اردو

؎ ہفت روزہ الہام بہاولپور ۲۷ اگست ۱۹۷۶ء صفحہ ۳ ۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۴ جولائی ۱۹۷۶ء
پروفیسر حامد حسن قادری از محمد ایوب قادری (قومی زبان کراچی ماہ جون ۱۹۶۵ء) صفحہ ۷۷ ، ۸۳

(۳۶) جواہر اردو (۳۷) منظر اردو (۳۸) تاج اردو (۳۹) چمنستانِ اردو (۴۰) دامنِ گلچیں (۴۱) انتخاب مراثی انیس و دبیر (۴۲) نقشِ تازہ (۴۳) حرفِ نو (۴۴) SELACTED ENGLISH PIECES FOR URDU TRANSLATION (۴۵) اردو کا آسان قاعدہ

(ب) غیر مطبوعہ کتب

(۱) مقالاتِ قادری (۲) نقد و تبصرہ (۳) تحقیق و تصحیح (۴) تذکرہ و تبصرہ (۵) دفتر التواریخ (۶) میزان التواریخ (۷) جامع التواریخ (۸) آثار التواریخ (۹) تصویر التواریخ (۱۰) جلوہ گاہِ تضمین (۱۱) خزانۂ رباعیات (۱۲) مثنوی نمونۂ عبرت (۱۳) انتخاب دیوان غالب اردو (۱۴) انتخاب دیوانِ غالب فارسی (۱۵) انتخاب اکبر الٰہ آبادی (۱۶) دیوانِ غزلیات (۱۷) شجرۃ الاغنیاء (۱۸) اسبق الظفر (۱۹) انتخاب میرزا بیدل (۲۰) انتخاب رسا رامپوری (۲۱) کلیاتِ راز رامپوری (۲۲) کنز الکرامات (۲۳) یوسف زلیخا (۲۴) مقالاتِ ادبی (۲۵) جوہر شناسی اور دوسرے افسانے (۲۶) ORIENTAL RHETORIC (۲۷) مذہبی باتیں (۲۸) خمکدۂ رباعیات (۲۹) بیاضِ نعتیہ (۳۰) گنجینۂ تواریخ (۳۱) خلاصۂ تواریخ (۳۲) نوادر منتخبہ شعر و ادب (۳۳) مرآۃ شعر و سخن (۳۴) معلم الملکوت (۳۵) بچوں کی نظمیں (۳۶) مجموعۂ نظم

ان کتب کے علاوہ علم البیان و علم البدیع پر انگریزی میں بڑی معرکۃ الآرا کتاب لکھی جس میں عربی، فارسی، اردو اور انگریزی چاروں زبانوں کی مثالیں لکھی گئی ہیں۔ مختلف رسالوں میں شائع ہونے والے مضامین اس کے سوا ہیں پنجاب یونیورسٹی کے ایک طالب علم نے ایم اے کے امتحان کیلئے آپ پر ایک علمی مقالہ لکھا تھا۔ اب سندھ یونیورسٹی میں ایک صاحب پی ایچ ڈی کیلئے آپ پر مقالہ لکھ رہے ہیں۔

آپ نے دسمبر ۱۹۲۷ء میں علی پور شریف حاضر ہو کر حضرت امیر ملت قدس سرہٗ سے بیعت کی تھی آپ کے بھائی پروفیسر عابد حسین فریدی کی وفات پر حضرت امیر ملت محدث علی پوری قدس سرہٗ آگرہ تشریف لائے تو ۲ جولائی ۱۹۲۵ء کو آپ کو خلافت سے نوازا۔ آگرہ میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی میزبانی کا شرف آپ ہی کو حاصل ہوتا تھا۔[1]

حضرت حسرتی قادری صاحب عالم فاضل ہونے کے ساتھ بلند مرتبہ شاعر بھی تھے۔ غزل تو آپ نے صرف اوائل عمر میں کہی اس کے بعد نظم، نعت اور منقبت کہتے رہے۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی منقبت میں آپ نے کئی غزل نما نظمیں کہی ہیں۔ فن تاریخ گوئی میں اُستادی کا درجہ رکھتے تھے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف سے بے مثال اور برجستہ تاریخ نکالتے تھے۔ آپ نے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے وصال کی تاریخ قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے نکالی ہے

یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ (پ۳۰)

آپ کی کہی ہوئی تاریخوں کی کئی جلدیں اب تک غیر مطبوعہ حالت میں ہیں۔[2] جب تحریک پاکستان کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور تقسیم برصغیر کا اعلان ہوا تو آپ نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ پاکستان کہا۔

تاریخ اساس نیک پاکستان

۱۹۴۷ء

کُنتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ

۱۳۶۶ھ

ہوا قائم جو پاکستان آخر بھلی قسمت تھی ہندستان کی واللہ
سمجھتے ہیں اسے وہ مژدۂ امن جو اسلام اور مسلم سے ہیں آگہ

---

[1] سیرت امیر ملت ص۳۲ء — تذکرہ شعرائے جماعت ص۷۶ [2] سیرت امیر ملت ص۲۳۳، ۳۴ء
تذکرہ نقشبندیہ دکھنا ۵۸۸ء — ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور مارچ ۱۹۷۲ء ص۱۹۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور جولائی ۱۹۶۴ء ص۱۴۔ [3] سورۃ آل عمران رکوع ۲ پارہ ۴

یہ دنیا کو ہے آزادی کا پیغام — شب تاریک میں ہے مشعل راہ،
مساوات واخوت کا علمدار — سکون وعافیت کا پیش خیمہ
ریاست کی مثال بے مثالی — سیاست کا زمانے کو نمونہ
سناؤں قادری قرآں سے تاریخ — بتاؤں اسکی اک وجہ موجّہ

مسلمانوں کا پاکستان حق تھا
کہ تھا ارشاد "کنتم خیر امۃ"

۱۳۶۶ھ

سنہ ۱۹۵۵ء میں آپ کراچی تشریف لے آئے۔ تمام وقت عبادت وریاضت میں صرف فرماتے تھے اور سلسلہ نقشبندیہ کی توسیع میں لگے رہتے تھے۔ ہر ہفتہ باقاعدگی سے آپ کے گھر پر حلقہ ذکر ہوتا تھا۔ آپ بہت کم گو اور خاموش مزاج تھے۔ تواضع، مہمان نوازی، بردباری، انکساری اور راستبازی آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ آپ صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے مگر اخفاء کے قائل تھے اور ظاہر کرنا بالکل پسند نہیں کرتے تھے کہ آپ اہل دل، روشن ضمیر اور ولایت کے مرتبہ پہ فائز ہیں۔[۲]

۲۴ محرم الحرام سنہ ۱۳۸۴ھ / ۶ جون سنہ ۱۹۶۴ء کو کراچی میں وفات پائی اور پاپوش نگر کے قبرستان میں آسودۂ خاک ہوئے۔[۳] آپ کے صاحبزادگان ہر سال آپکا عرس مناتے ہیں۔ جناب صابر براری نے مندرجہ ذیل مادہ ہائے تاریخ وفات نکالے۔

"عزت وری پاک ادا"	"روشن چراغ مطلع امید"	"مقبول خلق حامد حسن قادری"
۱۳۸۴ھ	۱۹۶۴ء	۱۳۸۴ھ

۱؎ دبدبہ سکندری رامپور۔ شمارہ ۲ جولائی سنہ ۱۹۴۷ء ص ۲۔ ۲؎ سیرت امیر ملت ص ۴۳۷، ۴۳۳ ۳؎ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ (نکمیہ) ص ۵۵۵، ۵۸۸۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور مارچ سنہ ۱۹۷۲ء ص ۱۹۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور جولائی سنہ ۱۹۶۴ء ص ۱۴۔

آہ ہم سے آج رخصت ہو گئے حامد حسن — تھے ادیب العصر جو اور شاعرِ روشن دماغ
سالِ غم ہے اُن کا "صابر عالمِ دانا" کے ساتھ — "بجھ گیا علم و ادب کا ایک نورانی چراغ"

۱۹۷ + ۱۷۶۷ = ۱۹۶۴ء

حیف کہ صابر! شہ حامد حسن — کرد سفر سوئے ریاضِ جناں
سالِ وصالش بہ زباں آمدہ — "مسکنِ خلد است ادیبِ زماں"

۱۳۸۴ھ

جنابِ راشد علی صاحب بچھرالوی نے یہ قطعۂ تاریخ کہا ؎

حق سے واصل جو ہو گئے حامد — ہے وہاں ان پہ رحمت و برکت
گوشۂ قبر میں سکون ملا — "اب ملی ان کو خلد کی نعمت"

۱۳۸۴ھ

ہوا تاریک آنکھوں میں زمانہ — نہاں اب آفتابِ دیں ہوا آج
کہی تاریخ برجستہ یہ میں نے — "ندا آئی چراغِ دیں بجھا آج"

۳۵ — ۱۳۴۹ + ۳۵ = ۱۳۸۴ء
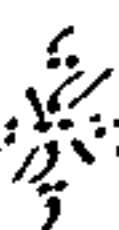
ؔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۲۱، صفحہ ۲۲

حضرت سید حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ موضع کہیوہ (کھیوہ) ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ آپ کو حضرت امیر ملت قدس سرہ کے محبوب خلیفہ پیر حیات محمد سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے بر موقعہ عرس شریف و بیسواں سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ علی پور شریف مورخہ ۹، ۱۰ اپریل ۱۹۲۳ء کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔[۱]

۱۹۳۲ء میں آپ نے اپنے پیر و مرشد پیر حیات محمد سیالکوٹی کے ساتھ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور مدینہ شریف میں حاضر ہو کر حضرت امیر ملت قدس سرہ کی زیارت کا شرف حاصل کر کے اپنی روح کو تسکین پہنچائی۔[۲]

---

۱ ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور اپریل ۱۹۲۴ء صفحہ ۲۴ ۔ ۲ ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ اپریل ۱۹۳۲ء صفحہ ۴۴

حضرت مولانا قاضی حفیظ الدین رہتکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ محلہ خطیباں رُہتک شہر کے رہنے والے تھے اور اسرائیلی شیوخ سے تعلق رکھتے تھے۔ والد گرامی کا نام مبارک شیخ کریم الدین تھا جو مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ اور اس خاندان میں شاہی زمانے سے خطابت اور عہدۂ قضا چلا آتا تھا۔ آپ نے ۱۹۱۰ء میں حضرت قبلۂ عالم امیر ملت قدس سرہٗ کے دستِ حق پر رُہتک میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اس وقت آپ جالندھر میں گرداور تھے۔[۱]

۱۹۲۲ء میں فتنۂ ارتداد کی سرکوبی کے لیے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ان کا احاطہ کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے جب آگرہ میں حضور امیر ملت قدس سرہٗ نے اس فتنہ کے انسداد کے لیے باقاعدہ مرکز قائم فرمایا تو حضرت مولانا غلام احمد اخگر امرتسری کو ناظم، حضرت قاضی حفیظ الدین کو نائب ناظم اور حضرت مولانا عبدالمجید قصوری کو انسپکٹر مدارس اور مبلغ مقرر فرمایا تھا۔ آپ نے اس فتنہ کو ختم کرنے کیلئے بے بہا خدمات انجام دیں۔ ان خدمات سے خوش ہو کر حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے اسی سال (۱۹۲۲ء) میں خلافت سے سرفراز فرمایا۔[۲]

آپ کا قد بلند و بالا، رنگ سانولا، آواز شیریں اور دلکش، تقریر دلپذیر تھی عام طور پر سفید لباس پہنتے اور سر پر سفید عمامہ ہوتا تھا۔ کبھی کبھی گول کھڑی ٹوپی بھی زیبِ سر فرماتے تھے کہیں باہر تشریف لے جاتے تو واسکٹ اور قبا بھی پہنتے اور عالمانہ شان و تمکنت کا اظہار رہتا طبیعت نہایت سادہ تھی تصنع اور بناوٹ نام کو بھی نہ تھا۔ کھانا نہایت سادہ ہوتا تھا۔ پان بھی استعمال فرماتے تھے۔ مگر حقہ نہیں پیتے تھے بلکہ نفرت تھی۔[۳]

---

[۱] برج گنج قصوری از محمد ادریس خاں غوری مطبوعہ لاہور ۱۹۵۶ء ص ۱۹۔ برج گنج علی پوری از محمد ادریس خاں قصوری مطبوعہ لاہور طبع دوم ص ۱۴۳، ص ۱۴۴
[۲] سیرت امیر ملت ص ۲۴۰۔ برج گنج قصوری ص ۲۰
تذکرہ شجاعت ص ۶۷
[۳] برج گنج علی پوری ص ۱۴۲، ص ۱۴۳۔

آپ کامل درویش اور بلند پایہ ولی تھے آپ کے سلوک میں جذب شامل تھا اور جذب کی یہ کیفیت تھی کہ ذرا ذرا سی بات پر چیخیں مارنے اور تڑپنے لگتے تھے۔ ذرا کسی کا ہاتھ چھو جاتے کوئی بلند آواز کان میں پڑ جائے کوئی نعرہ سن لیں یا شیخ کا ذکر کان میں پڑ جائے۔ غرض ذرا ذرا سی بات پر جذب کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی اور بعض دفعہ بڑی دیر تک قائم رہتی تھی کشف بہت بڑھا ہوا تھا۔ تصرف اور فیوضات کے عجیب عجیب واقعات لوگ روزانہ مشاہدہ کرتے تھے۔ آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔ مکاشفات اور تصرفات کے بھی بہت واقعات ہیں یاروں کی امداد کے لیے ہمہ وقت آمادہ رہتے تھے اور ان کی مشکلات حل فرماتے تھے [1]۔

حضرت قبلہ عالم امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۳۱ء میں حج و زیارت کے لیے تشریف لے جا چکے تھے۔ حضرت شمس الملت پیر سید نور حسین علیہ الرحمۃ (فرزند اصغر حضرت امیر ملت قدس سرہ) سجادہ نشین دوم نے حضرت قاضی صاحب کو اپنے ساتھ لے جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو آپ نے مدینہ منورہ تار دیکر حضرت امیر ملت قدس سرہ سے اجازت حاصل کی اور حج و زیارت سے فیضیاب ہوئے۔ حضرت الحاج ذاکر علی رہتکی اور حضرت الحاج نصیب خاں رہتکی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس سفر مبارک میں حضرت شمس الملت رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ گئے تھے [2]۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ سے عقیدت و محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کی یاد میں اکثر و بیشتر رو رو کر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے [3]

مری ٹوٹی ہوئی توبہ کے ٹکڑے   کوئی لادے در پیر مغاں سے
کہ ان کو جوڑ کر پھر توڑ ڈالوں   میں اک جام شراب ارغواں سے

آپ کی وفات حسرت آیات ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں رہتک (انڈیا) میں بعمر شریف زائد از ستر برس عشاء کی نماز ادا کرتے ہوئے ہوئی۔ حضرت مولانا عبدالحمید خان

---
[1] سیرت امیر ملت ص ۲۰۰ [2] سیرت امیر ملت ص ۲۰۱ [3] پنج گنج علی پوری ص ۱۹۶

قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مسجد شہیداں کے شہدائے کے مزارات میں آخری آرامگاہ بنی حضرت مولانا علامہ پروفیسر حامد حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تاریخ وفات اور مرثیہ لکھا۔[1]

تاریخہائے وفات

"بسم اللہ الباقی العظیم" ۱۳۶۳ھ

"آرامگاہِ جناب مولانا حفیظ الدین علیہ الرحمۃ" ۱۹۴۴ء

"خلیفۂ مجاز محبوب زبدۃ الاولیا رقبلہ عالم علی پوری ارواحنا فداہم" ۱۹۴۴ء

"ربکم ذو رحمۃ واسعۃ" ۱۳۶۳ھ

مرثیہ

حضرت قاضی حفیظ الدین تھے ۔ پیشوائے سالکاں ہادیٔ دیں

با خدا تھے حاجیٔ بیت الحرم ۔ زائرِ دربارِ ختم المرسلیں

قبلۂ عالم علی پوری سے تھا ۔ ان کو حاصل فیضِ عرفان و یقیں

فیض اُن کا عروۃ الوثقائے دہر ۔ خُلق اُن کا خلق کو حبلِ متیں

وعظ اُن کا روح پرور جاں نواز ۔ بات اُن کی دل کے اندر جاگزیں

عشقِ شیخ ایسا کہ مشکل ہے مثال ۔ جذبِ دل ایسا کہ دیکھا ہی نہیں

عشق کی بجلی بھری تھی جسم میں ۔ لگ گیا ہاتھ اور تڑپ اُٹھے وہیں

چلتے پھرتے بات کرتے دفعتہً ۔ نعرۂ اللہ تھا بس دلنشیں

ڈھونڈو عالم میں نہ پاؤ گے مگر ۔ باہمہ و بے ہمہ ایسا کہیں

وہ صفائے دل کہ فخر الاصفیاء ۔ اور تقویٰ وہ کہ راس المتقیں

---

[1] سیرت امیر ملت ص۲۱۷، ہر بخ گنج علی پوری ص۱۶۵، ہر بخ گنج قصوری ص۲۲، ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ اگست ۱۹۵۷ء ص۲۹۔

خود علائق سے مجرد بھی رہے ۔۔۔ صاحبِ تجرید بھی تھے بالیقیں
شغل اُن کا روز و شب شام و سحر ۔۔۔ خدمتِ مخلوقِ ربّ العالمیں
اِک جہاں کا درد اُن کے دل میں تھا ۔۔۔ ہو کسی کو غم وہ ہوتے تھے حزیں
کوئی ہو کیسا ہی مشکل کام ہو ۔۔۔ وہ بجز "ہاں" کے نہ کرتے تھے "نہیں"
دہلی و رہتک کی سب تاریکیاں ۔۔۔ اُن کے نورِ دل سے روشن ہو گئیں
آگرہ میں بھی ہے جاری اُن کا فیض ۔۔۔ تھے یہاں وہ ناظمِ دینِ مبیں
تھی رفیقوں کو بھی تاکیدِ نماز ۔۔۔ اور یہی اُن کا عمل تھا آخریں
کی نمازِ شب کی نیت باندھ کر ۔۔۔ جان نذرِ ایزدِ جان آفریں
بارھویں ذیقعد کی دن پیر کا ۔۔۔ پائے دن تاریخ بھی کیا بہتریں
رحمتِ حق اُن کی رُوحِ پاک پر ۔۔۔ پائیں قربِ رحمۃ للعالمیں
تا قیامت اُن کے درجے ہوں بلند ۔۔۔ اُن کا مسکن باغِ فردوسِ بریں

بھائی جی کا سالِ رحلت قادری!

کہہ دو "فی جناتِ عدنٍ خالدین"

۱۳۶۳ھ
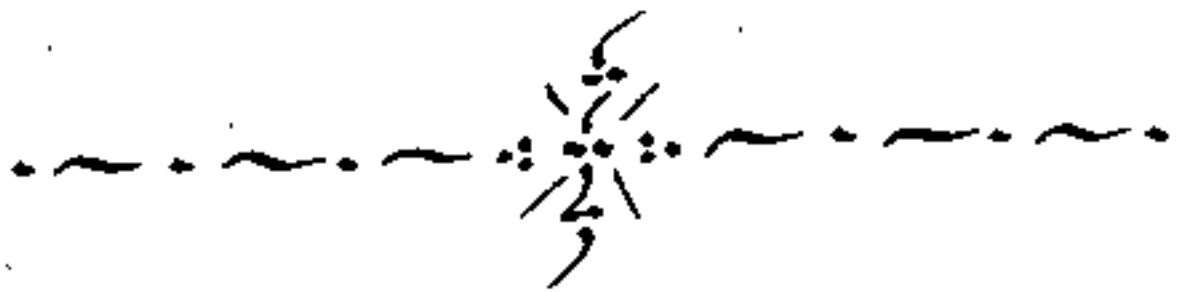
حضرت پیر حیات محمد شاہ سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے آباء و اجداد تیج وناڑہ (کشمیر) کے رہنے والے تھے۔ آپ کے بزرگ کشمیر سے منتقل ہو کر سیالکوٹ کے دیہات میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ آپ حضرت امیر ملت کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ حضرت قدس سرہٗ آپ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ آپ نے دین کی سربلندی کے لیے بڑی خدمات انجام دیں۔ دیہات کے بہت سے لوگوں نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔[۱]

آپ بڑے بزرگ، متقی، شب زندہ دار، صاحبِ کشف و کرامت ولی اللہ، خوش وضع، خوش خلق اور اسم با مسمّٰی تھے۔ علم باطن میں بحر بیکنار تھے۔ مجلس میں رونق افروز ہوتے تو مجلس منور ہو جاتی۔ بہت باحیا اور صاحبِ اسرار تھے۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے کشمیر کے تبلیغی دوروں میں آپ ہمراہ ہوتے اور حضرت کے مواعظِ حسنہ کا کشمیری زبان میں ترجمہ کر کے عوام کو مسحور کرتے۔ خود بھی اکثر کشمیر کے دوروں پہ تشریف لے جاتے اور وعظ و نصیحت سے خلقِ خدا کو فیض یاب فرماتے۔ آپ نے اپنی عمر شریف کا بیشتر حصہ مخلوقِ خدا کی خدمت اور دینِ حقہ کی رہنمائی اور سلسلۂ عالیہ کی ترویج میں بسر فرمایا اور تمام ملی تحریکوں میں پیر و مرشد کی معیت میں حصہ لیا۔[۲]

آپ کی وفات ۱۱ر جمادی الثانیہ ۱۳۶۱ھ / ۲۶ر جون ۱۹۴۲ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب ہوئی۔ وفات کی خبر آناً فاناً شہر سیالکوٹ میں پھیل گئی۔ اور یارانِ طریقت ملک عبدالعزیز کوٹلوی، جناب عبدالکریم اور جناب نظام الدین موٹر سائیکل کے ذریعے حضرت امیر ملت

---

۱ سیرت امیر ملت مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء صفحہ ۱۳۱۔ تذکرہ ہجرت صفحہ ۴۷۔ گلزار مدینہ صفحہ ۶۳
۲ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ از مولانا نور بخش توکلی (تکملہ) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء صفحہ ۵۵۷

قدس سرہٗ کے پاس علی پور شریف پہنچے۔ اور رحلت کی خبر دی۔ جنازہ دوسرے دن چار بجے بعد نمازِ عصر محلہ کچی مسجد سے اٹھایا گیا۔

حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ تشریف لے آئے۔ اور پیر صاحب مرحوم کے چہرہ کو دیکھا جو نہایت نورانی تھا۔ حضرت فقیہِ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلوی، مفتی نور الحسن خطیب جامع مسجد عبد الحکیم رح، مولانا امام الدین رائے پوری ایڈیٹر انوار الصوفیہ، مولانا عبد الغنی خطیب دو دروازہ، مولانا محمد یوسف سیالکوٹی، مولانا سید ابو البرکات سید احمد قادری لاہوری و دیگر علمار کرام کے علاوہ ہزاروں افراد کے اشکوں کے ہجوم میں حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور خود بنفسِ نفیس پیر صاحب کے جنازہ کو اپنا کندھا دیتے ہوئے قبر تک پہنچے۔ اور اپنے روبرو اپنے محبوب کو سپردِ خاک فرمایا۔[1]

فقیہِ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخِ وصال کہی ؎

تاریخِ وصالِ پاک | قبلۂ عصر عاشقِ شاہِ لولاک
۱۳۶۱ھ | ۱۳۶۱ھ

چوں ازیں دارِ فنا پیر محمد حیات | روئے خود از ہمہ احباب بپوشید و نہفت
بہرِ تاریخِ وصالش چوں نگوں کردم سر | "رفت در جنتِ جاوید" دلم سالش گفت[2]

۱۳۶۱ھ

پیر و فقیہ حامد حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تاریخ نکالی۔

مرقدِ پاک الحاج پیر محمد حیات[3]

۱۳۶۱ھ

---

[1] تذکرہ مشائخ نقشبندیہ (تکملہ از محمد صادق قصوری) مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۶ء صفحہ ۵
[2] محمد صادق قصوری مضمون پیر حیات محمد سیالکوٹی بعنوان روزنامہ الہام بہاولپور ۱۴ جولائی سنہ ۱۹۷۶ء
[3] راحت القلوب از مفتی محمد شفیع صفحہ ۱

حضرت مولانا مرزا حسن بیگ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا مرزا حسن بیگ صاحب ہندوستانی سکول ریاست میسور کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ آپ نہایت پرہیزگار، متقی اور صاحبِ باطن بزرگ تھے۔ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے شیدائی اور دیوانے خادم تھے۔ حضرت قدس سرہٗ نے آپ کو اجازت و خلافت سے بھی نوازا تھا، تا زیست میسور (انڈیا) میں ہی خدمتِ خلق میں منہمک رہے۔

آپ فنا فی الشیخ کی منزل تک پہنچے ہوئے تھے۔ حضرت بھی آپ پر خصوصی نظرِ کرم فرماتے تھے۔ تبلیغِ دینِ متین کے سلسلے میں بھی آپ کی مساعی قابلِ قدر ہیں آپ کی رحلت مئی سنہ ۱۹۱۸ء میں ہوئی[1]

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ؁

---
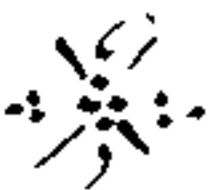
[1] ... مئی ۱۹۱۸ء سنہ ۱۹۱۸ء صد آخر ٹائیٹل

خادم الملت حضرت پیر سید خادم حسین شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت امیر ملت قدس سرہ کے منجھلے صاحبزادے تھے[۱]۔ بچپن ہی سے ذہین متقی اور پرہیزگار تھے۔ اتباع شریعت کا آپ کو ابتدا سے خاص اہتمام مدنظر رہتا تھا حضرت حافظ قاری شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ سے کلام مجید حفظ کیا اس کے بعد اردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم علی پور شریف ہی میں حاصل کرنے کے بعد تشنگی علم کشاں کشاں لاہور لے آئی۔ یہاں آپ نے مسجد پٹولیاں کے ایک حجرے میں قیام کیا اور علوم عربیہ کی تحصیل کی۔ ازاں بعد اورینٹل کالج لاہور میں داخل ہو کر مولوی فاضل کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔

یہ امر محتاج وضاحت نہیں ہے کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے قادیانی فتنہ کی سرکوبی کے لیے جو کام کیا ہے اس کی نظیر برصغیر کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔ قادیانی گروپ آپ کا نام سن کر ہی حواس باختہ ہو جاتا تھا اور حضرت کو گزند پہنچانے کے منصوبے سوچتا رہتا تھا چنانچہ اس نے حضرت کے خلاف اشتہار بازی کی۔ مقدمے دائر کیے، مناظرہ کے چیلنج دیے مگر ہر دفعہ حضرت نے انہیں شکست فاش سے دوچار کر دیا، چنانچہ اب قادیانیوں نے بدلہ لینے کی ایک نئی سکیم بنائی اور حضرت صاحبزادہ خادم حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک فوجداری مقدمہ دائر کر دیا۔ صاحبزادہ صاحب اس وقت اورینٹل کالج میں زیر تعلیم تھے۔

اس مقدمہ کی پیروی کے لیے حضرت اقدس نے تقریباً ایک سال تک مسجد پٹولیاں اندرون لوہاری دروازہ میں قیام فرمایا۔ دشمن چاہتے تھے کہ حضرت کو اس طرح پریشان کریں کہ تبلیغ و ارشاد کا یہ سلسلہ ختم ہو جائے لیکن ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ معاندین کا یہ اقدام ان کے منشا کے بالکل برعکس نکلا۔ مسجد پٹولیاں میں قیام کے زمانے

---

[۱] آپ کی ولادت تقریباً ۱۲۹۲ھ میں ہوئی۔ (تذکرہ محدث سورتی از خواجہ رضی حیدر، کراچی ۱۹۸۱ء، صفحہ ۲۶)

میں حضرت کا فیضِ عام جاری رہا۔ بڑے پیمانے پر حضرت کا لنگر قائم تھا۔ سامان خورد و نوش برابر گھر سے منگواتے رہے اور مہمانوں کی خاطر مدارات جاری رہی۔ مسجد میں ہر رات آپ وعظ فرماتے۔ جس میں دُور و نزدیک کے لوگ شرکت کے لیئے آتے اور فیض یاب ہوتے ان ایام میں بے شمار لوگ تائب ہو کر داخلِ سلسلۂ عالیہ ہوئے۔

مقدمہ کی پیروی کے لیئے مولانا محرم علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت کی طرف سے وکیل تھے۔ دُوسرے وکلاء بھی شریک تھے۔ لیکن بحث میاں سر محمد شفیع بیرسٹر مرحوم نے کی اور پہلے کی طرح اب بھی وہ کسی محنتانہ کے رَوادار نہ ہوئے جناب خواجہ ماسٹر محمد کرم الٰہی رحمۃ اللہ علیہ ایڈووکیٹ سیالکوٹ سے مقدمہ کی پیروی کے لیئے برابر آیا کرتے تھے۔ جس رات کی صُبح فیصلہ سُنایا جانا تھا وہ رات حضرت نے حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں بسر کی۔ صُبح ہوتے ہی آپ نے خادم حاجی عبداللہ امرتسری کو حُکم دیا کہ "آج فیصلے کی تاریخ ہے پلاؤ زردہ کی دیگیں چڑھا دو"۔ حاجی صاحب نے عرض کیا کہ بَری ہونے کا فیصلہ ہو جائے تو دیگیں چڑھا دیں گے۔ فرمایا "تم ابھی سے کام شروع کر دو۔ اللہ تعالیٰ بَری کرے گا"۔ چنانچہ صاحبزادہ صاحب باعزت طور پر بَری ہو گئے۔

مقدمہ سے برأت کے بعد صاحبزادہ صاحب کانپور تشریف لے گئے، اور مدرسہ جامع العلوم سے درس نظامی اور دورۂ حدیث کی سند حاصل کی[ل] ۔ اس زمانے میں آپ کو گھر سے دُور رہ کر مُشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا لیکن حصولِ علم کے ذوق و شوق میں آپ نے ہر سختی کو سہل سمجھا اور عالم فاضل بن کر گھر واپس آئے اور حضرت امیرِ ملّت کے دستِ حق پر بیعت کر کے اجازت و خلافت حاصل کی۔

ل آپ نے مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت (یوپی) میں حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی رح سے بھی استفادہ کیا۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور فروری ۱۹۱۵ء صفحہ ۶

آپ کی زبان مبارک میں معمولی سی لکنت تھی لیکن اس پر بھی علمی اور تبلیغی مشاغل میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ ہمیشہ نماز فجر کے بعد کلام مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔ تبلیغ وارشاد کے لیے دُور دُور تک دورے فرماتے۔ بڑے وسیع الاخلاق، خوش مزاج بُردبار اور اوصاف حسنہ سے آراستہ تھے۔ آپ کی سخاوت اور دریا دلی کے واقعات زبان زدِ عام وخاص ہیں۔ غربا، ومساکین کی دستگیری اور حاجت روائی آپ کا شیوہ اور ہر ایک کی امداد واعانت آپ کا خاصہ تھا۔

آپ کو مطالعہ کتب کا بہت شوق تھا۔ آپ نے اپنا ذاتی کتب خانہ قائم کیا تھا۔ جس میں قیمتی کتابوں کا قابل قدر ذخیرہ تھا۔ آپ نے اپنا سارا کتب خانہ مدرسہ نقشبندیہ علی پور شریف کے لیے وقف کر دیا تھا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ کے تبلیغی، دینی، ملی اور فلاحی کاموں میں بھرپور حصہ لیتے تھے اور اس مقصد کے لیے دُور ودراز مقامات کے دورے فرماتے رہتے تھے۔ تین مرتبہ زیارت حرمین شریفین اور مدینہ شریف سے مشرف ہوئے۔

اکتوبر ۱۹۵۱ء میں کچا کھوہ ضلع ملتان کے قریب ایک پیر بھائی کے گھر فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لے گئے اس وقت کچا کھوہ ریلوے اسٹیشن پر گاڑی بہت کم وقت کیلئے رکتی تھی چنانچہ آپ ریل سے اُترنے نہ پائے تھے کہ گاڑی چل پڑی آپ چلتی گاڑی سے اترے تو گر پڑے اور دونوں پاؤں میں سخت چوٹ آئی جس سے کافی خون بہا۔ اسی حالت میں آپ کو خانیوال کے ہسپتال پہنچایا گیا۔ زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے ہسپتال والے بھی کچھ نہ کر سکے اور وہیں آپ نے ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۱ء مطابق ۱۱ محرم ۱۳۷۱ھ بروز پیر جام شہادت نوش فرمایا میت شریف علی پور سیداں لائی گئی اور حضرت امیر ملت قدس سرہ کے روضہ شریف میں مرقد منور کے بائیں طرف مشرق میں آپ کو دفن کیا گیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سیرت امیر ملت صفحہ ۲۵، ۲۵۲، ۶۹۰، ۶۹۲۔

حضرت الحاج میاں خوشی محمد فیروزپوری ثم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۰۱ء میں فیروزپور شہر (انڈیا) میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک میاں جلال الدین تھا۔ آباء و اجداد سے پیشہ زرگری تھا۔ والد ماجد مایہ ناز نعت خوان تھے آپ نے پرائمری تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے والد ماجد کے ساتھ زرگری کا کام کرنا شروع کر دیا۔ ۱۹۱۶ء میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کے دست اقدس پر سعادت بیعت حاصل کی آپ کے علاوہ تمام خاندان بھی حضرت اقدس قدس سرہ سے مریدی کا شرف رکھتا ہے۔

ایک مرتبہ دشمنوں نے آپ پر قاتلانہ حملہ کر دیا اور آپ کو اپنی طرف سے ختم کر کے پھینک کر چلے گئے مگر آپ اللہ کے فضل و کرم سے محفوظ رہے۔ آپ کے والد گرامی میاں جلال الدین مرحوم نے حضرت امیر ملت قدس سرہ کی خدمت اقدس میں عریضہ اور تار ارسال کئے جس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ :-

میاں جلال الدین! فکر کرنے کی کوئی بات نہیں ہے میں نے خوشی محمد کو خدائے بزرگ و برتر سے مانگ لیا ہے اس کا کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا۔

غرض آپ بہت جلد صحت یاب ہو گئے۔ غسل صحت کے بعد آپ دربار عالیہ علی پور شریف حاضر ہو کر قدمبوس ہوئے تو حضرت قدس سرہ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ایک مرتبہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے لیے تعویذ کی گزارش کی تو حضرت نے فرمایا کہ :-

" گھبرائیے نہیں خوشی محمد کا تعویذ میں ہوں "

اس کے بعد والدہ ماجدہ نے کبھی تعویذ کے لیے عرض نہ کیا کیونکہ انہیں ضامن عظیم مل چکا تھا۔

آپ کو حضرت قبلۂ عالم امیر ملت قدس سرہٗ کے ساتھ حج و زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ کشمیر، نیلگڑھی، حیدر آباد دکن اور پنجاب کے سفروں میں بھی خدمت کا موقعہ نصیب ہوتا رہا۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں سالانہ عرس مبارک علی پور شریف کے موقعہ پر آپ کو دستارِ خلافت عنایت ہوئی اور لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے۔

آپ حضرت راقب قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے بہت بڑے عاشق تھے اُن کا کلام بڑے ذوق و شوق سے سُنایا کرتے تھے۔ چنانچہ رُباعیاتِ راقب کے نام سے اُن کے کلام کو تلاش کر کے چھپوایا۔ اگست سنہ ۱۹۷۲ء میں موضع کھبل (ہری پور ہزارہ) میں حضرت پیر سیّد نذر حسین شاہ مدظلہ کے زیر اہتمام حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے سالانہ عرس مبارک میں حاضر ہوئے۔ واپسی پر ۲۴ رجب المرجب سنہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۴ اگست سنہ ۱۹۷۲ء دریائے سندھ عبور کرتے وقت طبیعت خراب ہو گئی اور جونہی کشتی کنارے لگی آپ کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ کی رحلت کی خبر فوراً حضرت پیر سیّد نذر حسین شاہ صاحب مدظلہ کو پہنچائی گئی آپ تشریف لائے اور غسل دے کر نماز جنازہ پڑھائی اور پھر جسدِ مبارک کو ملتان لائے۔ جہاں ہزاروں آدمیوں نے نماز جنازہ ادا کی اور قبرستان مائی پاک دامن نزد ملتان شہر ریلوے اسٹیشن میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

آپ کے چھوٹے بھائی حاجی محمد شفیع صاحب سجادہ نشین ہیں جو ہر سال سالانہ ختم شریف کراتے ہیں اور آپ کی طرف سے علی پور شریف حاضری دیتے ہیں[1]۔

---
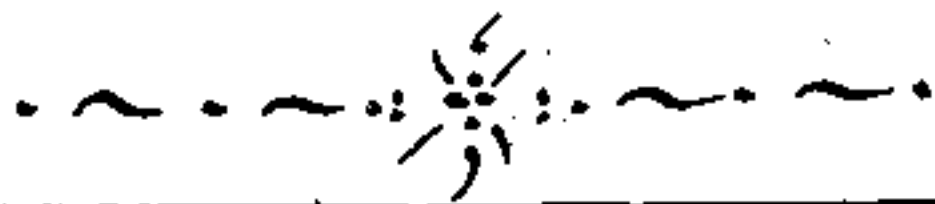
[1] سیرت امیر ملت صفحہ ۳۲۴، ۴۴۴، تذکرہ شہر جماعت صفحہ ۲۶۷۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ جولائی سنہ ۱۹۳۷ء صفحہ ۳۴ تا ۱۱، قلمی حالات از حاجی محمد شفیع بذریعہ جناب خواجہ عبد الحکیم فاضل ایڈووکیٹ ملتان (iii)، ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور اگست سنہ ۱۹۷۲ء صفحہ ۲۶

حضرت حکیم خادم علی سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

سادہ طبیعت، روشن ضمیر، اخلاق پاکیزہ کے مالک اور مشہور و معروف بزرگ حکیم خادم علی کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں ۱۸۶۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ حافظ قرآن علوم دینیہ میں علامۂ زماں، طب میں فخر روزگار اور شعر و شاعری میں باکمال تھے۔ بیعت و خلافت سلسلۂ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت حافظ عبدالکریم عیدگاہ راولپنڈی والوں سے تھی۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ سے بھی خلافت کی نعمت عظمیٰ کا شرف حاصل تھا۔ قادر الکلام خطیب اور بے مثل شاعر تھے[1]۔

اپنی بزرگی پر طب کا پردہ ڈال رکھا تھا۔ غریب پرور اور وفاشعار تھے حکیم عبداللہ صاحب سکھ مذہب چھوڑ کر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ اُن کی وفات کے بعد طویل عرصہ تک ان کے مطب واقع اڈا اشتہار خاں پر تشریف لے جاتے رہے اور مریضوں کو نسخے لکھ کر دیتے رہے تاکہ حکیم عبداللہ مرحوم کا مطب چلتا رہے اور بچوں کی کفالت ہوتی رہے[2]۔

آپ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے خاص طبیب تھے جب بھی حضور بیمار ہو جاتے تو آپ روزانہ بلاناغہ سیالکوٹ سے علی پور سیداں حاضر ہو کر علاج معالجہ میں سرگرم رہتے تھے۔ اور اگر ضرورت ہوتی تو رات کو بھی ٹھہر جاتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ

"اگر مجھ سے قیامت میں سوال ہوا کہ تُو نے دُنیا میں کیا کام کیا؟
تو میں عرض کروں گا کہ تیرے ایک بندے کی نبض دیکھی ہے
اور میری نجات کیلئے اتنا ہی کافی ہوگا"[3]۔

---

[1] مجلہ طبیہ لاہور اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۵ [2] سیرت امیر ملت مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء صفحہ ۴۲۲ [3] بروایت مولانا محمد عالم مدظلہ سیالکوٹی
[4] سیرت امیر ملت صفحہ ۲۲۴۔

آپ نے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی شان میں بہت سے قصیدے لکھے مگر مندرجہ ذیل قصیدے کو شہرتِ عام اور بقائے دوام حاصل ہوئی ہے

جماعت علی شاہ فرخ نہاد — کہ مانندِ او بطنِ گیتی نزاد
مطیعِ رسول و مطاعِ جہاں — بذکرِ خداوند رطب اللساں
سرِ خیلِ حجاجِ بیت الحرام — بلبِ تلبیہ آبِ زمزم بجام
حضورِ پیمبر شدہ بارہا — بقلبش ازاں نورِ انوار ہا
کلامِ خدا را امیں سینہ اش — پئے مخلصاں وقف گنجینہ اش
چناں نسبتش بُد بخیر الوریٰ — کہ ہرگز نگشتے ز سنت جدا
بہ بزمِ احبا بسے مہرباں — بہ رزمِ مخالف چو شیرِ ژیاں
عدو را مطابق بہ تدبیر کرد — دلِ اہلِ آفاق تسخیر کرد
ز نورش بسے سینہا مستنیر — بباطن فقیر و بظاہر امیر
نرفت از درش ہیچ ناکامیاب — عیاں فیض او صورتِ آفتاب
شد از صحبتش ہر غفلت شعار — حقیقت شناس و تہجد گزار
ہمہ را بایثار ترغیب داد — بہ ہر کس درِ مہربانی کشاد
شریعت مدار و طریقت پناہ — حقیقت رس و معرفت درسگاہ
جہاں گشت از بہرِ تبلیغِ دیں — در آورد دلہا بزیرِ نگیں
سیاست بتائیدِ او بہرہ مند — شدہ قوم از ہمتش سربلند
بسادہ بیاں کشفِ اسرار کرد — بسے گنجِ بر خلق اظہار کرد
در اوصافِ پاکش دلیرانہ گو — کہ بدخوئی ہرگز نبود اندرو
بہ دنیا چو ابرِ بہاراں گذشت — خراماں درخشاں و باراں گذشت
ز دارِ فنا شد بدار البقاء — نباید ز ما ہدیہ جز دعا

بروحش خداوند رحمت کند
بجنت مقام بلندش دہد

آپ کی رحلت ۳۰ جمادی الثانی ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۹۷۱ء کو ہوئی۔ پچاس ہزار سے زائد لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ جس سڑک پر آپ قیام فرما تھے اس سڑک کا نام حکیم خادم علی روڈ رکھ دیا گیا ہے۔ ہر سال آپ کا عرس مبارک بڑے ادب و احترام سے منایا جاتا ہے۔ آپ کی متعدد تصانیف شائع ہو چکی ہیں[۱]۔

مشہور زمانہ طبیب اور فاضل جناب حکیم نیّر واسطی نے آپ کی وفات پر مندرجہ ذیل تاثرات کا اظہار کیا۔

"راقم الحروف نے گزشتہ اگست کے آخری ہفتے کے چند دن سوات میں گزارے۔ واپسی پر معلوم ہوا کہ طب قدیم کی عظیم یادگار جسے حکیم خادم علی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا ہم سے چھن گئی۔

سر زمین سیالکوٹ نے جہاں شاعری میں اقبال کو جنم دیا وہاں طب میں حکیم خادم علی جیسی عظمت کو پیدا کیا۔ حکیم خادم علی رحمۃ اللہ علیہ علم و عمل میں کمال کے علاوہ تصوف، شعر اور ادب میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی فیاضیوں نے وہ تمام خصوصیتیں مرحوم میں جمع کر دی تھیں جو آج سے چند سو سال پہلے ہماری قوم میں پائی جاتی تھیں۔

سنا ہے کہ حکیم صاحب نے ایک سو بائیس سال کی عمر پائی[۳] لیکن ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ یہ مدت چشم زدن میں گزر گئی اور ہم اسلاف کی اس دولت سے مستقبل میں کچھ بھی استفادہ نہ کر سکے۔ آج آپ کی وفات سے نہ صرف سیالکوٹ ہی میں اندھیرا چھا گیا بلکہ حقیقت

---

۱ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور اپریل مئی ۱۹۶۱ء ص ۴۹، ۵۰۔ ۲ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور اکتوبر ۱۹۷۱ء ص ۴۹ ماہنامہ انوار الصوفیہ ستمبر ۱۹۷۱ء ص ۱۱ ۳ حکیم آفتاب احمد قرشی نے آپکی عمر ۱۰۵ سال لکھی ہے (مجلہ طبیہ اکتوبر ۱۹۷۱ء ص ۱)

یہ ہے کہ پاکستان میں علم و حکمت کی آخری شمع کے پروانے کی وہ خاکستر بھی نذرِ حوادث ہو گئی جو رونقِ محفل کی آخری یادگار تھی آہ ؎

تا سحر وہ بھی نہ چھوڑی تُو نے اے بادِ صبا!
یادگارِ رونقِ محفل تھی پروانے کی خاک[1] "

زبدۃ الحکماء حکیم آفتاب احمد قرشی نے آپ کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا۔

" وہ بلاشبہ اس دور کے قطب تھے اُن سے لاکھوں انسانوں نے فیض پایا — وہ مستجاب الدعوات تھے جو دُعا بھی کرتے بارگاہِ ایزدی میں شرفِ قبولیت حاصل کرتی ——— وہ مردِ مومن تھے اُن کی نگاہ تقدیر کو بدل دیتی تھی۔ ان کی ذات سے بے اختیار کرامتیں صادر ہُوا کرتی تھیں ——— وہ چشمۂ فیض تھے۔ جس سے لاکھوں انسان شادکام ہُوئے اس کے باوجود انھوں نے بہت کم حضرات کو بیعت کیا۔

فخرِ سیالکوٹ حکیم خادم علی فرمایا کرتے تھے "مَیں خود گناہ گار انسان ہُوں دوسروں کے بوجھ اُٹھانے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے"۔

رأس الاطباء حکیم خادم علی طب میں یگانہ حیثیت کے حامل تھے۔ مریض کا معائنہ کرتے تو مریض کا ماضی، حال اور مستقبل اُن پر روشن ہو جاتا۔ وہ اصل مرض کی نشاندہی کرتے۔ اُن کی اُنگلیوں پہ سو سو تھرمامیٹر قربان تھے۔ وہ صاحب کمال تھے ..... غریبوں اور یتیموں سے انھیں دلی اُلفت تھی۔ یتیم لڑکیوں کی شادی کا انتظام، غریب طلباء کی تعلیم کا اہتمام کرتے، انھوں نے سینکڑوں طلباء کو تعلیم دلائی مگر یہ امداد خاموشی سے کیا کرتے تھے۔

---

[1] ماہنامہ شاہکار لاہور ستمبر ۱۹۷۱ء ص ۶

وہ بزرگوں کے مزار پہ حاضری بھی دیا کرتے۔ سرہند شریف اجمیر شریف اور کلیر شریف جاتے آزادی کے بعد وہ چورہ شریف، پاکپتن لاہور اور راولپنڈی کا سفر کر کے اپنے ذوق کی تسکین کرتے۔

وہ نغز گوشاعر تھے انہوں نے بارگاہِ نبوّت میں عقیدت و نیاز مندی کے جذبات کو دلآویز اشعار کی صورت میں پیش کیا ہے۔ وہ عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے وہ صاحب طرز ادیب تھے اُن کا خط پُختہ تھا وہ خود خطوط کا جواب لکھا کرتے تھے۔[۱]

الحاج مولوی عبدالکریم ہاشمی نقشبندی (کوٹ جعفر) نے آپ کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے[۲]

قبلۂ خادم علی، خادم رسولؐ — خادمِ صدیقؓ و حسنینؓ و بتولؓ
وقف کردہ عمر در تبلیغ دیں — رحمت دیں بر روانِ او نزول
گامزن شد قوم در راہِ صفا — سنّتِ خیر الوریٰ کردہ قبول
در طریق نقشبندی شرفِ او — استقامت باکرامت شد حصول
خُلق نیکو پرتوِ خُلقِ نبیؐ — حلم پیشہ بود در رنج و ملول
ذکرِ حق صبح و مسا مرغوبِ او — عشقِ کامل کرد جسم او ذبول
تربتِ او بوسہ گاہِ عاشقاں — طالباں را فیض ازو پیہم وصول
مورخ را شد بارہا صحبت نصیب — دیدمش بس محو در حبِّ رسولؐ

یا الٰہ العالمین توفیق دہ
تا رود بر راہِ سنّت با اصول

---

[۱] ماہنامہ مجلّہ طبیبیہ لاہور اکتوبر ۱۹۷۱ء نمبر ۶ ص ۵، ص ۶
[۲] ۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور جون ۱۹۷۲ء نمبر ۱ ص ۲۱

حضرت الحاج ذاکر علی رہتکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت حافظ انور علی رہتکی ڈسٹرکٹ جج رہتک کے فرزند ارجمند تھے آپ کی ولادت باسعادت ۲۹ محرم الحرام ۱۳۲۰ھ مطابق ۲۰ جون ۱۹۰۲ء محلہ قلعہ رہتک شہر میں ہوئی۔ میٹرک کرنے کے بعد رہتک میں ہی ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفس میں کلرک بھرتی ہوگئے اور ترقی کرتے ہوئے ہیڈ کلرک بن گئے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے پر آپ کا تبادلہ سرگودھا میں ہوگیا۔ چنانچہ آپ ۱۳ نومبر ۱۹۴۷ء کو اسی آسامی پر سرگودھا میں فائز ہوئے۔ پھر فروری ۱۹۴۹ء سے لائل پور تبدیل ہوگئے۔ جون ۱۹۵۱ء میں اے جی پی آر کراچی کے دفتر میں تبادلہ کروالیا کیونکہ تمام عزیز و اقارب یہیں قیام فرما تھے۔ جون ۱۹۶۲ء بعمر ساٹھ سال سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ سے ریٹائر ہوگئے۔ پھر پی ای سی ایچ سوسائٹی آفس کراچی میں بمشاہرہ سوا گیارہ سو روپے ملازم ہوئے اور ۱۹۷۸ء میں اکاؤنٹ آفیسر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔

آپ نے حضرت مولانا محمد حسین قصوری، حضرت مولانا قاضی حفیظ الدین رہتکی حضرت مولانا عبدالمجید قصوری بھجبری، مولانا محمد رفیع ساکن سوہنی پتی ضلع رہتک، مولانا پروفیسر عابد حسن فریدی، پروفیسر حامد حسن قادری سے دینی تربیت حاصل کی اور ۱۰ جولائی ۱۹۲۰ء کو حضرت امیر ملت قدس سرہ کے دست حق پر شرف بیعت حاصل کیا اور ۲۸ فروری ۱۹۴۰ء کو علی پور شریف میں حضرت امیر ملت قدس سرہ نے آپ کو اجازت و خلافت سے نوازا۔

آپ بڑے عابد و زاہد اور متقی بزرگ تھے۔ کئی دفعہ حج و زیارت کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔ ۱۹۴۶ء کے حج مبارک پر آپ نے حاجیوں کی بہت خدمت کی تو حضرت

امیرِ ملت رح نے خوش ہو کر فرمایا کہ :-

"تم نے حاجیوں کی بڑی خدمت کی ہے میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں کہ تمہارا حج مقبول و مبرور ہوا"۔

آپ کراچی میں سلسلہ عالیہ کی تبلیغ و ترویج میں دن رات کوشاں رہے حضرت بخشی مصطفیٰ علی خاں رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے حکم پر کراچی سے مدینہ شریف ہجرت فرمانے لگے تو انھوں نے حضرت صاحبزادہ سید اختر حسین رح کے ذریعے حضرت قدس سرہٗ سے دریافت کیا کہ میرے چلے جانے کے بعد کراچی میں کون کام کرے گا تو حضرت قدس سرہٗ نے ادنیٰ تامل کے بعد فرمایا کہ "ذاکر علی سے بہتر کوئی آدمی نہیں ہے"۔ چنانچہ توسیعِ سلسلہ کے لیے آپ نے بہت قابلِ قدر کام کیا[1]۔ مندرجہ ذیل کتابیں آپ کے علمی ذوق کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

۱۔ ذکرِ الٰہی (حصہ اوّل) :- یہ آپ کے والدِ گرامی حضرت حافظ انور علی رہتکی نقشبندی (م ۱۹۲۰ء) رحمۃ اللہ علیہ کی انگریزی تصنیف (ZAKIR'S HAND BOOK) کا اردو ترجمہ ہے۔

۲۔ ذکرِ الٰہی (حصہ دوم) :- یہ آپ کی ہمشیرہ کلاں جنابہ صوفیہ باندی (م ۱۹۷۲ء سرگودھا) کی کتاب ذاکرہ بیگم کی تلخیص ہے۔

آپ کی رحلت ۱۵ مئی ۱۹۷۹ء مطابق ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ بروز منگل بوقت فجر حالتِ نماز میں ہوئی اور کراچی میں ہی سپردِ خاک ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن[2] آپکی رحلت پر بہت سے شعراء نے قطعاتِ تاریخِ وفات کہے فرید قریشی اکبرآبادی کا قطعہ درج ذیل ہے ؎

میرے ممدوح حاجی ذاکر علی فیضِ روحانی کا تھے جو ایک باب
قبلۂ عالم کے منظورِ نظر اور تھے انور علی رح کے دل کی تاب

---

[1] سیرتِ امیرِ ملت ص ۲۰۳، مکتوبِ گرامی الحاج ذاکر علی بنام مؤلف از کراچی محررہ ۳۰ اگست ۱۹۷۶ء مکتوبِ گرامی جناب حسام الدین بنام مؤلف از کراچی محررہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۶ء - تذکرہ شجاعت ص ۷۰
[2] ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور جون جولائی ۱۹۷۹ء ص ۳۵

تھے جماعت میں علی کی وہ شریک میر حلقہ بھی تھے کراچی کے جناب
انکسار و عجز و طاعت بے ریا زہد و تقویٰ آپ کا تھا بے حساب
از سر افسوس کہہ دو اے فرید:
فوت شد ذاکر علی صاحب جناب

۱۹۷۸ + ۱ = ۱۹۷۹ء
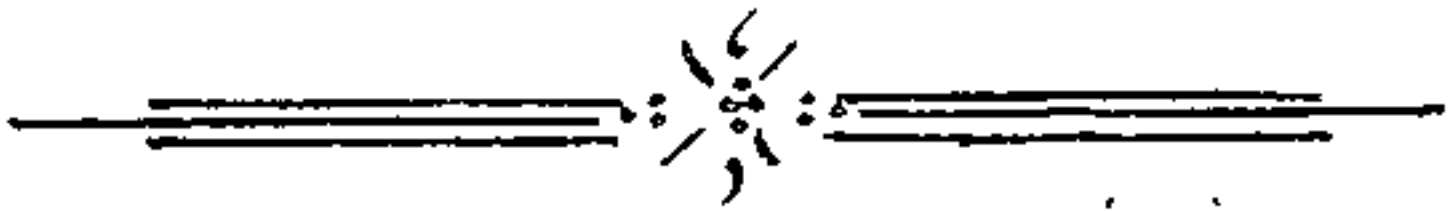
حضرت میاں رجب علی جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ موضع جھنگی بلوآنہ چک نمبر ۲۰۳ ج ب تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ کے رہنے والے تھے۔ آپ کی ولادت تقریباً ۱۸۶۱ء میں ہوئی۔ جیٹھ سپرا قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ والد گرامی کا نام سردار بخش ولد حشمت علی بن معظم خان تھا۔ والدہ ماجدہ کا اسم مبارک سلماں بی بی تھا۔

آپ بڑے قد و قامت والے اور طاقتور نوجوان تھے۔ ڈاکہ زنی، بدمعاشی اور چوری کے سلسلہ میں تمام ضلع میں مشہور و معروف تھے۔ اس سلسلہ میں آپ کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ لوگ آپ کا نام سن کر کانپ اٹھتے تھے یہاں تک کہ جو عورت اپنے بچے کو ڈرانا چاہتی تو کہتی کہ "دیکھ وہ رجو (رجب علی) آرہا ہے۔" بچہ یہ سنتے ہی مارے ڈر کے سہم جاتا غرض لوگ بہت تنگ آچکے تھے۔ حکومت نے آپ کی ان روزانہ کی کارروائیوں سے تنگ آ کر آپ کے گاؤں میں پولیس چوکی قائم کر دی۔ کئی مرتبہ پولیس چوکی سے آپ کی جھڑپیں ہوئیں اور پولیس کا نقصان بھی ہوتا رہا۔ غرض پولیس چوبیس گھنٹے آپ کی نگرانی کرتی رہتی تھی۔

۱۹۱۴ء میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ آپ کے گاؤں کے قریب کسی گاؤں میں[1] تشریف لے گئے تو پیر بخش تھانیدار جو حضرت امیر ملت قدس سرہٗ سے بیعت تھا۔ آپ کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کے بعد عرض کیا کہ "حضور! دعا فرمائیے کہ یا تو ہماری تبدیلی ہو جائے یا رجب علی مر جائے۔" حضور نے فرمایا۔ کیوں؟ تھانیدار نے کہا کہ "یہ ڈاکے ڈالتا ہے لوگوں کو تنگ کرتا ہے اور ہمیں بھی بے عزت کرواتا ہے۔ ہم اس کی ان حرکتوں سے بہت تنگ آچکے

---

[1] موضع پسلیانوالہ

ہیں حضور نے فرمایا کہ "میں نے ساری عمر کسی کے لیے بد دعا نہیں کی ہاں دعا کرتا ہوں"۔ یہ
سن کر آپ (رجب علی) نے کہا کہ میں نے بڑے پیر دیکھے ہیں۔ حضور نے فرمایا:-
"تو نے بڑے بڑے پیر دیکھے لیکن تجھے کسی نے نہیں دیکھا"
اس وقت ایک دو آدمی حضرت امیر ملت قدس سرہ کے پاؤں دبا
رہے تھے۔ آپ بھی پاؤں دبانے لگے اپنی طاقت کے گھمنڈ میں پورے زور سے دبانے لگے حضور نے
فرمایا۔ "یہ کون ہے؟" عرض کیا گیا۔ "رجب علی ہے۔" آپ نے فرمایا۔ "باقی سب چھوڑ دو" اور
آپ کو ہدایت کی کہ دونوں ہاتھوں سے خوب زور سے دباؤ۔ آپ نے دبانا شروع کیا۔ حضرت
بار بار یہی کہتے رہے "اور زور سے اور زور سے"۔ آخر کار آپ تھک کر پسینہ پسینہ ہو گئے اور حضور انور
بار بار اور زیادہ زور لگانے کا حکم دیتے رہے۔ القصہ آپ نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا:-
"حضور! میں اگر بھینس کی ٹانگ اتنے زور سے دباؤں
تو چور چور کر دوں میں تو بھینس کو دونوں جبڑوں سے پکڑ
کر دو کر دیتا ہوں مگر آپ کے مٹھی بھر وجود نے مجھے پسینہ پسینہ کر دیا
ہے یہ جسم صرف مٹی نہیں بلکہ نور ہے میں جتنا زور لگاتا ہوں
حضور اور زیادہ کا حکم دیتے ہیں"۔
حضور نے فرمایا:-
"تو تو بہت مشہور اور زور آور ڈاکو شمار کیا جاتا ہے یہ کیسا
زور ہے کہ پاؤں نہیں دبا سکتا"
آپ گڑگڑانے لگے اور عرض کیا:-
"میں توبہ کرتا ہوں اپنے اعمال بد سے باز رہنے کا وعدہ
کرتا ہوں حضور بھی رب تعالیٰ کے حضور میری مغفرت کی
دعا کریں اور مجھے سلسلہ میں داخل کریں"۔

آپ نے فرمایا کہ "کل اگلے گاؤں آنا"۔ چنانچہ دوسرے دن حاضر ہوئے تو آپ نے حلقہ میں بٹھا کر توجہ دی تو بے ہوش ہو کر تڑپنے لگے تھوڑی دیر بعد ہوش آیا تو حضور اقدس نے چند اسباق پڑھائے اور فرمایا۔ "رجب علی! کیا اب بھی چوری ڈاکہ میں حصہ لے گا؟"

عرض کیا:۔ "حضور! آج سب کچھ ختم"۔

اس واقعہ کے بعد آپ اپنا زیادہ تر وقت مسجد میں گزارتے۔ نماز کے ایسے پابند ہو گئے کہ تہجد اور اشراق کا بھی ناغہ نہ ہوتا۔ فنا فی الشیخ ہو گئے اور ہمیشہ سر پہ دوپٹہ ڈالے رہتے اور نظر اٹھا کر بھی اُدھر نہ دیکھتے۔ سحری کے وقت ذکر کرتے ہوئے ایک آدھ دفعہ آواز بلند ہو جاتی تو اس کی گونج دُور تک جاتی اور بڑی پیاری معلوم ہوتی۔ ۱۹۳۶ء میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے اجازت وخلافت سے بھی نواز دیا۔ چنانچہ لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور اپنی جھولیاں گوہر مُراد سے بھر کر لے جاتے۔ ہر صبح نو بجے تک حجرہ میں محوِ عبادت رہتے اور پھر باہر آ کر حاجت مندوں کی حاجتیں پُوری کرتے۔ لوگوں کو پانی دم کر کے دیتے تو مایوس مریض بھی خدا کے فضل وکرم سے صحت یاب ہو جاتے۔ عصر کی نماز سے لے کر مغرب تک کسی سے گفتگو نہ کرتے۔ آپ سے جو بیعت کرتا پابندِ شریعت ہو جاتا۔

زُہد وتقویٰ انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ بے نماز کے ہاتھ کی روٹی نہ کھاتے تھے اگر کوئی بے نماز عورت روٹی پکاتی تو روٹی دیکھ کر فوراً کہہ دیتے کہ "یہ بے نماز کے ہاتھ کی روٹی ہے" اپنے گھر کے قریب ہی جامع مسجد نوشہ جماعت کے نام سے ایک شاندار مسجد تعمیر کی جو دو بنا میں اپنی مثال آپ تھی۔ رمضان المبارک میں اکثر غریب لوگ آپ کے ہاں روزے رکھتے تھے۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ آپ پہ خصوصی نظر کرم فرماتے تھے۔

حضرت منشی احمد دین گجراتی علیہ الرحمۃ راوی ہیں کہ "میں نے میاں رجب علی کی توبہ کا واقعہ ۱۹۲۱ء میں لائل پور ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس کے موقعہ پہ یاران جھنگ سے سنا حضرت امیر ملت قدس سرہٗ اس کانفرنس کی صدارت فرما رہے تھے اور مجھے نعت خوانی کے لیے

بلایا تھا میں نے اس کانفرنس میں حضرت کی شان میں ایک قصیدہ پیش کیا جس میں اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ کیا تھا۔ ملاحظہ ہو ؎

ہے شاہ جماعت پیر میرا سبحان اللہ سبحان اللہ

کئی ڈاکو سن وچہ باراں دے ۔۔۔ اوہ کپڑے لاہن اسواراں دے

ہُن وڑ بیٹھے وچہ غاراں دے ۔۔۔ ہے شاہ جماعت پیر میرا سبحان اللہ سبحان اللہ

صبح جب رجب علی مجھے ملے تو کہنے لگے۔ "ڈٹ بیلیا نہیوں ناں ٹلیا۔"

سال ۱۹۳۱ء میں بھی منشی صاحب نے حضرت قدس سرہٗ کی شان میں ایک قصیدہ لکھا اس میں بھی میاں رجب علی کے واقعہ کا یوں ذکر کیا ؎

ڈاکو حلقے وچہ لیا کے ۔۔۔ واپس کیتے غوث بنا کے

جاری قلب کرا علی پور والڑیا

سانوں رہندا تیرا چا علی پور والڑیا

حضرت الحاج حافظ نور احمد قصوری مدظلہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں علی پور شریف میں نماز باجماعت ادا کر رہا تھا کہ ایک شخص میرے ساتھ آ کر شامل نماز ہوا اس کے قلب سے اَللہ اَللہ کی آواز آ رہی تھی۔ میں حیران تھا کہ یہ شخص کون ہے بعد میں پتہ چلا کہ یہ میاں رجب علی تھے۔

آپ شریعت کے بہت پابند تھے آپ کے نوکر وغیرہ بھی پابند صوم وصلوٰۃ تھے جب علی پور شریف عرس پہ جانا ہوتا تو تمام یاران جھنگ آپ کے ہاں جمع ہو جاتے اور پھر قافلہ کی حیثیت سے روانہ ہوتے۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کو بھی آپ سے بہت پیار تھا۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ سے آپ کو کمبل ارسال فرمایا ساری عمر کوئی مال جمع نہ کیا اور عمر بھر زکوٰۃ فرض نہ ہوئی۔

مستجاب الدعوات ایسے کہ جو منہ سے نکلا پورا ہوا۔ آپ کے دونوں صاحبزادے نور محمد اور نور احمد حافظ قرآن ہیں ایک دن اپنی بیٹی مریم کے منہ میں لب لگا کر فرمایا کہ "۔۔۔ الحمد

بھی حافظِ قرآن بنا دے گا"۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُسے بھی حافظ بنا دیا۔

وصال سے قبل صاحبِ فراش ہوئے تو بسترِ علالت پر بھی تبلیغ و توسیعِ سلسلہ عالیہ کا کام جاری رہا۔ اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ:-

"میری رحلت کے بعد کوئی عورت ہاتھ کھڑے کر کے نہ روئے۔ میرے پلنگ کو کوئی بے نماز ہاتھ نہ لگائے۔ میرے جنازے کے ساتھ قرآن خوانی اور نعت خوانی کریں۔ میرے مزار پر بہتر ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھا جائے۔"

وصال سے چند منٹ پہلے فرمایا کہ وقت قریب آگیا ہے لہٰذا مجھے وضو کراؤ چنانچہ وضو کرایا گیا۔ اور نماز کی تیاری شروع کر دی۔ فرشتۂ اجل نے عین نماز ظہر کی حالت میں ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹ جون ۱۹۵۱ء بروز منگل آپ کو خالقِ حقیقی سے ملا دیا۔ مزارِ اقدس آج بھی مرجعِ خاص و عام ہے، لوگ آتے ہیں اور فیض کے خزانے لوٹ کر واپس جاتے ہیں[۱]۔

---
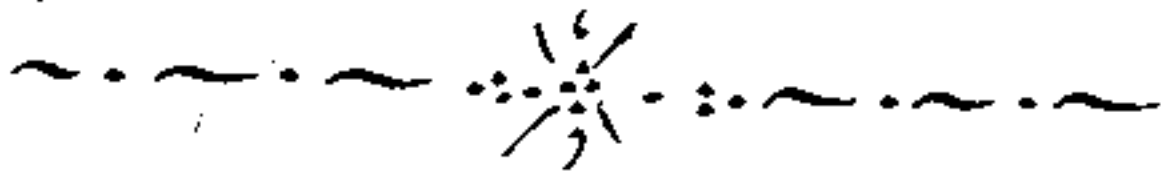
[۱] سیرت امیر ملت ص۲۵۹، ص۴۰۲۔ تذکرہ شرجاعت ص۷۵۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ اگست ۱۹۳۱ء ص۵۲۔ انوار الصوفیہ قصور جون ۱۹۶۸ء ص۲۳۔ مکتوب گرامی حضرت منشی احمد دین گجراتی رحمۃ بنام مؤلف از سانگلہ ہل محررہ ۲۰ ستمبر ۱۹۷۶ء۔ مکتوب گرامی الحاج حافظ نور محمد جماتی (خلف الرشید میاں رجب علی) بنام مؤلف محررہ ۲۲ دسمبر ۱۹۷۶ء۔ مکتوب مہر نور محمد نمبردار ساکن بلوآنہ بنام مؤلف موصولہ ۱۰ ۱/۲

حضرت حافظ سلطان احمد پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

مغل تاجدار شاہ عالم ثانی نے دیارِ حرم سے ایک بزرگ حضرت صفی اللہ مکی کو بلا کر اپنی مملکت کا مفتی اعظم مقرر کیا۔ ۱۸۰۶ء میں شاہ عالم ثانی کی رحلت کے بعد حضرت صفی اللہ مکی دہلی سے پشاور منتقل ہو گئے۔ حکومتِ وقت نے آپ کو یہاں محلہ کرم خاں نزد چوک شادی پیر سے لے کر بھولو کے بالاخانہ تک اور اس کے ارد گرد چالیس جریب زمین عطا کی لیکن آپ نے اپنی درویش صفت طبیعت اور دریا دلی کے باعث تمام زمین غرباء اور ضرورت مندوں میں مفت تقسیم کر دی۔

پشاور کی مشہورِ عام تاریخی مسجد "مسجد مہابت خاں" کی تولیت بھی حکومت کی طرف سے آپ کو سپرد کی گئی تھی۔ آپ چونکہ بہترین قاری اور حافظ قرآن تھے لہٰذا تازیست اسی مسجد میں مسلمانوں کو قرأت سے مستفیض و مستفید فرماتے رہے۔ آپ کی رحلت کے بعد آپ کی اولاد امجاد نے آپ کی مسند کو بحسن و خوبی سنبھالے رکھا۔ آپ کے اخلاف میں سے حضرت حافظ سید احمد نے اپنے زمانہ میں شہرت عام بقائے دوام حاصل کی۔ حافظ صاحب تمام علوم متداولہ پر یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں لحنِ داؤدی سے عطا فرمایا تھا۔ آپ مسجد مہابت خاں کے مؤذن تھے۔ جب اذان کہتے تو ہر سننے والا تمام کام چھوڑ کر ہمہ تن گوش ہو جاتا۔ یہاں تک کہ غیر مسلم بھی تحیر کی حالت میں کھڑے کے کھڑے رہ جاتے۔ آپ نے چالیس برس تک محض رضائے الٰہی کے لیے مؤذن کی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کی پارسائی اور خوش اخلاقی کی وجہ سے لوگ آپ کو صوفی صاحب اور آپ کے خاندان کو مشائخ پشاوریہ کے نام سے پکارتے تھے۔

حضرت صوفی سید احمد کے ہاں ۱۹۲۰ء میں محلہ کرم خان پشاور میں ایک

بچہ پیدا ہوا جس کا نام سلطان احمد رکھا گیا ۔ یہی بچہ آگے چل کر حافظ سلطان احمد کے نام سے مشہور ہوا اور سنوسیٔ ہند حضرت امیر ملت محدث علی پوری قدس سرہٗ کے دامن سے وابستہ ہو کر روحانیت کا ایک فلک بوس مینار بنا ۔ ذیل میں ہم اسی قدسی نفس بزرگ کا تذکرہ کر رہے ہیں ۔

حافظ سلطان احمد نے اپنے بڑے بھائی حافظ علی احمد مکی مرحوم سے حفظ قرآن پاک کیا ۔ اور پھر پرائمری سکول کا امتحان پاس کرنے کے بعد بقیہ تعلیم اپنے بڑے بھائی کے حضور ہی رہ کر حاصل کی ۔ سن بلوغت کو پہنچے تو بندوقیں بنانے کے ایک کارخانے میں ملازم ہو گئے ۔ چند سال بعد پی ڈبلیو ڈی کے محکمہ میں بطور لوہار بھرتی ہو گئے ۔ اور ترقی کرتے کرتے ہوئے ہیڈ مستری کے عہدہ تک پہنچ گئے ۔ رحلت کے وقت اسی عہدہ پر متمکن تھے ۔

آپ نے اوائل عمری میں ہی حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی ۔ بعد ازاں حضرت اقدس نے آپ کی پارسائی، نیک نفسی اور عبادت و ریاضت کے پیش نظر دستار خلافت سے بھی نوازا ۔ آپ نے یہ دستار مبارک بڑی احتیاط اور حفاظت سے رکھی ۔ اور ورثار کو وصیت کی تھی ۔ کہ میری رحلت کے بعد یہ مبارک دستار مجھے باندھنا " ۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد ایسا ہی کیا گیا ۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو ابھی ابھی ہی دستار خلافت ملی ہے کیونکہ اس وقت آپ کا چہرہ پُر نور اور ہونٹوں پہ مسکراہٹ تھی حکیم الامت رح نے سچ کہا ہے ؎

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

آپ کو حضرت امیر ملت قدس سرہٗ سے حد درجہ عقیدت و محبت تھی ۔ اکثر و بیشتر علی پور شریف حاضر ہوتے رہتے تھے ۔ حضرت صاحب پشاور تشریف لاتے تو آپ کے ہاں قیام فرماتے ۔

آپ پشاور میں امیرِ حلقہ تھے ہر جمعہ کو بعد نماز مغرب پابندی کے ساتھ آپ کے ہاں حلقۂ ذکر منعقد ہوتا۔ یارانِ طریقت کی خبر گیری اور خدمت آپ کا شیوہ تھا اور توسیع سلسلہ عالیہ میں ہمہ وقت منہمک رہتے تھے۔ علی پور شریف کے سالانہ عرس مبارک کے موقعہ پر آپ لنگر کے ناظم ہوتے تھے۔ رمضان المبارک میں ہر سال اپنے محلے کی مسجد (گھڑے کوزے والی) میں تین بار قرآن شریف ختم کرتے تھے۔ دفتر سے گھر آتے جاتے راستے میں دو قرآن شریف اور ایک قرآن شریف گھر پر ختم کرتے تھے۔ بچوں کو بھی قرآن پڑھنے کی ہر وقت تلقین کرتے تھے۔

جب آپ ملازمت میں آئے تو مزدور طبقہ انتہائی کس مپرسی کی حالت میں زندگی گزار رہا تھا۔ افسرانِ بالا ان کے مطالبات کو ماننا تو کجا سننے کو بھی تیار نہ تھے ان حالات میں آپ نے مزدور یونین کی بنیاد رکھی اور اس کا نام "ویسٹ پاکستان فیڈریشن آف ٹریڈ یونین" رکھا۔ جس میں آپ کو کثرتِ رائے سے جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ اس عظیم ذمہ داری کو اٹھانے کے بعد آپ نے مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی آپ نے مزدوروں کی تنخواہیں بڑھانے کا مطالبہ منوایا۔ اس کے بعد ورک چارج ملازمین "کو مستقل کروانے کے لیے مطالبہ اٹھایا۔ اور یہ کیس سپریم کورٹ جیسی اعلیٰ عدالت تک لڑا گیا۔ اور آخر کار بھٹو حکومت نے سپریم کورٹ کے فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے ۱۹۷۳ء میں ورک چارج ملازمین کو مستقل کرنے کا اعلان کر دیا۔ اور اس طرح آپ کی کوششوں سے بے شمار غریب ملازم تحفظ میں آ گئے۔

آپ بڑے عابد و زاہد، متوکل اور مہمان نواز تھے۔ شریعتِ حقہ پر پابندی کا خاص طور پر خیال فرماتے تھے۔ اپنے دفتر میں مزدوروں میں تبلیغ فرماتے رہتے تھے اگر کسی کو کوئی کام خلافِ شرع کرتا دیکھتے تو فوراً اس کو ٹوکتے آپ کی ان گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے لوگ آپ کے گرویدہ تھے۔

وفات سے ایک ہفتہ قبل اچانک پیٹ میں شدید درد ہوا جس کی بنا پر ہسپتال میں داخل کروا دیا گیا۔ ڈاکٹروں نے اپریشن کیا مگر کوئی نقص معلوم نہ ہو سکا لیکن اس سے تکلیف بہت بڑھ گئی اس عالم کرب میں بھی پابندی نماز کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا اور آخری وقت تک لیٹے لیٹے نماز ادا کرتے رہے۔ چھوٹے صاحبزادے جناب ظہور احمد باقاعدگی سے وضو کرایا کرتے۔ دوسرے صاحبزادے جناب ضیا احمد قرآن پاک سناتے تھے آپ شدید تکلیف کے باوجود غور سے سنتے۔ ایک دن صاحبزادہ نے سورۂ یٰسین میں دو الفاظ غلط پڑھے تو ہاتھ کے اشارے سے نہ پڑھنے کا حکم دیا۔ جب دوبارہ اسی طرح غلط پڑھا گیا تو فوراً آنکھیں کھول کر فرمایا:۔

"بیٹا! ابھی تک مجھے آپ کے پڑھنے کی صحیح آواز آ رہی تھی،
لیکن اب جو الفاظ غلط پڑھے ہیں ان کو صحیح پڑھو۔"

۲۶ نومبر کو صبح ۸ بجے اپنے صاحبزادوں اور چند دیگر رشتہ داروں سے فرمایا کہ "میرے منہ پر رومال ڈال دو"۔ پھر فرمایا کہ مجھے سامنے فرشتے نظر نہیں آ رہے۔ آج وہ چھٹی پر ہیں، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ آج شب چھ بجے آپ کو خدا حافظ کہوں گا۔ چنانچہ صاحبزادوں نے تمام رات قرآن خوانی میں گزار دی اور صبح آپ کی صحت اچھی بھلی تھی۔ ۲۷ نومبر کو صبح دوبارہ بلند آواز سے فرمایا کہ آج شب کو چھ بجے آپ کو خدا حافظ کہوں گا۔ اس بار سب کو یقین ہو گیا کہ آج آپ کا آخری دن ہے۔ چند لمحوں بعد دونوں ہاتھ پھیلا کر سب کو پکار کر کہا۔

"بھئی فرشتے آ رہے ہیں سب درود شریف پڑھیں"۔

سب نے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا آپ کافی دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا کہ:۔

"میری قبر میرے دادا کی قبر کے نزدیک بنانا اور میری قبر کچی بنانا اور پانی اتنا گرم نہ کرنا کہ میری جلد ہی جلے اور زمین کو بھی تکلیف ہو"۔

۲۳ ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۷ نومبر ۱۹۷۵ء بروز جمعرات پونے چھ بجے رات لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور میں رحلت فرما گئے اور دوسرے دن بروز جمعہ بارہ بجے آبائی قبرستان واقع پھندو روڈ میں ہزاروں اشکبار آنکھوں نے سپردِ خاک کر دیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن[۱]۔

اپنے پیچھے ایک بیوہ کے علاوہ پانچ بیٹے رشید احمد، صدیق احمد، ضیار احمد، طفیل احمد اور ظہور احمد چھوڑے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو حضرت حافظ صاحب کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین

حافظ صاحب کی رحلت کے بعد ہفتہ وار حلقۂ ذکر اب حاجی طلا محمد نقشبندی صاحب کے مکان پر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں قائم و دائم رکھے[۲]۔ آمین ثم آمین
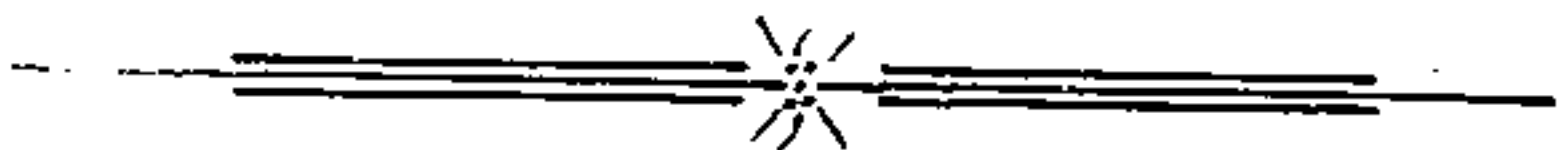
۱۔ سیرت امیر ملت ص۳۲۷ ۔ تذکرہ شجاعت ص۹۶ ۔ تذکرہ حفاظ پشاور از سید امیر شاہ قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص۱۱۱ ۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور جنوری فروری ۱۹۷۶ء ص۵۸ ۔ مکتوب گرامی جناب حاجی طلا محمد نقشبندی بنام مؤلف از پشاور محررہ ۲۲ فروری ۱۹۷۷ء۔

حضرت پیر سیّد سعید شاہ بنوری کوہاٹی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت ۱۸۹۳ء میں خانوادہ سادات بنوری سکنہ گڑھی بنوریاں کوہاٹ میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک حضرت پیر سیّد اعظم شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھا آپ بڑے نیک، متقی اور دیندار شخص تھے۔ تمام عمر اپنے پیر و مرشد حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے ارشادات کے ماتحت خدمتِ قوم و ملک میں گزاری۔ آپ بہت بڑے بے باک اور جادو بیان مقرر تھے۔ بلا خوف اور بلا دھڑک حق کی بات کہہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ کوہاٹ میں مولانا ظفر علی خان اور سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے مقرروں کو بھرے جلسے میں دورانِ تقریر ڈانٹ دیا اور وہ تقریر جاری نہ رکھ سکے۔

آپ نے حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کی زیر کمان تحریک شہید گنج اور تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ کوہاٹ اور اس کے مضافات میں احراریوں کے زور کو توڑنے میں تمام تر مساعی صرف کر دیں اور مسلم لیگ کو ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن بنا دیا۔ آپ کی دینی اور ملّی خدمات کی بنا پر حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ نے عرس شریف کے موقع پر آپ کو دستارِ خلافت سے نوازا اور آپ نے خلقِ خدا کی روحانی تربیت فرمائی۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے کوہاٹ مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے پاکستان کا سبز ہلالی پرچم لہرایا اور سلامی لی۔ اس کے بعد سیاست سے کنارہ کشی کر کے مسلمانوں کی روحانی ترقی کو اپنا نصب العین بنا لیا۔ تقریباً اسی ۸۰ سال کی عمر میں مذہب و ملت کی خدمات سر انجام دینے کے بعد آپ نے ۲۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء / ۲۸ شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ کو کوہاٹ میں رحلت فرمائی[1]

[1] سیرت امیرِ ملت ص ۳۲۷۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور دسمبر ۱۹۷۰ء ص ۳۰ مکتوب گرامی جناب حاجی میاں احمد صاحب از کوہاٹ بنام مؤلف محررہ ۲۱ مئی ۱۹۷۷ء۔ قائد اعظم اور سرحد از عزیز جاوید مطبوعہ پشاور ۱۹۷۷ء ص ۵۰ تا ص ۵۲۔

حضرت حاجی ملک سرور خاں کوہاٹی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت تقریباً ۱۸۶۰ء میں موضع میر احمد خیل متصل کوہاٹ چھاؤنی میں ہوئی۔ والد ماجد کا اسم مبارک ملک لطیف خاں تھا۔ آپ بڑے متقی پرہیزگار اور صالح شخص تھے۔ زبردست نعت خوان اور میر مجلس میلاد شریف تھے۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ کے سچے عاشق اور جاں نثار تھے۔ عرس شریف پر کھانا کھلانے اور پانی بھرنے کا انتظام آپ کے ذمہ ہوتا تھا۔ بڑے منتظم شخص تھے۔ جب حضرت اقدس کو کوہاٹ کی دعوت دینی مقصود ہوتی تو دربار شریف حاضر ہو جاتے اور کئی کئی ہفتے حضرت کے ساتھ سفر و حضر میں حاضر رہ کر خدمت کرنے کی سعادت حاصل کرتے اور آخر کار حضرت کو ہمراہ لے کر واپس کوہاٹ جاتے۔ بڑی تندہی اور جانفشانی سے حضور کی خدمت کرتے۔ سفر و حضر میں نعت خوانی سے حضور امیر ملت قدس سرہ کو شاد کام کرتے۔

عرس مبارک کے موقع پر حضرت امیر ملت قدس سرہ نے آپ کو اجازت و خلافت سے نوازا۔ حصول خلافت کے بعد آپ نے کوہاٹ کے علاقہ میں سلسلہ عالیہ کی بہت خدمت کی۔ یاران کوہاٹ آپ سے کامل محبت اور عقیدت رکھتے تھے اور آپ بھی ان کے احوال کی اصلاح میں پوری توجہ فرماتے تھے۔ آپ کی آواز میں بلا کا سوز تھا۔ جب خوش آوازی اور شیریں بیانی سے میلاد و نعت پڑھتے تو سامعین پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۰ء مطابق ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ کو آپ کا وصال ہوا۔[1]

---

[1] سیرت امیر ملت ص ۳۴۷۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ جون ۱۹۳۷ء ص ۲۳۔ انوار الصوفیہ قصور بابت دسمبر ۱۹۷۰ء ص ۳۰۔ مکتوب گرامی جناب حاجی میاں احمد صاحب بنام مؤلف از کوہاٹ محررہ ۲۱ مئی ۱۹۷۷ء

حضرت مولانا محمد سلیمان صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت سنہ ۱۹۰۰ء میں ضلع حصار (مشرقی پنجاب بھارت) میں ہوئی۔ دوران تعلیم سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور ۱۵؍اکتوبر سنہ ۱۹۱۷ء بروز پیر بوقت آٹھ بجے صبح مسجد پٹولیاں لاہور کی چھت پر حضرت امیر ملت قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ آپ ضلع حصار کے سب سے پہلے شخص تھے جو امیر ملت سے وابستہ ہوئے۔ اس کے بعد ہزاروں افراد نے حضرت سے روحانی استفادہ کیا اور دین و دنیا کی دولت سے سرفراز ہوئے۔

مارچ سنہ ۱۹۲۱ء میں لائل پور میں آل انڈیا خلافت کانفرنس حضرت امیر ملت قدس سرہ کی صدارت میں منعقد ہوئی تو آپ اس وقت زراعتی کالج میں زیر تعلیم تھے۔ ان دنوں میں آپ نے حضرت اقدس کی بابرکت صحبت عالیہ سے پورا پورا استفادہ کیا کانفرنس کی مکمل رپورٹ مرتب کر کے اپریل سنہ ۱۹۲۱ء کے انوار الصوفیہ میں شائع کرائی۔ آپ کی حضرت امیر ملت قدس سرہ سے محبت اس رپورٹ کے لفظ لفظ سے عیاں تھی چنانچہ حضرت نے اس خدمت کو پسند فرمایا اور آپ کو اپنا وقائع نگار مقرر فرمایا سنہ ۱۹۳۲ء میں حضرت نے حج مبارک کے سفر میں آپ کو ہمرکابی کا شرف بخشا۔ اس مبارک سفر کی تمام رپورٹ آپ نے انوار الصوفیہ ماہ اگست سنہ ۱۹۳۲ء میں شائع کرائی۔

تحصیل علم کے بعد آپ محکمہ تعلیم سے وابستہ ہو گئے تھے۔ ضلع حصار میں مختلف مقامات پر ہیڈ ماسٹر کی آسامی پر فائز رہے اس دوران حضرت امیر ملت قدس سرہ دورہ پر تشریف لاتے تو آپ توسیع سلسلہ میں ہر ممکن خدمت انجام دیتے۔ آپ کی تبلیغی خدمات سے خوش ہو کر حضرت نے سنہ ۱۹۳۷ء میں آپ کو اجازت و خلافت[1] سے نوازا

---

[1] تذکرہ شاہ سکندر کیتھلی از پروفیسر سید خورشید حسین بخاری مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۸۷

جس کا علم حضرت شمس الملت صاحبزادہ سید نور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (فرزند اصغر حضرت امیر ملت) سجادہ نشین دوم کو بھی تھا۔ حضرت شمس الملت علیہ الرحمۃ دورہ کے دوران آپ کو توسیع سلسلہ عالیہ کی جانب توجہ دلاتے رہتے تھے۔

۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس بنارس منعقد ہوئی۔ آپ وقائع نگار کی حیثیت سے حضرت امیر ملت قدس سرہ کے ساتھ اجلاس میں شامل ہوئے۔ اس تاریخی اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت قدس سرہ نے فرمائی تھی۔ آپ نے اس اجلاس کی مفصل کارروائی رسالہ انوار الصوفیہ میں شائع کروائی تھی۔ جس کی تلخیص بعد میں انوار الصوفیہ قصور اکتوبر ۱۹۷۴ء میں بھی چھپ چکی ہے۔ جس سے آپ کی قابلیت صحافتی فن سے آگاہی اور اہلیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت سراج الملت پیر سید محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ علیہ الرحمۃ نے بھی آپ کو دستارِ خلافت سے نوازا تھا۔ ملازمت سے ریٹائر ہو کر ایل بلاک ڈیرہ غازیخاں میں کبر سنی کی وجہ سے گوشہ نشین ہو گئے۔ ۱۴ فروری ۱۹۷۷ء مطابق ۲۴ صفر ۱۳۹۷ھ بروز پیر راہئ ملکِ عدم ہوئے۔[1]

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

---

[1] مکتوب گرامی جناب اظہار حسن نواسہ حقیقی مولانا مرحوم بنام مؤلف از ڈیرہ غازی خاں مورخہ ۲ اپریل ۱۹۷۷ء، ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور مارچ اپریل ۱۹۷۷ء ص ۲۳۔

حضرت الحاج قاری محمد شہاب الدین حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

فدائے امیر ملت حضرت الحاج قاری محمد شہاب الدین غالباً ۱۸۷۳ء میں حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے اوائل عمری میں حضرت مسکین شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی لیکن وہ جلد فوت ہو گئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد حضرت قبلہ عالم امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ قدس سرہٗ جب حضرت خیر المبین رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر حیدر آباد دکن تشریف لائے تو قاری صاحب اپنے جمیع اہل خانہ کے ہمراہ حاضر خدمت ہو کر بیعت کی سعادت سے مشرف ہوئے اس کے بعد حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی توجہ خاص نے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حالت میں غیر معمولی تبدیلی کے ساتھ ترقی کی راہوں کو آسان بنا دیا اور جلد ہی اجازت و خلافت سے نوازے گئے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ سات مرتبہ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی ہمرکابی میں سفر حج و زیارت حرمین الشریفین کی سعادت حاصل فرمائی نیز دو مرتبہ حضرت قدس سرہٗ کے وصال کے بعد سفر حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔

قاری صاحب روزانہ تقریباً اڑھائی بجے شب بیدار ہوتے۔ اور نماز تہجد سے فارغ ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول رہتے بعد ذکر مبارک نماز فجر ادا کرتے بعد ازاں وظائف تسبیح فرما کر تلاوت قرآن حکیم میں منہمک رہتے اور روزانہ پانچ پارے تلاوت فرماتے اور ان مشاغل سے فراغت پا کر دیگر امور خانہ وغیرہ پر توجہ فرماتے اور پھر نماز ظہر ادا فرماتے اور تناول ما حضر سے فارغ ہو کر قیلولہ فرماتے۔ قبل از نماز عصر دلائل الخیرات شریف کی تلاوت فرمایا کرتے اور عصر کی نماز سے فارغ ہو کر اور وظائف میں مصروف ہو جاتے اور مغرب تک مصروف رہتے۔ اور کسی کو شرف تکلم نہ بخشتے بعد فراغت وظائف نماز مغرب ادا فرماتے اور ما حضر نوش فرماتے اور وظائف میں مشغول رہتے حتیٰ کہ نماز عشاء کا وقت ہو جاتا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد وظائف خاص

کے بعد صحاح ستہ میں سے ایک ایک حدیث شریف کا مطالعہ فرماتے و نیز سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم و سیرت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و سیرت صحابہ کرامؓ و سیرت خواجگانؒ و سیرتِ اولیاءؒ کا مطالعہ فرماتے ان مصروفیات کے بعد تقریباً ایک ساعت شب استراحت فرماتے۔

حضرت قاری صاحب کا یہ معمول تھا کہ ہر دوشنبہ، پنجشنبہ اور جمعہ کو نفلی روزہ رکھتے۔ اس کے علاوہ ہر ہلالی ماہ کی پہلی، تیسری، چھٹی اور دس تا پندرہ و بائیس و چھبیس و ستائیس کو نفلی روزے رکھتے۔ سنہ ۱۹۴۷ء سے تمام امورِ دنیوی سے دست کش ہو کر شب و روز عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ ہر نماز تازہ وضو کے ساتھ باجماعت مسجد نقشبندیہ میں ادا فرماتے۔ بزرگانِ عظام و اولیائے کرام کی زیارت کا بیحد شوق تھا۔ اسی شوق میں آپ نے برصغیر ہند و پاکستان کے تمام آستانوں کی زیارت معہ محلات و اعزہ و اقربا فرمائی اور حج و زیارت حرمین الشریفین کے موقع پر بھی تنہا نہ ہوتے بلکہ آپ کے ساتھ آپ کے محلات و اقربا کی خاصی تعداد ہوتی۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ آپ بڑی کثرت سے روزے رکھتے تھے اور کئی سال ایسے گزارے ہیں کہ تول کر ایک چھٹانک آٹے کی روٹی ایک وقت اور ایک چھٹانک چاول دوسرے وقت کھایا کرتے تھے۔ آخر عمر میں پانی پینا بالکل بند کر دیا تھا۔ تقریباً پچیس سال سے زیادہ مدت پانی بالکل نہیں پیا۔ ہر مہینہ گیارھویں شریف کا ختم کیا کرتے تھے اور بڑی گیارھویں پر سو سو دیگ بریانی پکواتے جس میں سب کے لیے صلائے عام ہوتی تھی۔ واضح ہے کہ حیدرآباد دکن کی بریانی میں سیر بھر چاولوں میں دو سیر گوشت ڈالا جاتا ہے۔ اور اسی مناسب سے گھی بھی ہوتا ہے۔ بغرض بڑی گیارھویں پر ہزار ہا روپیہ خرچ کیا کرتے تھے۔

آپ کو حضرت امیر ملت قدس سرہٗ سے غایت درجہ عقیدت و محبت تھی۔ ہر سال علی پور شریف عرس پر حاضر ہوتے اور یہاں سے ایک بوری چاول اور ایک بوری گندم اپنے استعمال کے لیے لے جاتے

تھے جو سال بھر کفایت کرتی تھی حضرت اقدس قدس سرہٗ بھی آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے ابتدا میں حضرت قدس سرہٗ حیدرآباد دکن تشریف لے جاتے تو "نبج خانہ" میں قیام فرماتے تھے پھر قاری صاحب کو میزبانی کی عزت حاصل ہوتی رہی اور حضرت ہمیشہ آپ ہی کے گھر قیام فرماتے رہے غرض آپ اپنے شیخ کے سچے عاشق تھے۔

آپ کا ذریعہ معاش بکریوں کی تجارت تھا۔ کئی شادیاں کیں مگر کسی سے بھی اولاد نہیں ہوئی۔ پاکستان بننے کے بعد صرف ایک دفعہ علی پور شریف حاضر ہو سکے۔ وصال سے چھ سال قبل علیل رہنے لگے۔ علاج ہوتا رہا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی اور دن بدن کمزور ہوتے گئے آخر کار ۲۶ رجب المرجب ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء بروز جمعۃ المبارک (شب معراج) تین بجے شب اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے شہزادہ اصغر و سجادہ نشین دوم حضرت قبلہ شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ علی پوری (جو اس وقت حیدرآباد میں موجود تھے) نے ہزاروں سوگواروں کی آہوں اور سسکیوں کے درمیان آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور مسجد الماس کے صحن میں حضرت مسکین شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے پائیں میں ۳۵ سال قبل کی تیار شدہ قبر میں دفن کر دیے گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

۲۹ رجب المرجب ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۶۳ء بروز دوشنبہ بعد نماز ظہر مجلس فاتحہ سوم کا انعقاد ہوا بعد فاتحہ و قرآن خوانی حضرت شمس الملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجلس حضار سے خطاب فرمایا اور قاری صاحب کے اوصاف حمیدہ کی ستائش فرماتے ہوئے مغفرت و ترقی مقامات کی دعا فرمائی۔ اور اپنی دستار مبارک سر اقدس سے اتار کر حضرت قاری صاحب کے حقیقی ہمشیرزاد الحاج محمد خواجہ میاں نقشبندی جماعتی (المتوفی ۷ جون ۱۹۶۹ء) کے سر باندھ کر اجازت و خلافت سے نوازا اور قاری صاحب کا جانشین مقرر فرمایا بعد ازاں تمام حضرات پرنم آنکھوں کے ساتھ مسجد الماس سے رخصت ہوئے[1]

---

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت حافظ ظفر علی پسروری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۲۹۰ھ ۱۸۷۰ء میں پسرور کے ہاشمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا اسم مبارک اشرف علی بن حامد علی تھا۔ قرآن پاک کے حافظ اور الیف اے تک انگریزی پڑھے ہوئے تھے۔ کچھ عرصہ تک ریاست کشمیر میں اُمیدوار نائب تحصیلداری پر کام کرتے رہے۔ آپ ایک ہندو عورت پر فریفتہ ہوگئے اور اس کیلئے بہت بے چین رہنے لگے اسی پریشانی کے عالم میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور پہلی نظر ہی میں ایسے گرویدہ ہوگئے کہ پھر مستقل طور پر حضرت کی خدمت میں رہنے لگے۔ سفر و حضر میں حضور کے ہمرکاب رہتے۔ اٹھارہ سال تک پسرور کا منہ نہ دیکھا حالانکہ دربار شریف سے پسرور فقط نو میل کے فاصلہ پہ واقع ہے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ فصل پہ خود ہی ان کے گھر پہ اناج اور دوسری ضروری اشیاء ارسال فرمادیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالمجید قصوری رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز امیر ملت[2]) راوی ہیں کہ ایک بار انجمن خدام الصوفیہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پہ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے مختلف علماء کرام کے نام لیکر فرمایا کہ ان سے کہو وعظ بیان کریں۔ آپ نے جن علماء کا نام لیا وہ اس وقت جلسہ گاہ میں تشریف نہیں لائے تھے۔ آخر آپ نے حکم دیا۔ "حافظ ظفر علی کو بلاؤ"۔ دستار مبارک اپنے سر سے اتار کر ان کے سر پہ رکھ دی اور فرمایا "جاؤ وعظ بیان کرو"۔ اس دن سے آپ ایسے فصیح البیان خطیب بن گئے کہ بڑے بڑے جلسوں میں لوگ بڑے ذوق و شوق سے

لے حاشیہ سابقہ صفحہ: سیرت امیر ملت ص ۵۹۲، ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور اپریل ۱۹۶۴ء ص ۲۱، اگست ۱۹۶۹ء ص ۱۳! فیضان امیر ملت از مرزا ذوالفقار علی بیگ جماعتی مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۹۵۹ء ص ۷۰ تا ۹۱۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور جنوری ۱۹۶۴ء ص ۳۴۔ تذکرہ شر جماعت ص ۷۶۔

اُن کا وعظ سنتے تھے۔

آپ کو حضرت امیر ملت قدس سرہٗ سے غایت درجہ عقیدت و محبت تھی حضرت
اقدس نے بھی اجازت و خلافت سے نوازا تھا اور انجمن خدام الصوفیہ ہند کا جنرل سیکرٹری
مقرر کیا آپ تادم زیست اس عہدہ کو احسن طریقے سے نبھاتے رہے۔ پسرور میں مقیم ہونے
کے دوران اکثر پیدل چل کر صبح کی نماز کے وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہو جاتے ایک بار
حسب عادت روانہ ہوئے نالہ ڈیک کے کنارے پر پہنچے تو سیلاب زوروں پر تھا۔ گھبرائے کہ
کیسے پہنچنا ہوگا۔ عقل کہتی تھی کہ ایسے میں مت جاؤ۔ دل کہتا تھا کہ جب ارادہ کر لیا تو مشکلات راہ
سے ڈرنا کیسا ع کشتی خدا پہ چھوڑ دو لنگر کو توڑ دو
انہوں نے ہمت کی اور پانی میں قدم بڑھایا قدم رکھتے ہی پانی اپنے زور میں اُن کو بہا لے گیا۔ تو
حضرت قبلۂ عالم امیر ملتؒ کو یاد کیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت نے ہاتھ پکڑ کر دوسرے کنارے
پر لا کھڑا کیا۔ حافظ صاحب حاضر ہو کر قدمبوسی کرنے کے بعد واقعہ سنانے لگے تو حضور نے
ارشاد فرمایا۔ "حافظ جی! خاموش رہو ایسے میں مت آیا کرو۔"

آپ حضرت قدس سرہٗ کے تبلیغی دوروں میں آپ کے ہمرکاب رہتے تھے اور حضرت
کے ارشاد پر جلسوں سے خطاب فرماتے تھے۔ مناظرہ کے ماہر تھے۔ مخالف جماعتوں کے سربراہ
آپ کی موجودگی میں مناظرہ سے گھبراتے تھے اور بارہا انہوں نے پیشگی راہ فرار اختیار کرنے ہی
میں عافیت سمجھی۔ تبلیغی دوروں میں آپ دکن تک تشریف لے گئے اور مخالفین کے ہاتھوں
بہت تکلیفیں اٹھائیں مگر ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کر کے تبلیغ و ارشاد میں کوئی
خلل واقع نہ ہونے دیا۔ سفید کرتہ، سفید ململ کی ٹوپی اور نیلا تہبند آپ کا لباس تھا۔ تسبیح
اور مسواک وغیرہ کے لیے ایک نسواری رنگ کا تھیلا ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے۔

آپ کا اکثر وقت ذکر و فکر اور اوراد و وظائف میں گزرتا تھا۔ بعد نماز عصر حضرت
مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کا ختم بذکر جہر تلاوت فرماتے بعد نماز مغرب سورۂ واقعہ

کی تلاوت فرماتے اور آخری لفظ "عظیم" کا تین بار تکرار کرتے۔ بے شمار آپ سے کرامات ظاہر ہوئیں اور لاتعداد لوگوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے اپنی عاقبت سنواری۔

ستمبر ۱۹۱۸ء میں قصبہ رنبیر سنگھ پورہ میں نماز عید الاضحیٰ پڑھ کر عازم لائل پور ہوئے چند دن تبلیغی دورہ فرما کر جلدی ہی درِ دولت پر رونق افروز ہوئے اور پندرہ دن بیمار رہ کر ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۸ء مطابق ۲۴ محرم ۱۳۳۷ھ کو اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو سدھارے۔ تحصیل دروازہ کے باہر قریبی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ مزارِ اقدس پہ یہ شعر کندہ ہے ؎

فاتحہ مرقد حافظ پہ بھی کہتے جانا
کہدو اُن کو جو ہیں اِس رہ سے گزرنے والے

حافظ ظفر علی اردو اور فارسی کا اچھا خاصا ذوق رکھتے تھے اور ان دونوں زبانوں میں شعر بھی کہتے تھے۔ حضرت امیر ملت کی شان میں آپ نے بے شمار منقبتیں کہیں ایک منقبت ہماری دوسری کتاب مناقب امیر ملت میں دیکھی جا سکتی ہے۔

۱۔ سیرت امیر ملت صفحہ ۳۲۶ صفحہ ۳۵۱ صفحہ ۹۰۰۔ تذکرہ شہ جماعت صفحہ ۴۳۔ گلزار مدینہ صفحہ ۹۴
انوار لاثانی صفحہ ۲۳۷ تا صفحہ ۲۳۹۔ تاریخ پسرور صفحہ ۲۳۰ تا صفحہ ۲۳۲

حضرت مولانا پروفیسر عابد حسن فریدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مولانا پروفیسر حامد حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ کے برادر اکبر تھے والد گرامی کا اسم مبارک مولوی احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ کی ولادت ۱۷ محرم الحرام ۱۳۰۷ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۸۸۹ء میں بچھراؤں ضلع مراد آباد (یوپی) میں ہوئی۔ اسٹیٹ ہائی سکول رامپور سے ۱۹۰۹ء میں انٹرنس کا امتحان پاس کرنے کے بعد ایم اے او کالج علی گڑھ میں داخل گئے۔ اور ۱۹۱۳ء میں امتیازی حیثیت سے بی اے پاس کیا۔ ابھی بی اے کے آخری سال میں تھے کہ والد ماجد نے رحلت فرمائی مگر آپ نے تعلیم جاری رکھی اور ۱۹۱۴ء میں الٰہ آباد یونیورسٹی سے ایل ٹی کی سند حاصل کی۔[1]

حصول تعلیم کے بعد اسلامیہ ہائی سکول اٹاوہ میں مدرس ہو گئے۔ ۱۹۱۷ء میں حلیم مسلم ہائی سکول کانپور میں ہیڈ ماسٹر ہو کر چلے گئے۔ ۱۹۱۸ء میں ایم اے (فارسی) کیا اور ۱۹۲۰ء میں سینٹ جانسن کالج آگرہ میں فارسی کے پروفیسر اور صدر شعبہ مقرر ہوئے اور تادم واپسیں اسی عہدہ پر فائز رہے۔[2]

نومبر ۱۹۲۴ء میں حضرت امیر ملت قدس سرہ فتنۂ ارتداد کی سرکوبی کے لیے آگرہ تشریف لائے تو آپ نے ان کے دست اقدس پر بیعت کی سعادت حاصل کی اس کے بعد جب بھی حضرت امیر ملت قدس سرہ آگرہ تشریف لاتے تو آپ کی درخواست پر آپ کے گھر ہی قیام فرما ہوتے۔ ہر سال کالج کی تعطیلات کے دوران آپ بلا ناغہ علی پور شریف حاضر ہوتے۔ اور حضور قبلۂ عالم امیر ملت قدس سرہ سے فیوض و برکات کے خزانے لوٹتے۔ حضرت قدس سرہ

---

[1] تفصیل کے لیے مولانا حامد حسن قادری کے حالات ملاحظہ ہوں۔ [2] سیرت امیر ملت مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۲۲۰ ماہی العلم کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۷۶ء ص ۲۴ [3] تذکرہ مشائخ نقشبندیہ (تکملہ) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۵۶

نمازِ مغرب کے بعد آپ کو حکم دیتے کہ حاضرینِ مجلس کو مسئلہ سناؤ۔ آپ تقریباً ایک گھنٹہ تقریر فرماتے اور دعا کے بعد حضرتِ اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر دست بوسی کا شرف حاصل کرتے۔ ایسے موقع پر کئی بار حضرت قدس سرہٗ نے اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور یہ مصرع پڑھا ؎

"اے وقت تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی"

آپ جب بھی علی پور شریف حاضر ہوتے آگرہ کی مشہور و معروف دریاں اور جانمازیں لاکر پیش کرتے جو اپنی خوبصورتی، عمدگی اور دیرپا ہونے کے سبب اپنی مثال آپ ہوتی تھیں، دربار شریف میں اب تک یہ دریاں اور جانمازیں موجود ہیں۔ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ نے آپ کو آگرہ میں امیرِ حلقہ مقرر فرمایا۔ اور ۳۰ دسمبر ۱۹۳۰ء کو علی پور شریف میں خلافت سے سرفراز فرمایا۔ لیکن انھوں نے اپنی عادت کے مطابق اسے اخفا میں رکھنا چاہا مگر حضرت اقدس کے حکم پر مجبوراً لوگوں کو داخلِ سلسلہ کرنے لگے۔

آپ صاحبِ کشف و کرامت بزرگ تھے۔ مگر اس کے اظہار سے گریز فرماتے تھے احکامِ شریعت کی پابندی اور اتباعِ سنت کا خاص التزام مدِنظر رہتا تھا۔ خوش مزاجی، بذلہ سنجی مہمان نوازی اور بردباری آپ کا خاصا تھا۔ آپ کو کبھی غصہ نہیں آیا ایک دفعہ اپنے بڑے صاحبزادے جناب زاہد حسن فریدی کو بچپن میں نماز نہ پڑھنے پر قمچیوں سے مارا تھا ورنہ اس سے پہلے یا بعد میں نہ ان کو سزا دی نہ کسی اور بچے کو۔ اتباعِ سنت کی ایک دلچسپ مثال ملاحظہ ہو کہ مرض الموت میں بار بار فرماتے کہ "مجھ پہ پانی چھڑکو"۔ حالانکہ بہت تیز بخار تھا۔ پروفیسر محمد طاہر فاروقی مرحوم راوی ہیں کہ میں نے حضرت مولانا الحاج محمد سعادت اللہ بنی اسرائیلی سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ (جو بہت بڑے عالم، محدث اور ولی اللہ تھے) کی خدمت میں تمام صورتِ حال عرض کی تو انہوں نے سر جھکا لیا اور کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد مجھے الگ لے جا کر کہا کہ

۱۔ سیرت امیرِ ملت صفحہ ۲۶۲۔ ہفت روزہ الہام بہاولپور ۲۱ جولائی ۱۹۶۷ء۔ ہر شیخ گنج علی پوری از محمد اویس خاں نوری مطبوعہ لاہور طبع دوم صفحہ ۶۴۳۔ تذکرہ شہ جماعت صفحہ ۶۶

وُہ تو اتباعِ سُنّت انجام دے رہے ہیں۔" (حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مرض مبارک میں اپنے جسمِ اطہر پر پانی کے چھینٹے دینے کا حکم دیا تھا) لے

مئی سنہ ۱۹۴۵ء میں آپ بیمار ہوئے اور نو دس دن علیل رہ کر ۴ جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۷ مئی سنہ ۱۹۴۵ء کو اس عالمِ فنا سے عالمِ بقا کی طرف سدھار گئے۔ اور سید میر ابو العلاء رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ کے باہر حضرت شاہ نور الزماں کے مزار شریف کے بالمقابل سڑک کی دوسری جانب دفن ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت امیر ملّت قدس سرہٗ سفرِ دکن سے واپسی پر آگرہ میں جلوہ افروز ہوئے تو مزار شریف پر تشریف لے جا کر فاتحہ پڑھی اور کافی دیر وہاں رُکے رہے۔

آپ نے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیوں کے علاوہ انگریزی اور اُردو میں کئی کتابیں یادگار چھوڑیں۔ بڑے صاحبزادے حضرت مولانا الحاج زاہد حسن فریدی ایم۔اے (پرنسپل گورنمنٹ کالج تلہ گنگ ضلع کیمبل پور) ہیں اور دیگر تینوں صاحبزادے عارف حسن فریدی صادق حسن فریدی اور حافظ الحاج ظفر حسن فریدی بھی ملازم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے کرم و فضل سے نوازتا رہے۔ ؎

ع اب ریٹائر ہو کر چکوال ضلع جہلم میں رہائش پذیر ہیں۔

لے سیرت امیر ملت ص۲۲۶ ۔ ؎ سیرت امیر ملت ص۲۲۹ ۔ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ (تکملہ) ص۵۶۱ ۔ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر بابت ۷/۱۴ جولائی سنہ ۱۹۴۵ء ۔ کراماتِ امیر ملت ص۱۳۵ (حاشیہ)

حضرت حافظ علی احمد جان پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۰۱ھ میں پشاور شہر کی مشہور و معروف شخصیت صاحبزادہ عبدالقیوم کے ہاں ہوئی۔ آپ کا تمام گھرانا حافظ قرآن تھا حتیٰ کہ عورتیں بھی۔ آپ نے بارہ برس کی عمر میں حضرت حافظ میاں خان محمد آسیا والے سے قرآن پاک حفظ کیا اور اگلے سال تراویح میں سنایا۔ حفظِ قرآن پاک کے بعد ابتدائی تعلیم حضرت مولانا مولوی بجوڑ ملاّ سے حاصل کی اور پھر اُستاذِ اساتذہ حضرت مولانا پیر علی شاہ ساکن ڈھکی نعلبندی کی خدمت میں حاضر ہو کر منقول و معقول کی تعلیم مکمل کی۔

سندِ حدیث محدث جلیل مولانا مولوی محمد ایوب صدر المدرسین مدرسہ جٹال کے حضور زانوئے تلمذ تہ کر کے صحاح ستہ کا دورہ مکمل کر کے حاصل کی۔ بعد ازاں سید گوہر علی شاہ سے فنِ تحریر سیکھا[۱]۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے سترہ برس کی عمر میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اپنے گھر کے سامنے کی مسجد میں "مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث حنفیہ" قائم کیا۔ عصر سے عشاء تک درس دیتے۔ عصر سے مغرب تک حدیث شریف کا اور مغرب سے عشاء تک قرآن مجید کا درس ہوتا۔ تہجد کی نماز پڑھ کر آپ اپنی آبائی مسجد ڈھیری باغباناں تشریف لے جاتے۔ صبح کی نماز وہاں پڑھتے۔ آپ کی ان خدمات جلیلہ اور شرافت و بزرگی کی بدولت پشاور شہر کا بچہ بچہ آپ کو عزت و احترام سے دیکھتا۔ آپ نہایت متواضع، ملنسار، منکسر المزاج، صاحبِ اخلاق اور مہمان نواز تھے[۲]۔

۱۔ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد حصہ اوّل از سید محمد امیر شاہ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء ص ۲۵۲۔ حفاظ پشاور از سید محمد امیر شاہ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۲۲۹

۲۔ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد حصہ اوّل مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۲ء ص ۲۵۵۔ حفاظ پشاور ص ۲۲۹۔

درس و تدریس کے علاوہ آپ نے ملازمت بھی کی ہوئی تھی۔ پشاور ضلع کچہری میں محافظ دفتر تھے۔ لیکن درس و تدریس میں کبھی ناغہ نہ ہوا۔ آخری وقت تک ضلع کچہری پشاور کی مسجد میں خطیب بھی رہے۔ حق گوئی سے کبھی گریز نہ کیا۔ افسروں اور حکومت کو ببانگِ دہل ٹوکتے تھے۔ اس وجہ سے کئی بار آپ کے مکان کی تلاشی ہوئی جواب طلبیاں ہوئیں۔ مگر آپ کے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہ آئی۔ اقبال رح نے سچ کہا ہے ؎

آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آپ نے حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے دستِ حق پہ بیعت کی ہوئی تھی بعد ازاں حضرت نے آپ کی مذہبی و ملی خدمات سے خوش ہو کر ۱۰ رمئی ۱۹۱۳ء کو برموقعہ سالانہ جلسہ علی پور شریف خلافت سے بھی نوازا تھا[۱]۔ آپ نے مرشد گرامی کی معیت میں شدھی تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا۔ پانچ ماہ تک ہندوستان کا دورہ کر کے ہزاروں مسلمانوں کو قعرِ مذلت میں گرنے سے بچالیا۔ اور بے شمار غیر مسلموں کو دولتِ ایمان سے مالا مال کیا۔ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے ساتھ پچاس کے قریب علماء تھے مگر آپ کا وعظ سب پر چھایا رہتا تھا چنانچہ آپ کی ان تبلیغی خدمات سے خوش ہو کر حضرت نے آپ کو رئیس الواعظین کا خطاب دیا۔ جو بہت مقبول ہوا۔ علاوہ ازیں لوگ آپ کو شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کے القاب سے بھی پکارتے تھے[۲]۔

تحریکِ خلافت میں آپ نے حضرت سید مقبول شاہ کے ہمراہ پوری تن دہی سے حصہ لیا۔ تحریکِ ہجرت میں خود غرض لوگوں کی وجہ سے بددل ہو کر سیاست سے کنارہ کشی کر کے دینی تبلیغ اور تعلیم و تعلم کے لیئے وقف ہو گئے۔ آپ کے درس میں عشقِ مصطفٰے صلی اللہ

---

[۱] تذکرہ علماء و مشائخ سرحد حصہ اول مطبوعہ لاہور ۱۹۶۹ء ص ۲۵۳ تا ۲۵۴ – گلزار مدینہ ص ۱۵ – سیرت امیر ملت ص ۴۲۰ – تذکرہ بزرگان ... از سید حمید حسین مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء ص ۴۰ – ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور جون ۱۹۱۳ء ص ۱۰۔

[۲] سیرت امیر ملت ص ۴۲۵، ص ۴۳۸ – تذکرہ علماء و مشائخ سرحد حصہ اول ص ۲۵۳، ص ۲۵۶۔

علیہ وسلم کی نہریں بہتی تھیں۔ چونکہ عشقِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کی رگ رگ میں سمایا ہوا تھا لہٰذا لوگ یہ دولت لوٹنے کے لیے جوق در جوق آپ کے درس میں شریک ہوتے تھے۔[1]

پشاور شہر میں مجلس سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد رکھنے والوں میں آپ کی ذات پیش پیش تھی۔ مگر جب اس مجلس پر غیر مقلدوں کا غلبہ ہوا۔ تو آپ نے شاہی مہمان خانہ میں ایک نہایت ہی عظیم الشان اجتماع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف پر تقریر کر کے اس مجلس سے علیحدگی اختیار کی پھر مجلس میلاد کے زیرِ اہتمام میلادِ شریف کے موقعہ پر جلوس کا اہتمام کرایا۔

پہلا جلوس ۱۳۴۲ھ بکہ توت پشاور سے نکلا۔ جو رات کے نو بجے آپ کے دولتکدہ پر ختم ہوا۔ پھر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ ہوا یہ آپ ہی کے جذبہ صادقہ کی برکت ہے کہ آج پشاور میں ہر محلہ اور کوچہ میں میلاد شریف کی مجالس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔[2]

آپ ایک استاد اور خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ مایۂ ناز مفتی بھی تھے ہر استفتار کا جواب فقہ حنفی کی روشنی میں مدلل تحریر فرماتے۔ آپ کے فتاویٰ آپ کی فقاہت اور علمی تبحر کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ ان سب مصروفیتوں کے علاوہ آپ نے بہت سی کتابیں بھی لکھیں۔ ۱۔ شبِ برات ۲۔ فضیلتِ رمضان ۳۔ اطاعتِ مرشد ۴۔ سراج المشکوٰۃ فی مسائل الزکوٰۃ۔

حزب الذکر کا بنگالی ترجمہ آپ کے ایک شاگرد آغا محمد جان نے شائع کیا۔ اصولِ حدیث پر حضرت شاہ محمد غوث قادری کے رسالہ "اصولِ حدیث" کا ترجمہ بھی کیا قرآن پاک کا حاشیہ لکھنا شروع کیا تھا مگر پورا نہ ہو سکا۔[3]

ایک بار آپ پر تپِ محرقہ کا شدید حملہ ہوا۔ ڈاکٹر، حکیم، دوست، احباب،

---

[1] تذکرہ علمار و مشائخ سرحد حصہ اول ص ۲۵۵۔

[2][3] تذکرہ علمار و مشائخ سرحد حصہ اول ص ۲۵۶، ص ۲۵۷۔

شاگرد غرض سبھی آپ کی زندگی سے مایوس ہو گئے آپ پر نیم بیہوشی طاری تھی۔ طبیعت ذرا سنبھلی تو فرمایا :-

"اس بیماری سے نہیں مرتا کیونکہ ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور فرمایا ہے کہ دس برس تجھے اور زندگی دے دی گئی ہے۔"

چنانچہ آپ دس برس مزید زندہ رہے۔

سید محمد امیر شاہ قادری مدظلہ (مؤلف تذکرہ علماء و مشائخ سرحد) راوی ہیں۔ کہ ایک بار میں حدیث شریف آپ کے سامنے بیٹھے پڑھ رہا تھا کہ آپ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا یہ حدیث شریف کا پڑھنا سن رہے تھے اور بہت خوش تھے۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ"

آپ[1] کی رحلت اقدس ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۳ اپریل ۱۹۵۷ء بروز اتوار ہوئی اور اگلے روز آبائی قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

---

[1] ایضاً ص ۲۵۶
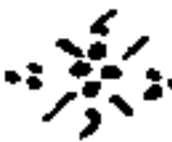
حضرت مولانا سید عبدالقاضی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت سید محمود شاہ محدث ہزاروی مدظلہ کے برادر اکبر تھے والد گرامی کا نام مبارک سید محبوب علی شاہ تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت غالباً ۱۸۸۲ء میں بمقام سوہلن ضلع ہزارہ میں ہوئی۔ بہت بڑے عالم و فاضل تھے۔ فنِ تقریر میں اُستادی کا درجہ حاصل تھا آپ کی تقریر دلپذیر کے سامنے بڑے بڑے مقرروں کا رنگ پھیکا پڑ جاتا تھا۔ آپ کی بیعت سلسلہ چشتیہ میں تھی۔

غالباً دو تین جگہ سے خلافت ملی تھی۔[1] حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ۱۱، ۱۲ مئی ۱۹۳۹ء کو سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ کے موقع پر علی پور شریف میں خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا اور آپ کی تقریر دلپذیر سے خوش ہو کر فرمایا:۔

> میں نے ۸۶، ۸۷ سال کی عمر میں یہ وعظ آج ہی سنا ہے کسی مولوی نے بھی ایسا وعظ نہیں سنایا اور میں نے بھی کبھی نہیں سنایا اس واسطے کہ مخالف کہیں گے کہ اپنی قوم کی یا اپنی تعریف کر رہا ہے مگر میں وعدہ کرتا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ اب میں ایسا سنایا کروں گا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم لوگوں نے چھوڑ دی ہے تو آپ کی اولاد کی کون کرے گا میں شاہ صاحب کے لیے دعا کرتا

---

[1] ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ مئی ۱۹۳۹ء صفحہ ۱۱۔ مکتوب گرامی مولانا ناظر میاں قادری بنام مؤلف ازمدین ضلع سوات (سرحد) محررہ ۵ نومبر ۱۹۷۶ء

ہوں میں بہت خوش ہوا ہوں جو میرے پیر سے
مجھے سلسلہ طریقت کی اجازت پہنچی ہے میں آپ کو
اجازت دیتا ہوں[1]۔"

آپ نے "حبل متین" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی۔ برصغیر پاک و ہند میں آپ کے بے شمار مرید پائے جاتے ہیں۔ ۹ محرم الحرام ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۵۲ء بروز پیر صبح ساڑھے سات بجے آپ کی رحلت ہوئی اور ریلوے اسٹیشن حویلیاں ضلع ہزارہ کے متصل آپ کی آخری آرامگاہ بنی[2]۔

---
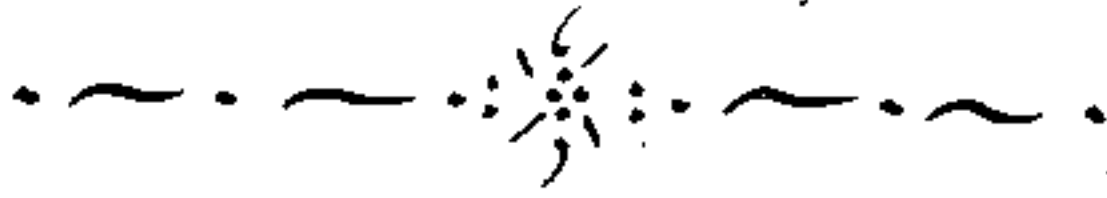
[1] ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ جون ۱۹۳۹ء صد ۲۔ سیرت امیر ملت ص ۳۹۔
[2] مکتوب مولانا حافظ میاں قادری صاحب از مدین (ایجوات) بنام مؤلف محررہ ۵ نومبر ۱۹۷۶ء
جامع المجزات از سید محمود شاہ ہزاروی مطبوعہ منظور عام پریس پشاور ص ۴۱۔

حضرت مولانا عبدالمجید خاں جھجری قصوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ جھجر ضلع رہتک (انڈیا) کے لال خانیوں میں سے تھے آپ کی ولادت با سعادت ۱۸۸۱ء اور ۱۸۸۶ء کے درمیان میں ہوئی والد گرامی غلام محمد خاں بڑے عابد و زاہد اور داخل سلسلہ عالیہ تھے حضرت امیر ملت قدس سرہ نے ایک بار ان سے فرمایا کہ "خان صاحب مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہیں مولوی صاحب سا فرزند عطا فرمایا"۔ آپ کی طبیعت بچپن ہی سے لہو ولعب سے متنفر تھی[۱]۔

آپ نے جھجر سے انگریزی مڈل پاس کیا اور جھجر کی جامع مسجد کے مدرسہ عربیہ میں فارسی، عربی کی تحصیل کی۔ آپ کو جملہ علوم عربی پر عبور حاصل تھا جفر اور کیمیا وغیرہ سے علمی دلچسپی تھی اور شائقین کو ان علوم کے نکات سے بہرہ ور فرماتے تھے حضرت امیر ملت قدس سرہ اس فن کے طالبوں کو آپ کے پاس بھیج دیتے تھے شعر و شاعری سے بھی خصوصی دلچسپی تھی۔ اور فی البدیہہ و برجستہ بہت خوب اشعار کہتے تھے آپ کے شیخ حضرت مولانا محمد حسین قصوری رحمۃ اللہ علیہ قصور کے رہنے والے تھے اس وجہ سے آپ نے اپنا تخلص قصوری اختیار فرمایا تھا[۲]۔

آپ نے اپریل ۱۹۱۱ء میں حضرت مولانا محمد حسین قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر سعادت بیعت حاصل کی اور خلافت حضرت امیر ملت قدس سرہ سے پائی۔ آپ کی نسبت عالیہ سراپا جمال تھی۔ کبھی زبان سے (اللہ) بالجہر سننے میں نہیں آیا۔ جب نسبت کا زیادہ غلبہ ہوتا تو آپ پر گریہ طاری ہو جاتا آپ ضبط و تحمل کے کوہ گراں تھے ہر وقت سلطان الاذکار کے شغل میں محو رہتے تھے سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے سے پہلے حصار میں واصل باقی نویس تھے

[۱] سیرت امیر ملت ص ۲۱ ۔ [۲] گنج قصوری از محمد ادریس خاں غوری مطبوعہ لاہور ص ۲۶

حصار سے واپسی پر پٹواری بھی رہے اور پھر عرائض نویس ہو گئے۔[1] فتنۂ ارتداد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔[2]

آپ کا قد میانہ اور جسم بھاری تھا۔ رنگ گندمی اور چہرہ گول تھا۔ داڑھی میں مہندی کا خضاب لگاتے تھے۔ بینائی آخر تک درست رہی۔ خود فرمایا تھا کہ "ایک جمعہ میں حضرت مولانا محمد حسین قصوری رحمۃ اللہ علیہ خطبہ جمعہ پڑھنے لگے تو چشمہ موجود نہ تھا تمام جیبیں ٹٹولیں نہ ملا۔ میں نے بڑھ کر اپنا چشمہ پیش کیا۔ جمعہ کے بعد واپس فرمانے لگے مگر میں نے قبول نہیں کیا۔ اس وقت تک پڑھنے کیلئے مجھے چشمے کی ضرورت ہوا کرتی تھی۔ اس کے بعد سے یہ حالت ہو گئی ہے کہ چاند کی روشنی میں لکھ پڑھ لیتا ہوں گویا مجھ سے چشمہ لیکر حضرت قبلہ نے مجھے بینائی عنایت فرما دی"۔[3]

آپ نے چند کتابیں بھی تالیف فرمائیں جن کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

۱۔ **تجلیات الکمالات**:۔ اس میں اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا محمد حسین قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات قلمبند فرمائے ہیں۔

۲۔ **چودھویں صدی کا فتنہ**:۔ اس مختصر کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

۳۔ **حرزِ حقانی بجواب حربۂ قادیانی**:۔ اس میں ایک قادیانی کے پچپن (۵۵) سوالات و اعتراضات کا مدلل اور مفصل جواب تحریر فرمایا ہے۔ اور اس کے بعد خود پچپن (۵۵) سوالات قائم کیے ہیں آپ کے اعتراضات ایسے مضبوط ہیں کہ اب تک کوئی ان کا جواب دینے کی ہمت نہیں کر سکا۔

---

[1] پنج گنج علی پوری از محمد ادریس خاں غوری مطبوعہ لاہور طبع دوم ص۳۰، ۱۷۵۔

[2] سیرت امیر ملت ص۱۳۱۔ [3] سیرت امیر ملت ص۲۲۔

۴۔ قومی کارنامے :۔ اس مختصر رسالہ میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی دینی و ملی خدمات پر بڑی خوش اسلوبی سے روشنی ڈالی گئی ہے۔[1]

جیساکہ قبل ازیں ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کو شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی آپ نے بہت سی غزلیں اور قصیدے وغیرہ لکھے، ذیل میں بطور مشتے نمونہ از خروارے ایک نعتیہ غزل درج کی جا رہی ہے[2]

نقاب چہرۂ زیبا اٹھالو گے تو کیا ہو گا
جمالِ بے حجابانہ دکھا دو گے تو کیا ہو گا

تمہاری ایک ہی ٹھوکر میں اس کا کام بنتا ہے
دلِ مُردہ مسیحا دم جلا دو گے تو کیا ہو گا

ہزاروں عاقل و دانا ترے کوچہ میں بیخود ہیں
مجھے بھی اپنا دیوانہ بنالو گے تو کیا ہو گا

سرِ محشر مرے عیبوں کا پردہ فاش ہوتا ہے
مجھے گر اپنی کملی میں چھپالو گے تو کیا ہو گا

سیہ کارانِ اُمت کو تمہارا ہی سہارا ہے
ہمیں بھی نارِ دوزخ سے بچالو گے تو کیا ہو گا

مری اے بی شروع ہے اور میرا مقصود بی آ ہے
خطِ معکوس کا جھگڑا مٹا دو گے تو کیا ہو گا

حضر میں بھی تو اک گم گشتۂ وادیٔ حیرت ہوں
درِ جاناں کا رستہ گر بتا دو گے تو کیا ہو گا

بھٹکتا پھرتا ہے عبد المجید ناتواں حضرت!
اسے بھی گر مدینہ میں بلا لو گے تو کیا ہو گا

تقسیمِ ملک کے بعد اول قصور میں مقیم ہو گئے اور پھر سرگودھا کو مستقل طور پر اپنا مسکن بنا لیا اور سرگودھا میں ہی ۱۴ جون ۱۹۵۶ء مطابق ۴ ذیقعدہ ۱۳۷۵ھ کو رحلت فرمائی آپ کے صاحبزادے عبد الحمید خاں صاحب کا بیان ہے کہ "۱۳ جون کو آپ کو بخار ہوا۔ ڈاکٹر نے دوا دی اور کہا کہ ملیریا ہے۔ جاتا رہیگا مگر بخار تیز ہوتا گیا تھا۔ ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ۔۔۔ ۱۴ جون کو دو بجے دن کے آپ نے

---

[1] سیرت امیر ملت ص ۱۲۷، ۱۲۲ ۔ پنج گنج قصوری ص ۴ ۔ ہر پنج گنج علی پوری ص ۱۸۲
[2] پنج گنج قصوری ص ۴

نماز کی نیت باندھ لی۔ میں نے سمجھا کہ غفلت میں ایسا کیا ہے لہٰذا ہاتھ کھول دیئے۔ دوسری دفعہ پھر ہاتھ باندھ لیے۔ میں نے پھر کھول دیئے مگر آپ نے جلدی ہی پھر باندھ لیے۔ جب تیسری دفعہ ہاتھ کھولنے کا ارادہ کیا تو آپ نے نیم باز آنکھوں سے میری طرف دیکھا۔ میں نے اپنے ہاتھ ہٹا لیے اور پھر چند لمحوں بعد آپ کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی"۔ سرگودھا میں اہلِ جھجر نے قبرستان میں سڑک کے کنارے نئی مسجد بنائی ہے اس سے ذرا آگے بڑھ کر آپ کا پختہ مزار ہے۔[1]

ایک دفعہ آپ نے فارسی کے مشہور شعر پر اضافہ کر کے یہ قطعہ ترتیب دیا تھا اور خیال ظاہر کیا تھا کہ یہی قطعہ کندہ کرا کے آپ کے مزار پر لگا دیا جائے تو بہتر ہے ؎

قصوری دفن شد ایں جا سرِ راہ   سراپا نادم از جرم و خطائے
"مگر صاحبدلے روزے بہ رحمت   کند در حقِ ایں مسکیں دُعائے"

آپ کے وصال کے بعد حضرت مولانا پروفیسر حامد حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی وفات کی اطلاع کی گئی ساتھ ہی قطعۂ تاریخ کی فرمائش کی گئی اور یہ قطعہ بھی خط میں رکھ دیا گیا۔ حضرت قادری صاحب نے جواب میں لکھا کہ:۔

"خدا جانے کتنا عرصہ ہوا جب انھوں نے یہ قطعہ فرمایا تھا۔ لیکن ان کی کرامت دیکھئے کہ اس کے پہلے مصرع میں گویا اپنی تاریخِ وفات ارشاد فرما دی تھی۔ میں نے اس مصرع کے عدد نکالے تو پورے ۱۳۷۵ھ نکلے۔"[2]

حضرت قادری نے یہ قطعہ لکھا[3]

زچشمِ خلق فرمودہ است پردہ   جنابِ محترم عبد المجید آہ

---

[1] پنج گنج قصوری ص۲۴، پنج گنج علی پوری ص۱۷، سیرت امیرِ ملت ص۲۳۲، ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ بابت اگست ۱۹۵۷ء ص۳۰۔ [2] سیرت امیرِ ملت ص۲۳۲ بحوالہ پنج گنج قصوری ص۳۰
[3] پنج گنج قصوری ص۳۱، ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ جولائی اگست ۱۹۵۷ء ص

بفیض و لطفِ مولانائے مغفور[1] | ہما نا بود حق بین و حق آگاہ
فنافی الشیخ بودہ در جہانش | برفت و شد فنا فی اللہ وَ اللہ
بہ جھجر قطعۂ فرمودہ بود او | ازاں ظاہر کرامت گشت ناگاہ

کہ یک مصرع ازاں شد سالِ فوتش
"قصوری دفن شد ایں جا سرِ راہ"

۱۳۷۵ھ

دیگر

تواریخ الوصال	لَھُم مِنَ اللہِ فَضلاً کَبِیراً (سورۃ احزاب)
۱۳۷۵ھ	۱۳۷۵ھ

آپ نے ایک صاحبزادے مولانا صوفی عبدالحمید خاں یادگار چھوڑے جو بہت متقی اور پرہیزگار تھے۔ ان کی رحلت ۲، ۳ نومبر ۱۹۷۶ء منگل بدھ کی درمیانی شب کو قریباً ڈیڑھ بجے سرگودھا میں ہوئی۔[2]

---

[1] حضرت مولانا محمد حسین قصوری رحمۃ اللہ علیہ
[2] ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور جنوری ۱۹۷۷ء صفحہ ۳۰

حضرت مولانا عبداللطیف کابلی میسوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کابل کے رہنے والے تھے پھر میسور میں آکر مقیم ہو گئے حضرت امیر ملت قدس سرہ ۱۹۰۸ء میں بسلسلہ تبلیغ دکن میں تشریف لائے تو طویل مدت تک قیام فرمایا۔ ۱۳ اپریل ۱۹۰۸ء بروز اتوار بعد نماز مغرب میسور میں ایک بہت بڑے جلسہ عام میں آپ کو اجازت و خلافت سے نوازا۔ اور مندرجہ ذیل نصیحتیں فرمائیں۔

- "رازقِ حقیقی اسی کو جانو جو تمہارا مالک و خالق ہے۔ بے ریا عبادت کیا کرو تاکہ اس کا اجر تم کو معبود سے ملے۔
- ہمیشہ حق گوئی سے کام لیا کرو۔
- اپنے مولا کو کسی حال میں مت بھولو۔
- سوائے اس جبار اور قہار کے کسی سے مت ڈرو۔
- اللہ کی مخلوق کے نفع نقصان کو اپنے ذاتی نفع نقصان پر مقدم سمجھو جہاں تک ہو سکے ان کی ہمدردی اور خیر خواہی کرو۔
- اپنے یارانِ طریقت کے ساتھ محبت اور اُلفت رکھو اور میرے بتائے ہوئے اسباق پر عمل کرتے رہو۔"

ل سیرت امیر ملت ص ۲۰۱، ص ۲۰۷، ص ۲۰۸ - تذکرہ شہ جماعت ص ۶۷ - گلزار مدینہ ص ۶۵

حضرت مولانا عبداللہ حسین خلیل بنگلوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ مدرسہ اسلامیہ لشکر بنگلور (میسور) کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ شعر و شاعری کا بھی خاصا ذوق تھا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی شان میں کئی قصیدے کہے۔ حضرت اقدس قدس سرہٗ نے مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۰۶ء بروز اتوار بعد نماز مغرب بہت بڑے جلسہ عام میں اجازت و خلافت عطا فرمائی اور مندرجہ ذیل نصیحتیں فرمائیں:۔

"رازقِ حقیقی اُس کو جانو جو تمہارا مالک و خالق ہے۔
بے ریا عبادت کیا کرو تاکہ اُس کا اجر تم کو معبود سے ملے۔
ہمیشہ حق گوئی سے کام لیا کرو۔
اپنے مولا کو کسی حال میں مت بھولو۔
سوائے اُس جبّار اور قہّار کے کسی سے مت ڈرو۔
اللہ کی مخلوق کے نفع نقصان کو اپنے ذاتی نفع نقصان پر مقدّم سمجھو۔
جہاں تک ہو سکے اُن کی ہمدردی اور خیر خواہی کرو۔
اپنے یارانِ طریقت کے ساتھ محبّت اور اُلفت رکھو۔ اور میرے بتائے ہوئے اسباق پر عمل کرتے رہو۔"

لے سیرت امیر ملت ص۱۹۹، ملٰ۲، ص۲۰ ۔ تذکرہ شجاعت ص۱۶۔

حضرت پیر عبدالرحمٰن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کشمیر میں پہلگام کے قریب موضع گلگام کے رہنے والے تھے۔ آپ نے بھی شریعت و طریقت کی بہت خدمت کی ہے اور بہت لوگوں کو سلسلہ عالیہ میں داخل کیا ہے۔ بہت نیک اور پرہیزگار شخص تھے۔

حضرت قبلۂ عالم امیر ملت قدس سرہٗ جب بھی کشمیر تشریف لے جاتے تو آپ خدمت والا میں حاضر رہتے تھے۔ شب و روز خدمت کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ جو کشمیری زن و مرد اپنی حاجتیں لے کر حاضر خدمت ہوتے تو آپ ان کی ترجمانی کیا کرتے اگر کچھ لوگ سلسلہ عالیہ میں حضرت اقدس سے بیعت ہوتے تو کشمیری زبان میں اسباق کی ترجمانی بھی یہی کرتے تھے۔[1]

---

[1] سیرت امیر ملت صـ۱۶۷ تا صـ۱۶۷

حضرت مولانا عبدالرحمٰن ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ضلع ہزارہ کے رہنے والے تھے۔ نہایت متقی، پرہیزگار اور نمونۂ سلف بزرگ تھے۔ تقریر وتحریر میں یکساں مہارت رکھتے تھے۔ علی پور شریف کے سالانہ اجلاس انجمن خدام الصوفیہ میں ہر سال اپنی جادو بیانی کا ڈنکا بجا کر خلقِ خدا کو راہِ ہدایت دکھایا کرتے تھے۔ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ نے اجازت وخلافت سے نواز کر سلسلہ عالیہ کی تبلیغ وترویج کی ہدایت فرمائی۔ بے شمار لوگوں نے آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کرکے سعادتِ دارین حاصل کی[1]۔ آپ کی رحلت دسمبر ۱۹۲۹ء میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ[2]

---

[1] ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور اپریل ۱۹۲۲ء ص۶۔ سیرت امیرِ ملت ص۲۰ گلزارِ مدینہ ص۲۴ تذکرہ شہ جماعت ص۱۷

[2] ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور جنوری ۱۹۳۰ء ص۴۱

حضرت سید عبدالرزاق میسوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ شہر میسور کے رہنے والے تھے آپ کو حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے رحلت فرمانے کے چار سال بعد اویسی طریقے پر شرف خلافت سے نوازا تھا جس کی تفصیل حضرت بخشی مصطفےٰ علی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کرامات امیر ملت میں یوں بیان کی ہے۔

"نیاز مند بخشی مصطفےٰ علی خاں راوی ہے کہ ۱۳۷۴ھ ماہ محرم کے اواخر میں ایک شب نیاز مند حرم شریف نبوی میں علیٰ صاحبہا الف الف التحیاۃ والصلوٰۃ والسلام روضۂ انور واقدس کے مشرق میں حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام مبارک کے بالکل قریب جالی اقدس سے متصل بعد نماز مغرب مراقب تھا تو رویائے صادقہ میں دیکھا کہ اعلیٰحضرت قبلۂ عالم روحی فداہ ایک مجلس اصفیاء کے صدر ہیں اتنے میں دو میسوری یاران طریقت حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے اور عرض کیا کہ اب سے پچاس سال قبل سے دس سال قبل تک میسور میں حضور کے خلفاء تھے اور آنجناب اقدس بھی تقریباً ہر سال رونق افروز ہوتے تھے لیکن اب میسور میں نہ کوئی امیر حلقہ ہے نہ کوئی خلیفہ ہے جو متمنیوں کو داخل سلسلہ کر سکے۔ اعلیٰ حضرت (امیر ملت) نے چند بے غور و فکر کے بعد نیاز مند بخشی سے فرمایا کہ:-

مولوی صاحب! سید عبدالرزاق صاحب میسوری کو خلافت دے دو"

نیاز مند نے عرض کیا، حضور: یہ میرے لیے کیونکر ممکن ہے اس لیے کہ

میسور کہاں اور مدینہ کہاں۔ تب آپ نے فرمایا کہ :-

"مولوی سید محی الدین صاحب کو لاری (خلیفہ مجاز)
کے پاس مدینہ منورہ کا عمامہ بھیجدو کہ وہ دستار بندی
کر کے خلافت کی اجازت دے دیویں"۔

اتنے میں ایک بچے کے رونے کی آواز سے نیاز مند کی آنکھ کھل گئی۔
نیاز مند حیران تھا کہ مولوی سید محی الدین صاحب کے پاس جو شہر میسور
سے سَو اسَو میل دُور شہر کولار میں تشریف رکھتے ہیں۔ عمامہ کیسے بھیجا
جائے اسلیئے کہ مدینہ منورہ سے پارسل نہیں جا سکتا۔ اور میسور شہر کے
حاجی صاحبان مدینہ منورہ سے واپس چلے گئے تھے۔ لیکن اگلے ہی دن
خاص کولار شہر کے یارانِ طریقت کے قافلہ سے ملاقات ہُوئی جو اُسی
دن مکہ مکرمہ سے آئے ہُوئے تھے۔ نیاز مند نے مدینہ منورہ سے خریدا
ہُوا ایک عمامہ اور چند تبرکات اور ایک مکتوب جس میں رویائے صادقہ
کا مفصل بیان تھا ان کے سپرد کیا کہ یہ سب چیزیں مولوی سید محی الدین
صاحب کی خدمت میں پہنچا دیں۔

چنانچہ مولوی صاحب نے ماہ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۷۴ھ سنہ ۱۹۵۴ء
کی آخری تاریخ جمعہ کے دن مسجد اعظم میسور میں بعد نماز جمعہ ہزارہا
یارانِ طریقت کے سامنے حضور قبلہ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے
مولوی سید عبدالرزاق صاحب کو اعلیٰحضرت اقدس کی اویسی خلافت
عطا فرمائی اور نیاز مند کا مکتوب سب حاضرین کو پڑھ کر سنایا"۔[1]

---

[1] کرامات امیر ملت" ص ۱۲۵، ص ۱۲۶

حضرت سیّد عثمان علی عرف مرشد جماعتی مدظلہ

آپ کی ولادت باسعادت اغلباً ۱۹۲۷ء میں حیدرآباد دکن (انڈیا) میں ہوئی۔ شجرۂ نسب چند واسطوں سے حضرت سیّد شریف رسول نما قادری برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ سیّد عثمان علی عرف مرشد جماعتی بن سید لیسین علی بن سیّد وجیہہ الدین شاہ بن سیّد رضا علی خاں بہادر (شہید) بن سیّد حامد عرف سیّد احمد بن سیّد مرتضیٰ بن سیّد قاسم بن عارفِ کامل حضرت سیّد شریف رسول نما قادری (رحمۃ اللہ علیہم)

حضرت سیّد رسول نما قادری اپنے مریدین کو عالمِ مراقبہ و خواب میں مجلس مبارک سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل فرماتے تھے۔ لہٰذا آپ نے رسول نما کے لقب سے شہرت پائی۔ آپ گیارھویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ تھے۔ مزار مقدّس برہان پور ضلع خاندیس (انڈیا) میں مرجع خاص و عام ہے۔ بہ لحاظ نسب حسینی سادات ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوجعفر سیّد امام محمد تقی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

سیّد عثمان علی شاہ عرف مرشد جماعتی کے مورثین کے قریبی رشتے و تعلقات اُمراءِ پائیگاہ سے ہیں۔ نواب ابوالخیر خان بانی خاندان پائیگاہ کا مزار حضرت سیّد شاہ رسول نما قادری علیہ الرحمۃ کے پائیں برہان پور میں ہے۔ ریاست نظام حیدرآباد دکن میں پائیگاہ جاگیر کی سالانہ آمدنی تیس لاکھ روپیہ تھی۔ خاندانِ پائیگاہ کے جدِّ امجد حضرت بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ سیّد شاہ رسول نما قادری کی اولاد میں سیّد حامد عرف سید احمد بہ ہمراہی نواب تیغ جنگ بہادر برہان پور سے ریاست نظام حیدرآباد میں آئے تھے۔ سیّد حامد صاحب کو بعض اعزاز عطیہ شاہی آصفجاہی اور بعض پائیگاہی عطیات تھے۔

سیّد عثمان علی عرف مرشد جماعتی ۱۹۴۷ء میں حیدرآباد فرخندہ بنیاد سے

علی پور شریف حاضر ہوئے۔ ان دنوں حضرت امیر ملت قدس سرہ کوئٹہ میں جلوہ افروز تھے آپ کوئٹہ میں حاضر خدمت ہوئے اور تین ماہ تک نہایت جانفشانی سے خدمت بجا لاتے رہے۔ آپ حضرت کو وضو کراتے اور حاجی لوٹا (خادم خاص حضرت امیر ملتؒ) کے ساتھ مل کر کھانا تیار کرتے۔

مرشد صاحب کے والد اور جد امجد وظائف و اوراد، تعویذ اور قرآنی عملیات سے بھی مخلوق کی خدمت کرتے تھے۔ والد گرامی عربی و فارسی کے ادیب تھے خوشنویس تھے مرشد صاحب اپنے ساتھ والد مرحوم کی قلمی بیاض جو نہایت خوشخط تھی لائے تھے۔ اس میں اوراد و وظائف دریہ اور قرآنی عملیات تھے۔ اس بیاض کو حضرت امیر ملت قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں پیش کیا۔ اور پھر حسب الحکم حضرت امیر ملت قدس سرہٗ ایک ایک عمل کو پڑھتے جاتے اور حضرت بعد سماعت عمل کی اجازت مرحمت فرماتے جاتے۔ غرض مرشد صاحب کو تمام وظائف، اوراد و عملیات کی اجازت عطا فرما کر حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اجازت بیعت بھی مرحمت فرمائی اور خلعت خلافت سے نوازا۔ حاجی لوٹا صاحب اور حاجی صوفی مولوی عبداللطیف رہتکی عرف بھلکہ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت حاضر خدمت تھے۔

نواب میر عثمان علی خان نظام سابع نے اپنی جاگیر صرف خاص (جو دو کروڑ روپیہ سالانہ آمدنی کی تھی) میں ایک مسجد کی پیش امامی پر مرشد صاحب کو بطور خاص تقرر فرمایا۔ اور ہنوز اسی مسجد کے پیش امام ہیں۔ مسجد نقشبندیہ محلہ بیگم بازار (حیدرآباد دکن) میں بروز جمعہ بعد نماز مغرب ختم خواجگان نقشبندیہ اور حلقہ پابندی سے کراتے ہیں۔ زہد و عبادت میں ضرب المثل ہیں۔ کم گوئی اُن کا خاص وصف ہے۔ لوگوں کی دینی و روحانی خدمت میں منہمک رہتے ہیں[1]۔

---

[1] مکتوب گرامی نواب مرزا ذوالفقار علی بیگ جامعی از حیدرآباد دکن بنام مؤلف محررہ ۷ اگست ۱۹۷۶ء

حضرت مولانا عبداللہ یاغستانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ دکھیل (دہری پور۔ ہزارہ) کے رہنے والے تھے۔ حضرت امیرِ ملّت کے ممتاز خلفاء میں سے تھے۔ جب حضرت قبلۂ عالم امیرِ ملّت کھیل تشریف لاتے تو آپ خوب خدمت کرتے تھے اور لوگوں کو حضور کے دستِ حق پرست پر بیعت کراتے تھے۔ اپنے وعظ و نصیحت اور اخلاقِ کریمانہ سے گرد و نواح کے لوگوں کو فیض یاب فرماتے اور اُن کو پابندِ شریعت بناتے تھے۔ بہت سے لوگ آپ سے بیعت کر کے داخلِ سلسلہ ہوئے۔ بڑے بزرگ، خدارسیدہ اور ولی اللہ تھے۔[۱]

---

۱ سیرت امیرِ ملّت صفحہ ۱۲۰۔ تذکرہ مشائخِ جماعت صفحہ ۳۶۔
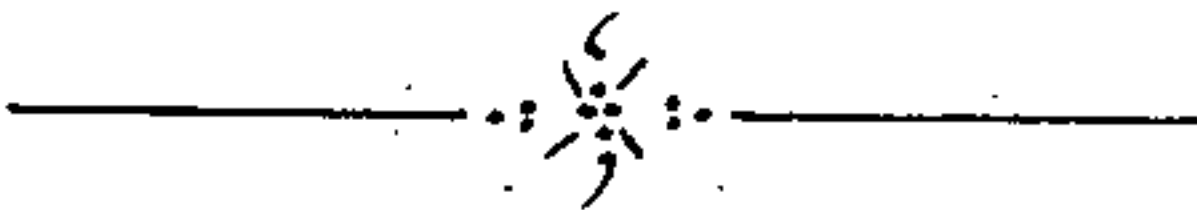
تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ مطابق اکتوبر ۱۸۹۳ء میں مراد آباد (انڈیا) میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک محمد صدیق تھا حضرت الحاج حافظ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن پاک پڑھا۔ مولانا نظام الدین سے صرف و نحو کی کتابیں پڑھیں ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اکتساب علم کرنا شروع کیا اور بہت جلد جملہ علوم و فنون اور حدیث شریف کی تکمیل کے ساتھ ساتھ علم طب میں بھی مہارت تامہ حاصل کی۔ ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں سند فضیلت حاصل کی۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ نے دستار بندی فرمائی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ سے جدائی گوارا نہ ہو سکی اور جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے مدرس و مہتمم مقرر ہوئے۔ ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء میں شیخ المشائخ حضرت سید علی حسین کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء میں اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔ حضرت امیر ملت[۱] الدین پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ نے بھی اجازت و خلافت کی سعادت سے بہرہ ور فرمایا۔ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ کو از حد محبت تھی۔ حضرت کی خدمت میں رات دن رہ کر آپ نے فتاویٰ نویسی سیکھی۔ حضرت صدر الافاضل کی شفقت و محبت بھی آپ پر سب سے زیادہ تھی۔ آخر میں حضرت نے آپ کو صدر مدرس اور

---

[۱] حضرت امیر ملت نے ۱۹۲۵ء میں مراد آباد سُنّی کانفرنس کے موقع پر خلافت عطا کی تھی (قصوری)

شیخ الحدیث مقرر کر دیا تھا۔

قیام مراد آباد کے دوران ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں ماہنامہ السواد اعظم جاری کیا یہ پرچہ ربع صدی سے زیادہ عرصہ تک سُنّیت کا پرچم بڑی جرأت کے ساتھ لہراتا رہا۔ اور آسمانِ صحافت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکتا رہا۔ آپ نے شُدھی تحریک کے انسداد میں بھی حضرت صدر الافاضل کی معیت میں مقدور بھر حصہ لیا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کے نائب ناظم کی حیثیت سے نمایاں خدمات انجام دیں۔ اور ۱۹۴۶ء میں بنارس کے تاریخی اجلاس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور حصولِ پاکستان کی منزل کو قریب تر لانے میں شب و روز کام کیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد حضرت صدر الافاضل کے ہمراہ پاکستان تشریف لائے اور کراچی میں حضرت مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی (والد گرامی مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہٗ) کے اصرار پر قیام پذیر ہو گئے اوّلاً جامعہ مظہریہ آرام باغ کراچی کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے بعد میں "مخزنِ بحر العلوم" کے نام سے اپنا علیحدہ دار العلوم قائم کیا اور جامع مسجد آرام باغ میں اعزازی طور پر خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

عمر بھر مذہب و ملت کی خدماتِ جلیلہ انجام دینے کے بعد ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۸۵ھ مطابق ۲ مارچ ۱۹۶۶ء کو کراچی میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور مسجد "دار الصلوٰۃ"[1] ناظم آباد کراچی میں آخری آرامگاہ بنی۔ "مفتیٔ جنت محمد عمر" ۱۳۸۵ھ تاریخ وصال ہے۔

جناب صابر براری نے مندرجہ ذیل تاریخ وفات لکھی ؎

ہو کیوں نہ چشمِ حق بیں یوں اشکبار صابر	عالم سے اٹھ گیا ہے اک عالمِ قدیمی
تھا جس کا فیض جاری دُنیائے علم و دیں میں	تھی جس کی عطر پاشی خوشبوئے صد نعیمی
شیخ الحدیث تھے وہ اس دورِ حاضرہ کے	اسلافِ ذی شرف کے مجموعۂ نعیمی

---

[1] تذکرہ علماء اہلِ سنت از شاہ محمود احمد قادری ص۱۸۱۔ سیرتِ امیرِ ملت ص۶۱۷۔ تذکرہ شہ جماعت از سید حیدر حسین علی پوری ص۲۶۷۔ مکتوبِ حضرت سید اختر حسین علی پوری بنام مؤلف محررہ ۲۱ ستمبر ۱۹۷۶ء

پہنچا دے ان کو یارب دربارِ مصطفےٰ میں — دے خلد اُن کو، تیری ہر شان ہے کریمی

سالِ وصال صابرؔ لکھ فقیرؔ کو ملا کر

"ہادیٔ اہلِ سنت مفتی عمر نعیمی"

۱۵۸۶+۳۸۰ = ۱۹۶۶ء

حضرت مولانا ضیاء القادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تاریخ وصال کہی

عالمِ ذی جاہ، مولینا عمر

تھے سراجِ علم، مثلِ مہر و مہ

اے ضیاؔ یہ ہے آپ کا سالِ وصال

"عالی ہمت رحمۃ اللہ علیہ"

۱۳۸۵ھ

حضرت حافظ محمد عبدالحمید خاں مدظلہ

حالات زندگی ولادت باسعادت ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ مطابق ۲۹ نومبر ۱۹۰۶ء کو موضع رُولوچک تحصیل ناردوال ضلع سیالکوٹ کے ایک راجپوت خاندان میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی کا اسم مبارک جناب دل محمد خاں تھا۔ جو اپنی شرافت، دیانت اور پرہیز گاری کی بنا پر اپنے گاؤں میں نہایت عزت و احترام سے دیکھے جاتے تھے۔

۱۹۱۱ء میں آپ نے اسلامیہ سکول ظفروال میں داخلہ لیا۔ ۱۹۱۴ء میں حفظ قرآن کرنے کے بعد مڈل کا امتحان نہایت اعلیٰ پوزیشن میں پاس کیا۔ ۱۹۱۵ء میں مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں میں داخل ہوئے اور حضرت امیر ملت سے بیعت کی۔ ۱۹۱۷ء میں مدرسہ رشیدیہ رائے پور گوجراں تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں داخل ہو کر مولانا عبدالمجید (فاضل علی پور شریف) سے عربی، فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۱۸ء میں لاہور آ کر مولانا ابو احمد سے اکتساب علم کیا۔ ۱۹۱۹ء میں مدرسہ رحیمیہ انارکلی (نیلا گنبد) لاہور میں داخل ہو کر درجہ اوسط کی کتابیں پڑھیں۔ ۲۲-۱۹۲۱ء میں مولانا محمد بشیر الصدیقی (سیالکوٹ) سے مولوی فاضل اور منشی فاضل کی کتب پڑھیں۔ ۱۹۲۶ء میں علی پور شریف میں حضرت سراج الملت سید محمد حسین علی پوری نور اللہ مرقدہٗ کے حضور زانوئے تلمذ تہ کر کے دورہ حدیث کی سند حاصل کی۔ ۱۹۳۱ء میں رورس ضلع سیالکوٹ جا کر حکیم غلام نبی بانی شفاخانہ سعیدیہ یونانی سے حکمت و طب پڑھنے کے بعد سند حاصل کی۔

فتنۂ ارتداد (۱۹۲۳ء) کے زمانہ میں آپ نے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے حکم پر آگرہ میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کر کے اطراف و اکناف میں ہزاروں مسلمانوں کو گمراہ ہونے سے بچایا اور تقریباً گیارہ سو کا فروں کو دامن اسلام سے وابستہ کیا۔ کئی ایک پنڈتوں

سے مناظرہ کا بازار گرم ہوا، مگر اللہ کے فضل و کرم سے کامیابی اور کامرانی نے آپ کے قدم چومے آپ نے ایٹہ، فرخ آباد اور دیگر بہت سے مقامات پر ۱۹۲۴ء تک اس فتنہ کی سرکوبی کے لیئے شب و روز کام کیا۔ تحریر و تقریر کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی دولت سے مالا مال کیا۔ کئی ایک مدرسے قائم کر کے لوگوں کو حبِ مصطفٰے کا درس دیا۔ آپ کی ان گرانقدر خدمات کی بدولت حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے ۱۹۲۶ء میں آپ کو خلعتِ خلافت سے نواز کر آپ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔[۱]

اسی سال آپ چونڈہ ضلع سیالکوٹ میں ضلع خطیب مقرر ہوئے اور انجمن تبلیغ الاسلام کی بنیاد رکھی جس کے ذریعے کئی ہندو گنبے (قوم ہڑوال) مشرف بہ اسلام ہوئے ۱۹۲۹ء میں موضع جھنگی میں حضرت سید فتح علی شہباز سجادہ نشین دربار عالیہ غوثیہ منڈیر سیداں نے مدرسہ جاری فرمایا اور آپ اس کے ناظم مقرر ہوئے۔ بڑی محنت اور جانفشانی سے کام کر کے کئی حافظ پیدا کیئے۔ سید صاحب نے آپ کو بہت سے وظائف کی اجازت بخشی۔ آپ کی معیت میں دو بار جموں و کشمیر اور لکھنؤ، الٰہ آباد، بھوپال، حیدر آباد دکن اور کئی ایک دوسرے علاقوں کے تبلیغی دورے کیئے جموں و کشمیر کا دورہ دو تین ماہ تک مسلسل جاری رہا۔ اور بے شمار گم گشتگانِ راہ کو صراطِ مستقیم پہ گامزن کیا۔

۱۹۳۳ء میں مولانا محمد مسعود الہڑودی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت ثانی لاثانی علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے موضع کھیالی ضلع گوجرانوالہ میں ایک درسگاہ قائم کی جس سے بے شمار لوگوں نے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی، کئی بار میلاد کی محفلیں منعقد ہوئیں۔ اور لوگوں میں اسلام کا شوق اور شعور پیدا ہوا۔ اور مسلمانوں میں عشق مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ ابھرا۔

۱۹۳۵ء میں علی پور شریف حاضر ہوئے تو حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے کلا سوالہ میں برائے تبلیغ بھیجدیا اور چند ماہ میں ہی وہاں انجمن خدام الصوفیہ کی شاخ قائم کر کے

---

[۱] سیرت امیر ملت ص ۲۰۷ ۔ تذکرہ شجاعت ص ۲۷

جلسہ کروایا جس میں حضرت قدس سرہٗ نے بنفس نفیس شرکت کی اس دور میں نوشہرہ، پسرور اور گرد و نواح میں تبلیغ کا بازار خوب گرم رہا۔ ۱۹۳۷ء میں اپنے آبائی گاؤں رُوپوچک میں مدرسہ اور انجمن خدام الاسلام کی بنا رکھی جس کے صدر چودھری قاسم خاں ذیلدار و رئیس اعظم مقرر ہوئے اور سینکڑوں طلباء نے اکتساب علم کیا۔

اسی سال آپ یعنی ۱۹۳۷ء میں ہی فوج میں بطور امام و خطیب بھرتی ہو گئے۔ ۳۱ جولائی ۱۹۳۷ء کو براہ بنوں میر علی کیمپ پہنچے اور ۱۹۳۸ء میر علی کیمپ اور بنوں چھاؤنی میں قیام رہا۔ اس کے بعد پلٹن حیدر آباد (سندھ) آ گئی۔ ۱۹۴۰ء کو یہ رجمنٹ کوئٹہ چھاؤنی چلی گئی۔ ۱۹۴۰ء میں یہ رجمنٹ محاذ جنگ مصر چلی گئی اور ۱۹۴۲ء میں احمد آباد آ گئی اور پھر انبالہ میں ۱۹۴۷ء میں فوج کی ملازمت کے دوران ہی حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان دنیا کے نقشے پر ابھرا تو پنجاب رجمنٹ سیالکوٹ چھاؤنی آ گئی پھر کیمبل پور چھاؤنی چلی گئی۔ کیمبل پور قیام کے دوران آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترقی و ترویج کے لیے بہت کام کیا۔ آج کل ظفروال ضلع سیالکوٹ میں مقیم ہیں اور دین حقہ کی خدمت کے لیے ایک درس گاہ قائم کی ہے۔ اور سلسلہ عالیہ کی ترقی و درس قرآن حکیم کا سلسلہ جاری ہے۔

مندرجہ بالا مصروفیات کے باوجود آپ نے مندرجہ ذیل کتب بھی تحریر فرمائی ہیں۔

۱۔ انوار شریعت :۔ نماز اور دیگر دینی مسائل پر نہایت عمدہ کتاب ہے۔

۲۔ بنت رسول ۳۔ حیات سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم)

آخری دونوں کتابیں زیر طبع ہیں۔[۱]

---

[۱] سیرت امیر ملت ص ۲۴۷۔ نیز آپ نے مؤلف کی گزارش پر اپنے حالات تحریری طور پر عنایت فرمائے ہیں۔

حضرت مولانا محمد عبد القیوم عرف منظور احمد شاہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت ۲۲ جمادی الثانی ۱۲۸۹ھ مطابق ۲۷ اگست ۱۸۷۲ء
کو جناب رحیمداد خاں صاحب کے ہاں ہوئی۔ عالم شیر خوارگی میں ہی واقعات نادرہ و حالات
قدسیہ کا ظہور ہونا شروع ہوگیا تھا۔ آپ بچوں کے ساتھ کھیل کود میں بالکل حصہ نہیں
لیتے تھے۔ ایک مرتبہ جب اُستاذ المکرم نے بچوں کو کھیلنے کے لیے رخصت عطا فرمائی آپ نے
اپنے ہمعصر بچوں کو ساتھ لے کر نماز باجماعت ادا کرنے کا مشغلہ شروع کیا۔ جملہ بچے مقتدی
تھے اور آپ امام، اُستاد نے جب یہ دیکھا تو محبت کے ساتھ سینے سے لگالیا۔ اور فرمایا:۔

"کیسا اچھا امام ہے اور کیسے اچھے مقتدی ہیں"۔

آپ کو بچپن ہی سے بزرگانِ دین کی خدمت بابرکت میں حاضر رہنے کا لامتناہی
ذوق تھا۔ والد گرامی کے انتقال کے بعد جب والدہ ماجدہ نے حضرت سید بہاء الدین نقشبندی
مجددی مظہری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تو آپ نے بھی اول چاشنی اس درگاہ والاجاہ کے فیض کی
چکھی مگر سن شریف صرف تیرہ سال تھا اسلیے کوئی تعلیم طریقہ عالیہ کی حاصل نہ کرسکے۔

سن شعور کو پہنچنے پر تلاش مرشد میں مسلسل دس سال ہندوستان کے اطراف و
جوانب میں پھرتے رہے اور اس دوران میں قوت لایموت کے حصول کے مختلف اسباب و
ذرائع اختیار فرماتے رہے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک عطر فروشی کرتے رہے۔ اسی حال میں ۱۹۱۰ء
میں اجمیر شریف میں عرس مبارک کے موقع پر حضرت قبلہ عالم امیر ملت پیر سید جماعت علی
شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ سے شرف نیاز حاصل ہوا۔ مختصر گفتگو کے بعد حضرت
امیر ملت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ:۔ "علی پور شریف آؤ تو دہاں خرید یں گے"۔ چنانچہ
مئی ۱۲ مئی ۱۹۱۰ء کو علی پور سیداں حاضر ہوئے۔ ایک کمرے میں ٹھہرا دیئے گئے پیر کی

تلاش میں دس سال کی یہ حوصلہ فرسا مدّت گزارنے کے بعد انتہائی ذوق و شوق سے اُسی لباس میں جس میں دس سال گزارے ہیں۔ دوسرے داخل ہونے والوں کی کثیر جماعت کے ساتھ پیر کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ دس سال کی اس طویل مدت میں سترپوشی کے لیئے صرف ایک کمبل استعمال کیا جاتا رہا ہے جو آج بھی عجیب دلربا انداز میں زیب تن فرمایا گیا ہے۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ دیکھتے ہی حکم دیتے ہیں کہ :۔

"اس دیوانہ کو جماعت سے نکال دو"۔

یہی معاملہ دو دن پیش آتا رہا۔

۱۴ امئی ۱۹۱۰ء کو بعد نماز مغرب حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے طلب فرما کر حجامت بنوا کر غسل کرایا۔ اور نئے کپڑے پہنا کر سر پر عمامہ بندھوایا۔ جب اس شانِ محبوبی کے ساتھ مرشد کے حضور میں حاضر ہوئے تو سعادتِ بیعت سے سرفراز کیئے گئے اور منظور احمد کا خطاب عطا ہوا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے جملہ فیوض و برکات سے نواز کر نکاح کرنے کا حکم دیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک سال تک متعکف رہنے کا حکم دیا اور پھر بعد از اعتکاف ۱۱ مئی ۱۹۱۵ء کو بموقع سالانہ جلسہ علی پور شریف خلافتِ عظمیٰ سے نوازا۔

خلافت حاصل کرنے کے بعد بحکم امیر ملت محبت پور بلینسہ تحصیل سراتھو ضلع الہ آباد تشریف لے آئے ایک عرصہ تک قرب وجوار کے مواضعات میں سلسلۂ تبلیغ و تعلیم جاری رہا ایک جماعتِ کثیر تائب ہو کر داخلِ سلسلہ ہوئی۔ مسلمانوں کے علاوہ ہندو، عیسائی و دیگر غیر مسلم بھی آپ سے ہدایت یاب ہوئے۔ ہندوستان کے اطراف و اکناف میں تبلیغ و تلقین کا بازار گرم کر کے اپنے سلسلہ کی اشاعت فرمائی۔

آپ کی ہر بات سامعین کے قلب و جگر میں پیوست ہو جاتی تھی۔ دشمن بھی آپ کے اخلاقِ کریمانہ کے معترف تھے۔ ہر شخص یہی سمجھتا کہ حضور سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اپنے ۔ ا ۔ ر۔ سے کے سب مستفید و مستفیض ہوتے۔ لوگ خالی ہاتھ آتے اور گوہرِ مراد سے دامن بھر کر

واپس جاتے سب کو نوازتے سب کی بگڑی بناتے سب کی سنتے اور ہر ممکن مدد فرماتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سنتے ہی آنکھیں پُرنم ہوجاتیں۔ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی سچی تصویر تھے۔

آپ دو مرتبہ حجِ بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے تحریکِ خلافت میں اپنے پیرو مرشد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے بھرپور حصہ لیا۔ اوائل عمری میں پہلوانی کا بھی شوق تھا مگر جب فقیری میں وارد ہوئے تو یہ شغل ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوٹ گیا آپ نہایت سادہ طبیعت، خوبصورت، قدآور، نورانی چہرہ اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ لباس بھی نہایت سادہ پہنتے تھے۔ زیادہ تر مارکین کی شلوار شرعی اور مارکین ہی کا کرتہ اور لدھیانہ کا جوتا استعمال فرماتے۔ مریدوں پر الطافِ کریمانہ ہر وقت رہتا تھا۔ مریدوں کی دستگیری کو ہر وقت پیشِ نظر رکھتے تھے۔

آپ کی رحلت ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۷ جون ۱۹۵۱ء کو ہوئی لہٰذا محلہ رسول پور الٰہ آباد میں آپ کے آموں کے باغ میں آخری آرامگاہ بنی۔[۱]
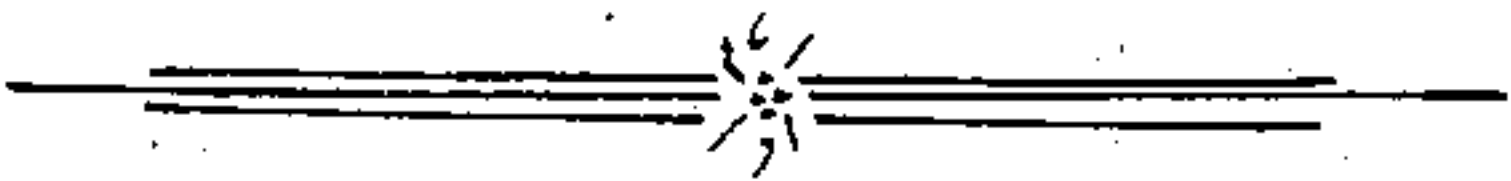
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

---

[۱] سیرت امیرِ ملت ص۲۰۷۔ تذکرہ شجاعت ص۸۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور بابت ماہ جنوری ۱۹۶۳ء ص۳۳ تا ص۳۵۔ مکتوبِ گرامی جناب غلام الصالحین حاجی بھائی مالک بیڑی فیکٹری محلہ اٹالہ الٰہ آباد بنام مؤلف محررہ ۵ دسمبر ۱۹۷۶ء۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور جون ۱۹۱۵ء ص۸۔

حضرت مولانا غلام احمد اخگر امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عالم دین، واعظ و مناظر، بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ ابتدائی زمانہ میں آپ اکثر حضرت قبلۂ عالم امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی دوروں میں ہمراہ رہتے تھے جلسوں میں تقریریں کرتے اور اپنے مواعظ حسنہ سے خلق خدا کو فیض یاب کرتے تھے۔ بہت لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ امرتسر سے اخبار اہل فقہ بھی جاری کیا۔ ۱۱ مئی سنہ ۱۹۱۴ء کو بر موقعہ سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ علی پور شریف ختم شریف سے قبل آپ کو خرقہ خلافت عطا ہوا۔

آپ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے محبوب اور جاں نثار خلفاء میں سے تھے امرتسر میں جماعت اہل حدیث کا اخبار "اہلحدیث" حضرت اقدس قدس سرہٗ کی شان میں ہرزہ سرائی کرتا رہتا تھا۔ آپ اور مولانا پیر محبوب احمد شاہ الملقب خیر شاہ اخبار "الفقیہ" میں مفصل اور مدلل جوابات شائع فرماتے تھے۔ اور علماء اہل حدیث کو قائل کرتے تھے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری سے بھی دونوں حضرات کے اکثر مناظرے ہوتے رہے۔ جن میں فتح ان کے قدم چومتی رہی۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ اکثر ہدایت فرماتے کہ "جواب جاہلاں باشد خموشی" مگر ان دونوں بزرگوں کی دینی حمیت اور شیخ کی محبت و حمایت ان کو مجبور کرتی کہ مخالفین کے چیلنج کا جواب دیں۔ اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ آنے دیں کہ وہ میدان سے ہٹ گئے۔ مذاہب باطلہ کے لیے شمشیر برہنہ تھے۔

آپ بڑے عابد اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔ بچپن میں ایک مرغ خریدا

۱ے کرامات امیر ملت صفحہ ۲۳، صفحہ ۵۰، ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور جون سنہ ۱۹۱۴ء صفحہ ۶
۲ے سیرت امیر ملت صفحہ ۵۰۰، تذکرہ شہ جماعت صفحہ ۴۷ - گلزار مدینہ صفحہ ۹۳

تھا۔ آپ کے والد صاحب بہت بزرگ تھے۔ انہوں نے دریافت فرمایا کہ مرغ کا کیا کرو گے عرض کیا یہ اذان دے گا تو صبح کو بیدار ہو کر نوافل پڑھوں گا۔ خیال پاکیزہ تھا مگر والد صاحب اور بھی بلند خیال تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ "انسان ہو کر حیوان کا محتاج ہوتا ہے"۔ آپ کو ہوش آگیا اور مرغ کو اسی وقت ذبح کر دیا اور خدا کے فضل و کرم سے ساری عمر نماز تہجد کے لیے از خود بیدار ہو جایا کرتے تھے[1]۔

فتنۂ ارتداد کی سرکوبی کے لیے آپ نے اپنی علالت اور پیرانہ سالی کی پروا کیے بغیر عرصہ تک آگرہ میں شاندار خدمات سرانجام دیں۔ ۲۱ مئی ۱۹۲۳ء کو حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے پندرہ افراد پر مشتمل جو پہلا وفد آگرہ بھیجا تھا۔ آپ اس کے امیر تھے۔ شب و روز کام کرنے کی وجہ سے جب آپ کی علالت خطرناک صورت اختیار کر گئی تو بامر مجبوری واپس آگئے اور آپ کی جگہ قاضی حفیظ الدین رہتکی رحمۃ اللہ علیہ کو امیر وفد چنا گیا[2]۔

آپ کو شعر و شاعری کا بھی خاصا ذوق تھا۔ اخگر تخلص فرماتے تھے زیادہ تر نعت کے مضامین ہی کہتے تھے۔ آپ نے شجرۂ طریقت بھی لکھا تھا جس کا ہر ایک شعر آپ کے عشق و محبت کی منہ بولتی تصویر ہے[3]۔ بطور تبرک ایک نعت ہدیۂ قارئین ہے پڑھیے اور اپنے قلب و جگر کو عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور کیجیے ؎

تصور میں رسولِ پاک کے ضبط فغاں کیوں ہو
نہیں یہ راز سربستہ تو سینے میں نہاں کیوں ہو

تصور ہے دلِ عشاق میں گلزار طیبہ کا
تو اس پھولے پھلے گلشن میں تاثیر فغاں کیوں ہو

مدینہ جانے والو! روضۂ حضرت پہ جب پہنچو
تو کہنا یا محمد! تیرا بسمل نیم جاں کیوں ہو

خدا نے دل ہمیں بخشا مگر شیشے سے نازک تر
تو اس پر فرقتِ احمد کا یہ سنگ گراں کیوں ہو

اگر مٹ جانا جرمِ عشقِ احمد کی سزا ٹھہری
زمیں پر عاشقِ مجرم کا پھر باقی نشاں کیوں ہو

---

[1] سیرت امیر ملت ص ۱۱۷، پنج گنج علی پوری ص ۵۹۔ [2] سیرت امیر ملت ص ۴۲۹، ۴۲۴، ۴۳۱، پنج گنج علی پوری ص ۳۹، غلامی سے آزادی تک مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۹۰ء ص ۱۵۔
[3] سیرت امیر ملت ص ۱۱۷۔ محاسن کنز الایمان از ملک شیر محمد اعوان مطبوعہ لاہور ۱۳۹۲ھ ص ۵۵۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور جون ۱۹۲۵ء ص ۲۹ (نوٹ) یہ کتابیں بھی آپ کی یادگار ہیں (۱) مرزائیت کا جنازہ (۲) اہلحدیث و اہل سنت۔

ہے دل زخمی خیالِ ابروئے مژگانِ حضرت سے — تو میرے مارنے کو حاجت تیغ و سناں کیوں ہو
خدا کا گھر ہو بطحا میں، رسول اللہ مدینے میں — تو حسرت ہے کہ پھر اپنا وطن ہندوستاں کیوں ہو
مسلمانو! تمہیں ہے خوف گر طوفانِ محشر کا — گناہوں کے عمل کی ناؤ پہ یہ بادباں کیوں ہو
ہمارے دل میں ہے نورِ خدا لطفِ جماعت سے — تو یہ دل عرشِ اعظم بن کے شیدائے بتاں کیوں ہو
شہنشاہِ علی پور جس کے حامی ہوں قیامت میں — اسے دوزخ کا ڈر کیوں ہو وہ ڈر سے خستہ جاں کیوں ہو

نہیں تاریکیٔ مرقد کا کھٹکا مجھ کو اے اخگر!
دہکتی آگ ہے سینے میں پھر پیدا دھواں کیوں ہو

آپ کی رحلت ۱۵ اگست ۱۹۲۷ء مطابق ۱۶ صفر ۱۳۴۶ھ کو امرتسر میں ہوئی
بہت سے شعراء نے قطعہ ہائے تاریخ وصال لکھے طوالت کے خوف سے صرف تین قطعات
درج ذیل ہیں[1]

دو بجے شب کے صفر کی سولھویں تاریخ تھی — دن دو شنبہ کا تھا وہ، لیکن قیامت کی نظیر
یک بیک روحِ غلام احمد فدائے مصطفےٰ — ہو گئی پیکِ اجل کے ساتھ آخر ہمسفیر
تھی وہابی کُش یہ ذاتِ پاک اک پنجاب میں — تھا زبان دوزِ لعیناں انکی علمیت کا تیر
خدمتِ اسلام کی خاطر ملے جنت انہیں — تھے جوانِ ملتِ احمدؐ بظاہر گو تھے پیر
تھے معین الفقیہ بھی اور خادم اہل فقہ کے — یہ دعا ہے دوسرا پیدا کرے ان سا قدیر

مصرعۂ تاریخ کی تھی فکر مجھ کو اے ظہور!
کہہ دیا ہاتف نے لکھدے "نیک خو صافی ضمیر" ۱۹۲۷ء (مولانا ظہور الحسن درس کراچی)

مولوی جو غلام احمد تھے، — شیرِ پنجاب تھا لقب ان کا
سنی و سنی گر وہ تھے بے شک — آہ ہم سے وہ ہو گئے ہیں جدا

---

[1] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۱۴ ستمبر ۱۹۲۷ء، تذکرہ اسلاف مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء ص ۱۳۲ (حاشیہ)
[2] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۷ اکتوبر ۱۹۲۷ء

اسعد اللہ کے وسیلے سے — باغِ فردوس کا انہیں ہو عطا
فکرِ تاریخ تھی جو سلطان کو
غفر اللہ کی یہ آئی ندا

۱۳۴۶ھ

(مولانا سلطان احمد بریلوی)

زدنیا چوں غلامِ احمد اخگر — سفر اندر صفر سوئے جناں کرد
ازیں فانی سرائے بے مواسا — شدہ دجا در دیارِ جاوداں کرد
سیہ پوشم نہ تنہا از غمِ او — زرخ خود نیلگوں بر آسماں کرد
سنِ نقلِ مکانش گفت خواجہ
"مکاں صد شکر اندر لامکاں کرد"

۱۳۴۶ھ

(خواجہ عبدالعزیز خواجہ امرتسری)

لہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر بابت ۱۴ ستمبر ۱۹۲۷ء

حضرت مولانا حکیم غلام احمد شوق فریدی سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت ۴ار ربیع الاول ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۶ر جولائی ۱۸۶۷ء کو محلہ سرائے کبیر قصبہ سنبھل ضلع مرادآباد میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک مولانا شیخ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جو خاندان فریدیہ فاروقیہ کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت بابا شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہٗ سے ہوتا ہوا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

نوعمری ہی میں والدین کا سایۂ شفقت و عاطفت سر سے اٹھ گیا تو آپ کی اور آپ کے چھوٹے بھائی احمد حسن حسن کی پرورش آپ کی پھوپھی صاحبہ نے نہایت شفقت کے ساتھ کی۔ ان کی غیر معمولی توجہ اور بہترین تربیت کا اثر یہ ہوا کہ آپ نے بہت جلد قرآن مجید ختم کرلیا۔ اس کے بعد اردو، فارسی مولانا محمد مظفر اللہ صاحب اور شیخ طریقت و قطب زماں حضرت علامہ الحاج بہادر الدین افغانی (المتوفی ۱۳۱۹ھ) سے پڑھی۔ حضرت علامہ افغانی آپ کے مکان پر ہی قیام پذیر تھے۔ بغرضیکہ فارسی میں آپ نے ایسی عمدہ استعداد پیدا کی کہ اپنے ہم عصر فارسی داں حضرات سے فوقیت لے گئے اور ایک ممتاز حیثیت میں سب سے نمایاں نظر آنے لگے۔

فارسی میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے بعد عربی پڑھنے کا شوق پیدا ہوا تو علامۃ الدہر وحید العصر حضرت مفتی عبد السلام سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور زانوئے ادب تہ کیا۔ حضرت مفتی صاحب کی تعلیم و تربیت اور شفقت بے غایت نے اس سعید طالب علم کی پوشیدہ صلاحیتوں کے نمایاں کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ استاد محترم کے فیض صحبت سے تکمیل علوم کے علاوہ مسلک اہل سنت کی حقانیت دل و دماغ میں ایسی راسخ ہوگئی کہ فتنۂ فارق باطلہ کی سرکوبی کے لئے اور تبلیغ مسلک حقہ اہل سنت کی خاطر مجاہدانہ وار میدان عمل میں قدم رکھا۔ اور تحریر و تقریر کے ذریعے سنیت کا پیغام ایسے ایسے مقامات

پر بھی پہنچایا جہاں آپ سے پہلے کسی سُنّی عالم کا گزر بھی نہیں ہوا تھا۔ آپ کی تقاریر کا موضوع اکثر و بیشتر ردِّ وہابیت ہی ہوتا تھا۔ مخالفین گروہ کی شکل میں مسلح ہو کر آپ کے جلسوں میں پہنچتے، دھمکیاں دیتے، خوف زدہ کرتے اور آپ کو حق گوئی و بیباکی سے باز رکھنے کی ناکام کوشش کرتے لیکن بفضلِ خدا آپ کبھی مرعوب نہ ہوئے اور شیرِ غزاں کی طرح سینہ سپر رہے۔
بقولِ حکیم الامت علیہ الرحمۃ ؎

آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

عربی میں دسترس حاصل کرنے کے بعد طب کی طرف طبیعت راغب ہوئی۔ تو دہلی جا کر حضرت حکیم محمد اجمل خاں مرحوم کے چچا حکیم محمود خاں مرحوم سے استفادہ کیا۔ شاعری تو ابتدا سے ہی آپ کی فطرت میں ودیعت تھی۔ آپ کے اردو اور فارسی کلام کو جمع کیا جائے تو بہت بڑا دیوان مرتب ہو جائے۔ آپ نے اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو بھی خدمتِ دین کے لیئے وقف کر دیا تھا۔ چنانچہ تا زیست حمد و نعت اور اولیاء کرام کی منقبتوں کے سوا کچھ اور نہ کہا۔

حصولِ علم کے بعد اپنے اُستادِ گرامی حضرت علّامہ الحاج بہادر الدین افغانی قادری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی۔ اُن کے وصال کے بعد اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرّہٗ سے ان کی سفرِ حج سے واپسی کے بعد شرفِ زیارت کیلیئے سنبھل سے بریلی شریف رات کو دو بجے پہنچے۔ مسجد میں جا کر نوافل میں مشغول تھے۔ کہ اچانک حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ مسجد میں آئے۔ اور آپ سے نام دریافت کیا تو آپ نے اپنا نام غلام احمد سنبھلی بتایا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت حجۃ الاسلام پھر تشریف لائے اور فرمایا۔ "چلیئے اعلیٰ حضرت آپ کا بڑی بے چینی سے انتظار فرما رہے ہیں"۔ چنانچہ آپ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پہنچے۔ تو فرطِ مسرّت سے اعلیٰ حضرت

آپ سے بغلگیر ہو گئے۔ اور باصرار اپنے ساتھ مسند پہ بٹھایا۔ مفصل گفتگو شروع ہوئی۔ حج و زیارت کے واقعات سُنانے کے بعد اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۲۷ھ کو بیعت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

مارچ ۱۹۲۵ء میں حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے مرادآباد میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا انعقاد کیا تو اس کو شرفِ صدارت بخشنے کے لیے حضرت امیرِ ملت و الدین پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ تشریف لائے۔ اس موقع پر حضرت قدس سرہٗ نے بھی آپ کو خلعتِ خلافت سے نوازا اور آپ کے مکان پہ بھی قدم رنجہ فرمایا۔

آپ کی زندگی ابتدا سے ہی زہد و ریاضت، تقویٰ و طہارت کا نمونہ تھی۔ دین سے ایسا لگاؤ تھا کہ دُنیا سے توجہ بالکل ہٹ گئی اور حیاتِ مُستعار کو دین کے لیے وقف کر دیا لیکن جب بھی ملتِ اسلامیہ پر کٹھن وقت آیا آپ دیوانہ وار میدانِ عمل میں کُود پڑے۔ تحریکِ خلافت میں بھی بھرپور حصہ لیا اور ترکِ موالات کے زمانہ میں کانگرس کی عیاریوں اور ابلہ فریبیوں کے پردے چاک کیے اور مضامین و تقاریر نیز نظموں کے ذریعہ مُسلمانوں کو راہِ راست دکھائی۔

جب نواحِ آگرہ میں آریوں خصوصًا پنڈت شردھانند کی شُدھی سنگھٹن کی تحریک یعنی فتنۂ ارتداد کا سلسلہ شروع ہُوا اور ناواقف راجپوت مسلمانوں کو جبر و تشدد سے یا خوف و طمع کے ذریعے معاذ اللہ مرتد اور ہندو بنایا جانے لگا تو اس خطرناک فتنہ کا سدِباب کرنے کے لیے اور مرتد شدہ لوگوں کو دوبارہ مسلمان بنانے کی غرض سے حضرت امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ میدان میں آئے اور انجمن خدام الصوفیہ کو منظم کر کے تمام علاقہ میں مبلغین کی جماعتوں کو پھیلا دیا۔ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی جماعت رضائے مصطفےٰ کو لے کر حضرت امیرِ ملت

قدس سرہ کے شریکِ کار ہو گئے۔ تو حضرت مولانا غلام احمد شوقؔ فریدی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے خالہ زاد بھائی (حضرت صدر الافاضل) کے دوش بدوش تبلیغِ اسلام کی اور ناگفتہ بہ آلام و مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

آپ کی تمام زندگی مذہب و ملت کی خدمت میں گزری ہے اگر ان خدمات کا احاطہ کیا جائے تو کئی دفتر درکار ہیں۔ اختصار کے پیشِ نظر چند واقعات پر ہی قناعت کی گئی ہے۔

گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں بھی تصنیف کیں جو آپ کے تبحرِ علمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

۱۔ اسرار اللہ بالشہادتین	۲۔ انوار الحسنات
۳۔ سلطان التواریخ	۴۔ فضیلۃ المصطفیٰ علیٰ کل الوریٰ
۵۔ مکتوبات غریب نواز	۶۔ مخبر الواصلین
۷۔ سیر العارفین	۸۔ رسالہ تعبیر و قیافہ
۹۔ معجزہ شق القمر	۱۰۔ سیف اللہ المسلول
۱۱۔ جمالِ محبوب	۱۲۔ چراغ اصلاب
۱۳۔ مثنوی جوشِ رحمت	۱۴۔ مثنوی زہرِ عشق
۱۵۔ قصہ خضر و موسیٰ	۱۶۔ اسلام عمرؓ
۱۷۔ اسرار الصلوٰۃ	۱۸۔ اسرار غوثیہ
۱۹۔ طوفانِ محشر	۲۰۔ مسدس آئینۂ اسلام
۲۱۔ قومی نظم و نثر	۲۲۔ تاریخ آئینۂ عرب
۲۳۔ تفسیر سورۂ فاتحہ	۲۴۔ تہذیب النساء
۲۵۔ حالات مخدوم صابر کلیری	۲۶۔ جامِ فنا
۲۷۔ مثنوی فریادِ روح	۲۸۔ جنگ مصر و نجد

۲۹ - آئینۂ وہابیت ۳۰ - وہابی نامہ منظوم

۳۱ - احسن التواریخ مفصل (مطبوعہ ۱۹۲۷ء)

نوٹ :- کتاب نمبر ۵، ۶، ۷، ۲۲، اور ۳۰ ترجمہ شدہ ہیں ۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۲۳ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ مطابق ۳۰ مارچ ۱۹۴۳ء بروز سہ شنبہ (منگل) کو مراد آباد میں ہوئی ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آپ کے صاحبزادے مولانا غلام محی الدین شوقی فریدی نعیمی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وصال کہا ۔

بندہ است غلام احمد سرکار رسول اللہ ہم جملہ رسولاں را سردار رسول اللہ

ہر آئینہ او شافع ما اُمتیاں باشد از بہر گنہ گاراں شد یار رسول اللہ

آنکس کہ دلش خالی از حُبِّ نبی باشد شافع نہ شود وے را زنہار رسول اللہ

در نزع و لحد آخر در حشر معین تو اے شوقی ! ترا ہر دم غمخوار رسول اللہ

فارق زہمہ از ما واصل بخدا گشتی بر تو کرم و لطفِ سرکار رسول اللہ

در مدحت و نعت وے شد صرف ہمہ عمرت در گنبد خضرا خوش زریکار رسول اللہ

بر تربت تو بادا انوارِ خدا نازل ہم رحمتِ محبوب و مختار رسول اللہ

شوقی تو اگر خواہی تاریخ وصالِ او
سہ بار محمد خواں سہ بار رسول اللہ

۱۰۸۶ = ۳ × ۳۶۲ + ۲۷۶ = ۳ × ۹۲

۱۳۶۲ ھ

آپ نے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی شان میں بے شمار منقبتیں کہیں لیکن ہمیں صرف دو ہی دستیاب ہو سکیں جو قارئین کی ضیافت طبع کے لیے درج ذیل ہیں ۔

بزبانِ فارسی

اے پیر دستگیر مریداں بصد نوال نوری لقب و شاہ جماعت علی خصال

رفاں پناہ صاحبِ علم و عمل بفضل — ہم معدنِ عطا و کرم مخزنِ کمال
آلِ رسولِ پاک بخلقِ محمدی — مقبولِ بارگاہِ خدا و ندِ ذوالجلال
ے قطبِ وقت مظہرِ انوارِ دینِ حق — ماحیٔ شرک و بدعت و ہم کفر و ہم ضلال
ے آفتابِ شرع بہ تمکیں ماہتابِ دیں — بحرِ طریقت آمدہ ذاتِ تو بے مثال
ازدستِ پاک توہم دہر و ہم فلک — تو فخرِ اولیائے خدائی بصد کمال
لت فدائے تست کہ تو میرِ ملتی — یار و معین باد بتو لطفِ ذوالجلال
سازد چہ وصفِ پاکِ تو ایں شوقِ بے نوا — اے مجمعِ محاسن والے مایۂ جمال

بزبانِ اردو

للہ الحمد زہے صاحبِ عزّ و قدرت — شانِ وحدت میں ہے مظہر بہ ظہورِ کثرت
ذرہ ذرہ میں ظہور اس کا ہے نور اس کا ہے — گلشنِ دہر کے ہر گل میں ہے اس کی رنگت
اس کے محبوب پہ صلوٰۃ وسلام بیحد — قدسی و جنّ و بشر سے ہو بشرطِ کثرت
مرحبا ہادیٔ کل شمعِ سبل ختمِ رسل — حبذا آپ کے صدقے میں ہے ساری خلقت
فرش سے عرش تلک آپ کا جلوہ ہر سو — لامکاں تک ہے عیاں آپ کی شان و شوکت
آل و اصحاب پہ لاکھوں ہوں درود اور سلام — اہلِ بیتِ نبوی پر بھی ہوں صد ہا رحمت
جو بھی ثابت قدم اسلام پر اس دور میں ہیں — ان پہ جورِ فلک و دہر سے آئی آفت
حفظِ ذات و روشِ طرزِ بزرگاں مشکل — مفلسی گھونٹتی ہے دم تو کہاں جمعیت
للہ الحمد مگر یاس کے اس دور میں آج — حق نے مایوسیوں سے آس کی دیدی صورت
یعنی اک ذاتِ علی پور میں ہے مایۂ فخر — عالم و عارف و کامل و محدث لقبت
سیّد و آلِ نبیؐ، قدوہؒ اولادِ علیؓ — واعظ و ناصرِ اسلام و امیرِ ملت
بانٹتے رہتے ہیں وہ نعمتِ دین و دنیا — چشمے ہر فیض کے جاری ہیں بجود و شفقت
گر ولایت کے ہیں طالب تو ولی بن کر آئیں — نہ تامل ہو نہ وقفہ ہو نہ کچھ ہو حجت

اور جو دُنیا کے ہوں طالب تو ذرا دیر نہیں
پھر کے دامن چلیں اس در سے بعیش و عشرت

حاضرِ درگہِ اللہ و نبی ہیں ہر سال
ایک حج کیا نہیں کچھ جن کی شمار کثرت

فقر میں رکھتے ہیں شاہانہ مزاجِ اقدس
جُز نعم "لا" نہیں کہنے کی ہے ہرگز عادت

اے خدا دم قدم ان کا تو سلامت رکھنا
با ہمہ جُود و سخا با ہمہ عزت و عظمت

چشمۂ فیض مدام ان کے رہے در سے رواں
دین و دُنیا کی ملے سائلوں کو واں دولت

آل و احباب و اعزہ سے رہیں شاد مدام
حضرتِ قبلۂ عالم مرے اعلیٰ حضرت

والیٔ مُلک کی تعریف میں جُز دام و درم
اور کیا ملتا ہے پھر یہ تو ہے فانی دولت

ہاتھ میں جس کی ہے ہر دولتِ دین و دُنیا
شوقؔ! اُس شہ سے کروں کیوں نہ میں عرضِ حاجت

آپ کے حالات آپ کے صاحبزادے مولانا غلام محی الدین فریدی نعیمی آف کراچی نے مرحمت فرمائے جس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ (قصوری)

حضرت مولانا غلام احمد المخاطب بہ نواب محاسب یار جنگ رحمۃ اللہ علیہ

آپ نواب میر عثمان علی خاں نظام سابع کی خانگی جاگیر جس کو صرف خاص کہتے تھے اور جو دو کروڑ روپیہ سالانہ آمدنی کی تھی میں محاسب تھے[۱]۔ آپ کا شمار حضرت امیر ملت قدس سرہ کے خواص میں ہوتا تھا۔ ۱۱ر مئی سنہ ۱۹۱۸ء کو انجمن خدام الصوفیہ علی پور شریف کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر رات کے وقت آپ کو دستار خلافت سے نوازا گیا۔ آپ کے ساتھ حاجی میر نواز بخش علی وکیل حیدر آباد دکن، مولانا غلام محمد بمبئی والے اور ڈاکٹر محمد سعد رتہ گنجاہی کو اجازت و خلافت مرحمت فرمائی گئی[۲]۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۲ر محرم الحرام سنہ ۱۳۴۹ھ مطابق مئی سنہ ۱۹۳۰ء بروز شنبہ ہوئی اور قبرستان "خطۂ صالحین" میں دفن ہوئے[۳]۔

---
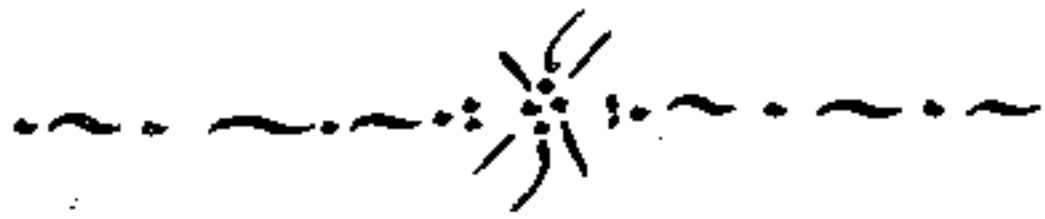
[۱] مکتوب گرامی جناب مرزا ذو الفقار علی بیگ چشتی بنام مؤلف از حیدر آباد دکن محررہ ۱۴ اپریل سنہ ۱۹۷۷ء

[۲] ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور مئی جون سنہ ۱۹۱۸ء ص ۱۰۔

[۳] مکتوب گرامی مرزا ذو الفقار علی بیگ چشتی بنام مؤلف محررہ ۶ اگست سنہ ۱۹۷۷ء۔

حضرت مولانا غلام محمدؐ رنگپٹنی میسوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو میسور میں ایک بہت بڑے جلسہ عام میں حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ نے ۱۳ اپریل ۱۹۰۸ء بروز اتوار بعد نماز مغرب شرفِ خلافت سے نوازا۔ اور مندرجہ ذیل نصیحتیں کیں۔

- رازقِ حقیقی اُسی کو جانو جو تمہارا مالک و خالق ہے۔
- بے ریا عبادت کیا کرو تاکہ اس کا اجر تم کو معبود سے ملے۔
- ہمیشہ حق گوئی سے کام لیا کرو۔
- اپنے مولا کو کسی حال میں مت بھولو۔
- سوائے اس جبّار اور قہّار کے کسی سے مت ڈرو۔
- اللہ کی مخلوق کے نفع نقصان کو اپنے ذاتی نفع نقصان پر مقدم سمجھو۔
- جہاں تک ہو سکے ان کی ہمدردی اور خیر خواہی کرو۔
- اپنے یارانِ طریقت کے ساتھ محبّت اور اُلفت رکھو۔

اور میرے بتائے ہوئے اسباق پر عمل کرتے رہو۔[1]

---

[1] سیرتِ امیرِ ملت صلہ ۲۰۱، صلہ ۲۰۷ ۔ تذکرہ شجاعت صلہ ۵
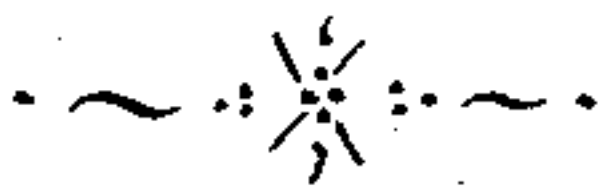
حضرت مولانا غلام محمود صفی میسوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ دکن کے رہنے والے تھے حضرت قبلۂ عالم امیرِ ملت قدس سرہٗ کے عاشقِ صادق تھے۔ منبعِ اخلاق، معدنِ جود و سخا، شاعرِ شیریں زباں اور حضرت قدس سرہٗ کے محبوب خلفاء میں سے تھے۔

۱۰ مئی سنہ ۱۹۱۳ء کو بر موقعہ سالانہ جلسہ کُل ہند انجمن خدام الصوفیہ منعقدہ علی پُور شریف، حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ نے خرقۂ خلافت سے نوازا اور پھر حضرت حافظ انور علی رہتکی رحمۃ اللہ علیہ سے دستار بندی کرائی۔[1]

آپ کی وفات حسرت آیات بعارضۂ بخار چند روزہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء میں ہوئی۔[2]
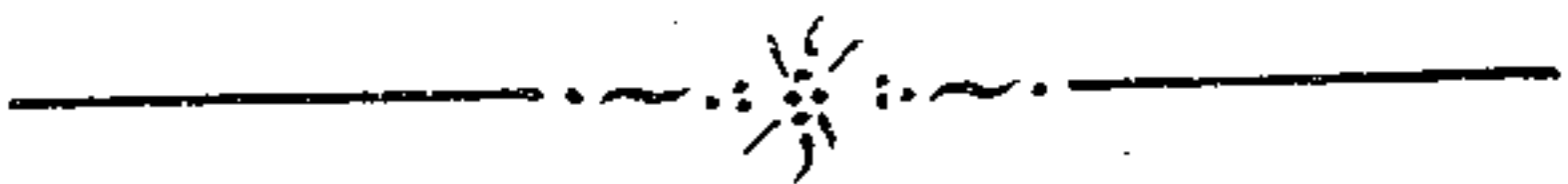
---

[1] ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور جون سنہ ۱۹۱۳ء ص ۱۰

[2] ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور نومبر سنہ ۱۹۱۶ء ص آخر ٹائیٹل۔

حضرت مولانا غلام محمد بمبئی والے رحمۃ اللہ علیہ

آپ بمبئی کے رہنے والے تھے۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے مخلص مرید اور سچے پیروکار تھے۔ تمام زندگی اپنے پیرو مرشد کے نقش قدم پر گزار دی۔ ۱۱ مئی ۱۹۱۸ء کو علی پور شریف میں رات کے اجلاس میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے آپ کو اجازت و خلافت سے نوازا[1]۔

---

[1] ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور مئی جون ۱۹۱۸ء ص ۱۰۔

حضرت مولانا غلام محی الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سری نگر مہاراج گنج کے رہنے والے تھے۔ بہت نیک، پارسا متقی اور دیندار بزرگ تھے۔ آپ سیف زبان بھی تھے جو زبان مبارک سے نکل جاتا ہو کر رہتا۔ سری نگر میں آپ کے کشف و کرامات کے بہت سے واقعات زبان زدِ عام ہیں۔

آپ اکثر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے کشمیر کے تبلیغی دوروں میں حضرت کے ہمرکاب رہتے تھے اور بعد از خلافت خود بھی تبلیغ و ارشاد اور توسیع سلسلہ عالیہ کی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ اور بہت سے لوگوں کو بیعت میں لے کر جادۂ مستقیم پر گامزن کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آخری عمر میں آپ پر جذب غالب آگیا تھا مگر اس حالت میں بھی فرائض مذہبی کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں ہونے پائی۔ سری نگر میں ہی واصل بحق ہوئے حضرت جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں کہ :-

"میں ۱۹۳۰ء میں حضرت قبلۂ عالم امیر ملت قدس سرہ العزیز کے ہمراہ کشمیر گیا تو آپ وفات پا چکے تھے۔"[1]

---
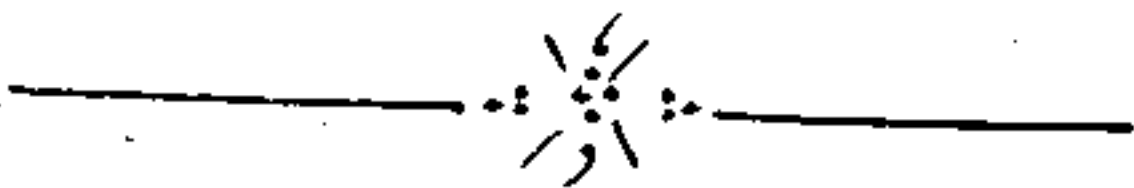
[1] سیرت امیر ملت ص۱۱، تذکرہ شہ جماعت ص۵، گلزار مدینہ ص۴۳

حضرت بابا فیروز خاں رحمۃ اللہ علیہ

آپ[1] موضع ہڑیلہ ضلع ایبٹ آباد (سرحد) میں ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے
والد گرامی کا نام سید خاں آوان (علوی) تھا۔ آپ اپنے والدین کے اکلوتے صاحبزادے تھے
آبائی پیشے زمینداری کے برعکس فوج میں بھرتی ہو گئے۔ سنہ ۱۹۱۹ء میں برما میں ڈاکٹر محمد اللہ
کنجاہی سے ملاقات ہوئی اور ان سے شرف بیعت حاصل کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے سب سے پہلے
آپ کو ہی اجازت و خلافت سے نوازا تھا۔

سنہ ۱۹۳۵ء میں ڈاکٹر صاحب نے تمام مراحل کی تکمیل کے بعد آپ کو حضرت امیر ملت
کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت نے بھی بکمال مہربانی خرقۂ خلافت سے نوازا لیکن آپ نے
ڈاکٹر صاحب کی رحلت کے بعد ہی سلسلۂ بیعت شروع کیا اور اُن کے مشن کو خوب پھیلایا۔ آپ کے
مریدین کا سلسلہ لاہور، راولپنڈی، ملتان، جہلم اور دیگر علاقوں تک پھیلا ہوا ہے۔

آپ کی وفات ۲۲ شوال المکرم سنہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۸ مارچ سنہ ۱۹۶۳ء بروز
جمعۃ المبارک ہوئی۔ گجرات شہر کی آبادی فیروز آباد (سرگودھا روڈ) میں آخری آرامگاہ
بنی۔[1]

---

[1] سیرت امیر ملت ص ۱۷، انوار طالب ص ۴۷۔ تاریخ گجرات از شیخ کرامت اللہ گجرات سنہ ۱۹۷۷ء
ص ۴۴۳۔ تصوف از ڈاکٹر محمد اللہ درد مطبوعہ کنجاہ سنہ ۱۹۸۰ء ص ۲۱، ص ۲۹، ص ۳۲، ص ۳۳۔ ماہنامہ
انوار الصوفیہ قصور مارچ سنہ ۱۹۶۳ء ص ۲، اپریل مئی سنہ ۱۹۶۳ء ص ۶۱۔

حضرت الحاج مولانا حکیم محمد قطب الدین جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ مولانا حکیم محمد قطب الدین ابن مولانا احمد بخش موضع پیر کوٹ سدانہ ضلع جھنگ ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کرنے کے بعد صرف ونحو کے لیے مولانا حافظ جمال اللہ گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت حافظ صاحب کے وصال کے بعد شمس العلماء مولانا غلام حسین قریشی ساکن تلیری کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہ کیا اور پھر قطب البلاد دہلی تشریف لے گئے وہاں جاکر طبیہ کالج دہلی میں داخلہ لیکر تین سال تک مسیح الملک حکیم اجمل خاں رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کرکے ۱۳ جولائی ۱۹۱۵ء مطابق یکم رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ کو "فاضل طب و جراحت" کی سند اور تمغا حاصل کیا۔

آپ کو دور طالب علمی سے ہی تقریر و مناظرہ سے والہانہ لگاؤ تھا قیام دہلی کے دوران مسلمانان دہلی نے فوارہ کے مقام پر مخالفین اسلام کے اعتراضات کے جواب دینے کے لیے آپ ہی کو منتخب کیا تھا۔ آپ نے دہلی۔ آگرہ اور دیگر شہروں میں عیسائی اور آریوں سے مناظرے کیے اور انہیں شکست فاش دی۔ بڑے بڑے مناظر آپ کے سامنے آنے سے کتراتے تھے ایک دفعہ آگرہ میں ایک آریہ کے ساتھ آپ کا مناظرہ ہوا۔ شرائط مناظرہ میں ایک بات یہ طے ہوئی کہ کوئی ایسا مسئلہ پیش نہ کیا جائے جو فریقین میں مشترک ہو آریہ نے اسلام پر اعتراض کیا کہ اس مذہب میں انصاف نہیں ہے مثلاً جب کسی مسلمان کی ہوا خارج ہو جائے تو کہا جاتا ہے کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا اور پھر لطف یہ ہے کہ جہاں سے ہوا خارج ہوئی اس جگہ کو دھونے کی بجائے دوسرے اعضاء کو دھونا شروع کر دیا جاتا ہے۔ مولانا نے فرمایا۔ تم شرائط مناظرہ کی خلاف ورزی کر رہے ہو کیونکہ یہ مسئلہ فریقین میں مشترک ہے۔ دیکھو جب تمہارا کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کے چند رشتہ دار چاہے اس

سے ہزاروں میل کے فاصلے پہ ہوں خبر سنتے ہی غسل کرتے ہیں کپڑے دھوتے ہیں، برتنوں اور چوکے کی صفائی کرتے ہیں حالانکہ مرنے والا ہزاروں میل دور ہے اور اس کی پلیدی یہاں اثر کر رہی ہے وضو کے اعضاء تو پھر بھی قریب ہیں"۔

آریہ مناظر نے دوسرا اعتراض کیا :-

"تم چند کلمات پڑھ کر جانور کو چھری چاقو سے ذبح کرتے ہو۔ میں پوچھتا ہوں وہ جانور پہلے حلال تھا یا ان کلمات کے پڑھنے سے حلال ہوا اگر پہلے ہی حلال تھا تو کلمات پڑھنے کی کیا ضرورت ؛ اور اگر ان کلمات کے پڑھنے سے حلال ہوا ہے تو چاہیئے کہ بلی کتے پر بھی یہی کلمات پڑھ کر ذبح کر کے کھا جاؤ"۔

مولانا نے فرمایا :-

"پنڈت جی ! ذرا ہوش سے بات کرو تم پھر شرائط کی خلاف ورزی کر رہے ہو کیونکہ یہ مسئلہ بھی فریقین میں مشترک ہے دیکھیئے جب آپ بیاہ کرتے ہیں تو آپکا برہمن "بھوج" پڑھتا ہے اور دولہا کو دلہن کے گرد چند چکر دلاتا ہے۔ اب بتایئے کہ بھوج پڑھنے اور چکر دلانے سے دلہن دولہا پر حلال ہوئی ہے یا پہلے ہی حلال تھی؟ اگر پہلے ہی حلال تھی تو پھر بھوج پڑھنے کی کیا ضرورت ! اور اگر پڑھنے سے حلال ہوئی ہے تو چاہیئے کہ بھوج پڑھ کر اور چکر کاٹ کر ماں بہن کو بھی حلال کر کے مصرف میں لے آؤ"۔

غرض مولانا کی سخت گرفت پہ آریہ مناظر کو راہِ فرار کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا[۳]۔

تحصیلِ علم کے بعد آپ نے حضرت قبلۂ عالم امیرِ ملت والدین پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ کے دستِ اقدس پہ بیعت کا شرف حاصل کیا۔ کچھ عرصہ بعد

اجازت وخلافت سے بھی نوازے گئے۔ آپ کو اپنے پیر و مرشد سے غایت درجہ عقیدت و
محبت تھی آپ کی استدعا پر حضرت امیر ملت اکثر و بیشتر جھنگ کے علاقہ میں تشریف لاتے
اور تبلیغ وارشاد کی شمعیں فروزاں کرکے گمگشتگانِ راہ کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرتے۔
آپ نے کئی دفعہ حضرت کی معیّت میں حج وزیارت کی سعادت حاصل کی حضرت سے آپ کی
نسبت فنافی الشیخ کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی حضرت بھی خصوصی توجہ سے نوازتے تھے [۱]

آپ اچھے انشاء پرداز اور صاحب قلم تھے آپ کے مضامین عرصہ تک مجلہ
الطبیبہ دہلی، المنبر دہلی، الفقہ امرتسر، شمس الاسلام بھیرہ، لمعات الصوفیہ، انوار الصوفیہ
سیالکوٹ میں چھپتے رہے بہت سی کتابیں بھی آپ نے تالیف کیں جن میں سے دو زیور طبع
سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ فیصلہ شرعیہ در ردِ روافض اور خونی داستان [۲]۔

مسئلہ تقلید شخصی پر آپ نے موضع بدو آنہ تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ میں
مولوی ثناء اللہ امرتسری سرخیل فرقہ وہابیہ سے مناظرہ کیا اور فتح مبین حاصل کی اس
مناظرہ میں احناف کی طرف سے آپ کے علاوہ مولانا غلام حسین تلیری، مولانا غلام محمد
گھوٹوی اور مولانا نظام الدین ملتانی شریک تھے اور غیر مقلدین کی طرف سے مولوی ثناء اللہ
امرتسری، مولوی عبد الحمید بدآنوی، مولوی عبد الوہاب دہلوی اور مولوی محمد یار حویلی
بہادر شاہ ضلع جھنگ موجود تھے۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۲۵ء کو روڈ چدھڑ ضلع لائل پور میں
مولوی فیض محمد لکھیالوی "مخالفِ صحابہ" سے مناظرہ کیا اور پانچ اہم مسائل پر گفتگو
کرکے زبردست فتح حاصل کی۔

آپ بڑے صالح، متقی، بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ مدتوں آپ کی یہ عادت
رہی کہ مغرب کی نماز کے فوراً بعد کھانا کھا کر سو جاتے۔ دس بجے کے قریب بیدار ہو کر
باجماعت عشاء کی نماز ادا کرتے پھر اسی مصلّے پہ بیٹھے رہتے اور درود شریف اور وظائف

[۱] ناشر ہفت روزہ محبوبِ حق لائلپور ۲۰ ستمبر ۱۹۶۳ء ص ۷۶ ۔ [۲] تذکرہ شہ جماعت ص ۸۵

پورے کرتے۔ اسی وضو سے تہجد کی نماز ادا کرتے اور فجر کی نماز تک درود شریف اور اوراد میں مشغول رہتے اس کے بعد تھوڑی دیر آرام فرماتے[1]

قرآن مجید اور علوم دینیہ سے تو عشق تھا اپنے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کو قرآن مجید حفظ کرایا تھا۔ ایک صاحبزادی کو مشکوٰۃ شریف اور جلالین شریف پڑھا رہے تھے کہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۹ء بروز جمعرات تین بجے دن روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ مرقدِ انور قطب آباد چک نمبر ۲۳۲ جو تیانوالہ ڈاک خانہ چک نمبر ۲۳۳ ضلع جھنگ میں زیارت گاہِ خاص وعام ہے[2]

آپ نے دو صاحبزادے یادگار چھوڑے ہیں۔ ایک حافظ حکیم محمود الحسن صاحب طب کی خدمات انجام دے رہے ہیں اور دوسرے مولانا عبدالرشید جھنگوی مد ظلہ دین متین کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں۔ ثانی الذکر نے آپ کے مزارِ اقدس کے پاس آپ کی یاد میں "جامعہ قطبیہ رضویہ" قائم کیا ہے جو اہل سنت کی معیاری درس گاہ ہے۔

حضرت مولانا حکیم خادم علی سیالکوٹی قدس سرہ نے تاریخِ وصال کہی چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

عالم و فاضل فقیہِ نامدار	بود در دنیا ز دنیا بر کنار
ماہرِ اسرارِ تفسیر و حدیث	مخزنِ انوار و شیخ روزگار
در شریعت بُد مثالِ کوہسار	در طریقت بحرِ ناپیدا کنار
حاملِ تاثیرہا تقریرِ او	بود تحریرش چو درِ شاہوار
فیض یاب از آفتابِ معرفت	حضرت شاہ جماعت باوقار

---

[1] سیرتِ امیرِ ملت مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۱۹۰ [2] ہفت روزہ محبوبِ حق لائل پور بابت ۲۰ ستمبر ۱۹۶۳ء ص ۲۶ - تاریخ جھنگ از بلال زبیری مطبوعہ جھنگ ۱۹۷۴ء ص ۴۹۷

از نگاہش قطبِ دیں ابدال شد　　کرد تیں سینہ اش را از زنگار

آہ، آں فرخ سیر شیریں مقال　　شد درونِ خاک مرقد پردہ دار

ہست در الفاظ سالِ رحلتش　　سہ صد و ہفتاد و نہ با یک ہزار

از ربیع الآخر آمد بست و پنج　　چوں برفت او جانبِ دار القرار
۱۳۷۹ھ

وقتِ ظہرش بود وقتِ انتقال
پنجشنبہ روز بودہ در شمار

(حکیم خادم علی سیالکوٹی رح)
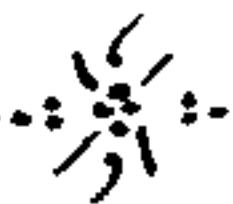
حضرت حکیم سید محمد قمر احمد اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۱۳۰۳ھ میں حکیم سید مقبول حسین رحمۃ اللہ علیہ کے گلاب خانہ آگرہ میں ہوئی۔ والد گرامی بہت درویش صفت، صاحب دل صوفی اور آگرہ کے قدیم حکیم خاندان سے متعلق تھے۔ حصول تعلیم کے بعد طب اپنے بڑے بھائی سے سیکھی پھر کچھ عرصہ دہلی رہ کر حکیم محمد اجمل خاں سے بھی استفادہ کیا۔ بڑے اچھے نباض اور معالج تھے۔ آگرہ میں آپ کی دھوم تھی۔

آپ کی طبیعت میں سادگی اور قلندری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ خوش اخلاقی، مروت، خدمت خلق اور فیض رسانی آپ کی فطرت بن چکی تھی۔ خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کی دنیا اور عاقبت سنوارنے میں کوشاں رہتے تھے۔ بہت سے پیر بھائیوں کو وعظ و نصیحت میں لگائے رہتے تھے۔ جب بارہ بج جاتے تو تہجد پڑھوا کر گھر جانے دیتے اس طرح آپ نے بہت سے لوگوں کو تہجد گزار بنا دیا۔ آگرہ کے یاروں میں سے سب سے پہلے آپ ہی نے حضرت قبلۂ عالم امیر ملت قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل کیا تھا۔ حضرت نے آپ کو خلافت و اجازت سے بھی نوازا تھا۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ سے والہانہ عقیدت و محبت تھی جب علی پور شریف حاضر ہوتے تو اسٹیشن سے جوتا اتار لیتے اور دربار شریف میں مستقل ننگے پاؤں رہتے تھے۔ واپسی کے وقت ریل میں سوار ہو کر دوبارہ جوتا پہنتے تھے۔ اسی طرح جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ آگرہ تشریف لاتے تو آپ خدمت اقدس میں حاضری کے وقت گھر ہی سے جوتا اتار کر باہر نکلتے تھے۔ حضور سے والہانہ شیفتگی کی بدولت حکیم صاحب میں جذب اور کشف کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ جب حضرت امیر ملت قدس سرہ نے وصال فرمایا تو آپ کو

اس قدر شدید صدمہ ہُوا کہ تین دن تک نہ کسی سے بات کی نہ کچھ کھایا پیا۔ حالانکہ آپ طبعاً بڑے صابر اور شاکر بزرگ تھے۔

آپ بڑے عابد و زاہد اور ریاضت کرنے والے بزرگ تھے۔ دُوسروں کی مقصد براری کے لیئے آپ مُشکل قسم کے رُوحانی عمل بھی فرماتے تھے جس کا مقصد فیض رسانی اور خدمتِ خلق ہُوا کرتا تھا۔ آپ عام طور پر مغرب اور عشاء کی نمازیں اکبری مسجد میں پڑھا کرتے تھے اور نماز کے بعد جو یار یا احباب مل جاتے ان کو پند و موعظت سے فیضیاب کرتے تھے۔ آپکے مُریدین کی تعداد بھی خاصی تھی۔ ایک جگہ بیٹھ کر کبھی مطب نہیں کیا مگر جاننے والے آتے رہتے تھے اور آپ ان کو نُسخہ لکھ کر دے دیتے تھے جو دوائیں خود بنا کر دیتے اُن کی آمدنی کا واحد ظاہری ذریعہ تھی۔

ایک دفعہ یاروں میں سے مولوی ثواب صاحب پیش امام مسجد عالم گنج نے ذکر کیا۔ کہ میری سالی (مولوی حشمت علی صاحب کی دُوسری لڑکی) نابینا ہے۔ کوئی اُس سے شادی کرے تو بیچاری کی دُنیا و آخرت سُدھر جائے"۔ حکیم صاحب کی پہلی بیوی موجُود تھیں مگر آپ فوراً اس معذور اور نادیدہ بی بی سے نکاح کرنے پر راضی ہو گئے۔ آپکی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی۔ خدا نے یہ فضل کیا کہ اس نابینا عفیفہ سے ان کے دو لڑکے پیدا ہُوئے۔ بڑے صاحبزادے جناب نور محمد سرور ایم اے بی ٹی اسلامیہ کالج کراچی میں لیکچرار ہیں اور دُوسرے صاحبزادہ جناب نور احمد کراچی ہی میں زردوزی کا کام کرتے ہیں۔ بحمد اللہ دونوں صالح نوجوان ہیں۔ خُدا تعالیٰ ان کو دُنیا و آخرت میں کامیابی بخشے۔ آمین۔

آپ کی وفات ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۹۶۴ء بروز جمعۃ المبارک آگرہ میں ہُوئی اور حضرت مولانا پروفیسر عابد حسین فریدی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس کے قریب درگاہ سیدنا ابو العلاء میں مدفون ہوئے۔ آپکے خلیفہ مجاز مولانا عبد السبحان شاہ جماعتی نقشبندی ہر سال آپکے عُرس مبارک کا اہتمام کرتے ہیں۔

حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمایئے۔

جناب سیّد نور محمد سرور نے یہ قطعۂ تاریخ وصال کہا۔

فرشتہ سیرت و معصوم صورت	قمر احمد تھے بے شک نیک خصلت
ریاضت اُنکی آخر رنگ لائی	خلافت قبلۂ عالم سے پائی
وُہ سولہ[۲] شب تھی رمضاں کا مہینہ	سلامت لے گئے اپنا سفینہ
گئے دُنیا سے کرنے خلد کی سیر	ہُوئی تاریخ رحلت "عاقبت خیر"

۱۳۸۴ھ

---
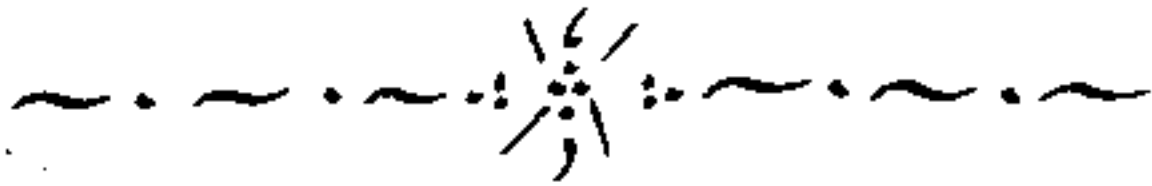
[۱] سیرت امیر ملت مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء صفحہ ۲۴۶۔ تذکرہ شہر جماعت صفحہ ۲۶۔ مشاہیر اکبر آباد از مفتی انتظام اللہ شہابی مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی صفحہ ۳۴۔ المکتوب گرامی پروفیسر محمد طاہر فاروقی بنام مؤلف از پشاور محررہ ۹ جون ۱۹۷۷ء۔ [۲] ماہنامہ انوار الصوفیہ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۱۸۔

حضرت مولانا کریم بخش قصوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ پرانے زمانے کے بی اے پاس، روشن خیال اور دیندار بزرگ تھے حضرت قبلۂ عالم امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے سچے پیروکار اور محبوب خلیفہ تھے۔ حضرت قدس سرہٗ کے اتباع میں تبلیغ دین اور توسیع سلسلہ میں سعی بلیغ فرمائی۔ اور بہت لوگوں کو قعر ذلت سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن کیا[1]۔

آپ نہایت باعمل، صاحب کشف و کرامت اور خدارسیدہ بزرگ تھے۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی سنت کے مطابق تبلیغی دورے فرماتے رہتے تھے۔ آپ کی وفات حسرت آیات ۱۰ صفر ۱۳۲۱ھ کو ہوئی[1]

آپ کی رحلت پر جناب الحاج مولانا شیخ محمد ابراہیم آزاد بیکانیری (خلیفہ حضرت محدث علی پوری) نے کئی مرثیے لکھے۔ جن میں سے ایک نذر قارئین ہے۔

ضبط دشوار ہے رونا سرِ محفل مشکل — اس کا رونا ہے کہ رونا بھی ہے اے دل مشکل
ہو کوئی کام جو مشکل اسے آساں سمجھیں — اپنی مشکل تو ہے وہ جو نہیں مشکل مشکل
محفلِ قلب میں ہر ایک کے لیلیٰ موجود — اٹھنا ہر ایک سے ہے پردۂ محمل مشکل
اچھے وقتوں میں تھے آسانی سے اچھے ملتے — دورِ ناقص میں تو اب ملتے ہیں کامل مشکل
ہم سے ہوتے ہیں جدا شیخ کریم عالی — جن کا دشوار مشابہ تو مماثل مشکل
خلد میں پہنچی ہے کیا جلد سواری شہ کی — کیسی آساں کٹی کتنی تھی منزل مشکل
اس کا ثانی نہ ملے گا نہ ملے گا ہرگز — ایسا ذاکر ہو محال ایسا ہو شاغل مشکل

---

[1] سیرت امیر ملت ص۱۴۱۔ تذکرہ شجاعت ص۴۷ [2] دیوان آزاد از شیخ محمد ابراہیم آزاد بیکانیری مطبوعہ آگرہ ۱۹۳۲ء ص۲۴۴۔ ارکان خمسہ از سید نذیر علی مطبوعہ میرٹھ ۱۳۲۶ھ ص۱۰۳

دیکھ لے قیس! کہ وُہ محملِ لیلیٰ اُٹھا — اُسکو آسان ہے اور تجھ کو یہ منزل مُشکل

علم دُنیا سے بنے دیں کا یگانہ دُشوار — ڈگری بی اے کی ہو اور ایسا ہو کامل مُشکل

نوجوانی میں وہ یوں پیر ہو ممکن کب تھا — پیروں میں پیر جواں ایسا ہو کامل مُشکل

شہ کا نوحہ مجھے لکھنا ہے بہت ہی دُشوار — نوحہ خوانوں میں جو شہ کی نہ ہوں شامل مُشکل

میرے مولا کے مدارج ہوں الٰہی افزوں — اُنکی آساں بنے منزل جو ہو منزل مُشکل

تیرے قرباں ہوں اے حضرت اعلیٰ میرے — اس طرح اپنا بنانا ہے مماثل مُشکل

پھر گیا آنکھوں میں آزادؔ یہ نقشہ کیا
ہو گیا نوحہ سُنانا سرِ محفل مُشکل[1]

(شیخ محمد ابراہیم آزادؔ بیکانیری)

---

[1] دیوانِ آزاد صفحہ ۲۴۸

حضرت ماسٹر محمد کرم الٰہی ایڈووکیٹ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت با سعادت ۱۸۸۰ء میں موضع بڈیانہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ کے ایک راجپوت گھرانے میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک میاں غلام قادر نائیک تھا۔ آپ کے پردادا خواجہ عبدالرحیم نائیک مرحوم کشمیر سے ہجرت فرما کر موضع بڈیانہ میں تشریف لا کر رہائش پذیر ہوئے تھے اور بڑی باعزت زندگی گزار کر اللہ کو پیارے ہوئے۔

آپ نے مقامی پرائمری سکول سے پرائمری کا امتحان پاس کرنے کے بعد پسرور سے مڈل پاس کیا اور پھر ۱۸۹۵ء میں سیالکوٹ سے اعلیٰ پوزیشن کے ساتھ میٹرک کیا۔ اس کے بعد بطور مدرس محکمہ تعلیم میں بھرتی ہو کر کوہاٹ چلے گئے۔ یہاں ملازمت کے ساتھ ساتھ اپنی تعلیم کو بھی جاری رکھا اور ۱۹۰۰ء میں ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۰۲ء میں مختاری کا امتحان دیا جو کہ وکالت کا پہلا امتحان ہوتا ہے اور مختار بنتے ہی وکالت کا کام شروع کر دیا۔ ۱۹۰۴ء میں بی اے اور ۱۹۰۵ء میں ایل ایل بی کے امتحان پاس کر لیے اور ۱۹۰۵ء ہی میں دیوانی، فوجداری اور محکمہ مال کے مقدمات کی اجازت مل گئی چونکہ طبعاً آزادی پسند تھے لہٰذا سرکاری ملازمت کی بجائے سیالکوٹ میں رہائش پذیر ہو کر پریکٹس شروع کر دی اور جلد ہی اپنی محنت، دیانت اور صداقت کی بنا پر نامور وکلاء میں شمار ہونے لگے۔ ابتدائی زندگی مدرسی میں گزارنے کی وجہ سے "ماسٹر" کا لفظ نام کا جزو بن گیا۔

آپ نے طالب علمی میں ہی حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ کے دستِ اقدس پہ سعادتِ بیعت حاصل کی اور پھر فنا فی الشیخ کی منزل تک جا پہنچے۔ اپنی تمام زندگی اپنے شیخِ طریقت پہ نثار کر دی۔ ۱۱ مئی ۱۹۳۱ء کو

برموقعہ سالانہ جلسہ علی پور شریف حضرت قدس سرہٗ نے آپ کو شرفِ خلافت سے نواز کر
خلقِ خدا کی رہنمائی کا فریضہ بھی سونپ دیا۔ آپ نے حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ برصغیر کی
تمام تحریکوں مثلاً تحریکِ کشمیر، فتنۂ ارتداد، تحریکِ خلافت، ساردا ایکٹ، شہید گنج،
اور تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ دامے، درمے، قلمے، سخنے اور قدمے ہر طرح
سے خدمات انجام دیں اور تبلیغی دوروں میں بھی شریک رہے۔ مرزائیوں اور دیگر معاندین
نے حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے خلاف جو مقدمات دائر کیے، آپ ان سب میں بڑی محنت سے
مہارت سے وکالت فرماتے رہے۔

آپ کی گوناگوں خوبیوں کی بنا پر حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے علاوہ چورہ شریف
سے بھی خلافت عطا ہوئی تھی۔ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ
"ماسٹر صاحب بہت بزرگ آدمی ہیں۔" آپ میں انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی،
دسترخوان بہت وسیع تھا، روزانہ کم و بیش ۴۰/۵۰ آدمی آپ کے ہاں کھانا کھاتے تھے۔

آپ کو دینی تعلیم پر بھی کافی عبور تھا اور ہر موضوع پر سیر حاصل بحث کر سکتے تھے۔
زبان کی شیرینی، کڑاکے کی آواز، دینی اور شرعی علم جس کے ساتھ دنیوی قانون کی بہرہ مندی
کا امتزاج ہونا، مجمع پر چھا جاتے۔ معترض کا سوال ختم ہونے سے پیشتر ہی جواب حاضر کر
دیتے۔

مذہبی اور قانونی مصروفیتوں کے باوجود آپ نے سیاسی امور میں بھی حصہ لیا۔
برس ہا برس تک سیالکوٹ کے میونسپل کمشنر رہے۔ دو دفعہ میونسپل کمیٹی کے آنریری سیکرٹری
منتخب ہوئے۔ اس طرح آپ شہری عوام اور اعلیٰ حکام کے مابین ایک مضبوط رابطہ تھے۔ وقت کے
ڈپٹی کمشنروں نے آپ کی کارکردگی کو سراہا اور شکریہ ادا کیا۔ میونسپل کمیٹی کی تعلیمی کمیٹی کی سربراہی
کا قرعہ ہمیشہ آپ کے نام ہی نکلتا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے اس میدان میں مسلمانوں کی ترقی
کے لیے نہ صرف راہ ہموار کی بلکہ اپنی عینِ حیات میں اپنی کمیونٹی کو پھلتے پھولتے دیکھا۔ بیشمار

لڑکے لڑکیوں کو وظائف اور ملازمتیں دلوائیں۔

آپ آل انڈیا کشمیر مسلم کانفرنس کے سیکرٹری بھی رہے۔ لاہور میں ۲۷ جنوری ۱۹۱۵ء کو مہاراجہ جموں وکشمیر کو جو ایڈریس دیا۔ اس میں کشمیری مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیئے مختلف سہولتوں کا مطالبہ کیا۔ ان سب امور نے آپ کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے اور آپ آل انڈیا سطح کے لیڈر بن گئے۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں آپ انجمن حمایت اسلام لاہور کے آنریری وکیل مقرر ہوئے۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی رگ و ریشے میں سمایا ہوا تھا۔ پانچ مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت سے سرفراز ہوئے اور اٹھارہ حج بدل کروائے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ آپ فنا فی الشیخ کی منزل تک پہنچے ہوئے تھے۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کا نام مبارک سنتے ہی انکی آنکھیں اشکوں کے ہار پرونا شروع کر دیتی تھیں۔ حضرت حافظ ظفر علی پسروری کے خلد آشیانی ہونے کے بعد حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے آپ کو انجمن خدام الصوفیہ ہند کا جنرل سیکرٹری مقرر کیا اور آپ تازیست اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔ حضرت مولانا امام الدین رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد ماہنامہ انوار الصوفیہ کے تازیست ایڈیٹر بھی رہے۔ کم و بیش چالیس سال تک انوار الصوفیہ کا دفتر آپ کے دفتر وکالت میں رہا۔

آپ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے زمانۂ قیام میں ہر ہفتہ کی شام علی پور شریف پابندی کے ساتھ حاضری دیا کرتے تھے اور اتوار کا دن مرشدِ عالیمقام کے قدموں میں گزار کر واپس سیالکوٹ جاتے تھے ایک دفعہ کسی خاص مجبوری کی بنا پر حاضر نہ ہو سکے جس کا تازیست افسوس رہا۔ اس واقعہ کی تفصیل حضرت جوہر ملت سید اختر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان فیض ترجمان سے سنیئے :۔

حضرت قبلۂ عالم اپنے آخری بیماری کے ہفتہ کے دن ماسٹر صاحب

کو بہت یاد کرتے رہے مگر بعض مجبوریوں کے سبب اس دفعہ ماسٹر صاحب اتوار کی صبح حاضر ہوئے تو حضور نے برجستہ یہ شعر پڑھا ۔

نزع میں بھی ذوق کو تیرا ہی بس ہے انتظار
جانبِ در دیکھتا ہے جبکہ ہوش آجائے ہے

ماسٹر صاحب تڑپ گئے اور قدموں سے لپٹ کر رونے لگے اور عرض کیا۔ بندہ خطاوار ہے۔ معافی کا خواستگار ہے۔"

آپ کو تصنیف و تالیف اور شعر و شاعری کا بھی خاصا ذوق تھا۔ انوار الصوفیہ میں آپ کے بے شمار مضامین شائع ہوئے۔ آدابِ مرید کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی۔ کتاب کے مطالعہ سے آپ کی حضرت امیر ملت قدس سرہ سے محبت و شیفتگی کا پتہ چلتا ہے نعتوں اور منقبتوں کے بھی کئی دفتر چھوڑے۔ جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ واقعی سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور فنافی الشیخ تھے۔

آپ کی رحلت ۲۵ دسمبر ۱۹۵۹ء مطابق ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ بروز جمعۃ المبارک بوقت شام بعارضہ چند روزہ بخار ہوئی اور سیالکوٹ میں سپرد خاک کر دیئے۔ دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں یادگار چھوڑیں۔ چھوٹے صاحبزادے خواجہ محمود جون ۱۹۶۶ء اور بڑے صاحبزادے خواجہ محمد حیدر علی اکتوبر ۱۹۷۱ء میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

۱۔ سیرت امیر ملت ص۶۶۴، ص۹۷۴، ص۱۰۸۱، ص۱۰۹۰۔ تذکرہ شجاعت ص۰۰، ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ دسمبر ۱۹۳۱ء ص۳۶، ص۳۹۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور ستمبر ۱۹۶۰ء ص۵۔ مکتوب گرامی حضرت حافظ عبدالحمید خان آف ظفروال بنام مؤلف محررہ ۴ اگست ۱۹۷۶ء و مکتوب گرامی جناب فرخ سعید از راولپنڈی بنام مؤلف ۱۹ فروری ۱۹۷۷ء۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ دسمبر ۱۹۵۹ء ص۳۱۔ اقبال اور انجمن حمایت اسلام از محمد حنیف شاہد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص۹۵۔

حضرت پیر گل شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت پیر افضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ جوانی سے نیکوکار اور صالح شخص تھے۔ اپنے بڑے بھائی کی طرح انہوں نے بھی دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ اور بہت لوگوں کو سلسلہ عالیہ میں داخل کیا اور شریعت و طریقت کا پابند بنایا۔[1]

[1] سیرت امیر ملت صفحہ ۱۷۰
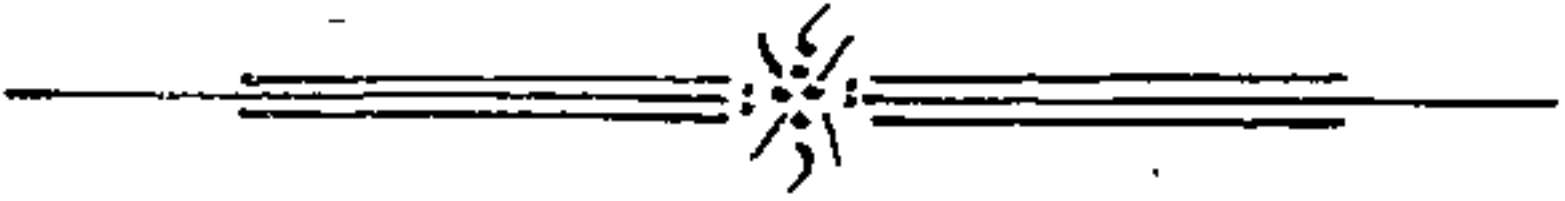
حضرت سراج الملت پیر سید محمد حسین علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین تو از تنگی دامان گلہ دارد

سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت

۱۸۷۷ء میں پنجاب کے مشہور و معروف روحانی مرکز علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں "سنوسی ہند" اعلیٰ حضرت امیر ملت پیر حافظ سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ کے ہاں ہوئی۔ آپ کی پیدائش پر حضرت امیر ملت" نے بڑی خوشی منائی۔ آپ کو گود میں لے کر اذان و اقامت کہی۔ ساتویں روز آپ کے بال منڈوائے اور صدقہ و خیرات کیا۔ آپ کا اسم گرامی محمد حسین رکھا اور دو بکرے ذبح کر کے عقیقہ کیا۔ آپ دو تین مہینے کے تھے کہ باباجی حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ علی پور شریف تشریف لائے اور آپ کو دم کرتے ہوئے فرمایا:۔

"یہ بڑا مرد ہوگا اور ہمیشہ خوش و خرم رہے گا۔"

آپ نے بہت چھوٹی عمر ہی میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ اس کے بعد گاؤں کے پرائمری سکول سے پرائمری کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کر کے قلعہ سوبھا سنگھ سے مڈل پاس کیا۔ اور دینیات کی تعلیم کے لیے حضرت مولانا عبدالرشید صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور زانوئے تلمذ تہ کیا۔ ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد استاذ العلماء حضرت مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس امرتسر جا کر اکتساب علم کرتے رہے۔ امرتسر میں تحصیل علم کے بعد مدرسہ امینیہ دہلی میں داخلہ لیا۔ درس نظامی کی تمام اعلیٰ کتابیں تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، فلسفہ وغیرہ کی تکمیل وہیں سے کی۔ قیام دہلی کے دوران ہی مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں رحمۃ اللہ علیہ کے

طبیہ کالج میں داخلہ لے کر طب کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ آپ حکیم صاحب موصوف کے لائق ترین شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔

حصولِ تعلیم کے بعد آپ علی پور شریف واپس تشریف لے آئے تو بیس برس کی عمر مبارک میں آپ کی شادی حضرت پیر سید نجابت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (برادر اکبر حضرت امیر ملت قدس سرہٗ) کی دختر نیک اختر سے انجام پائی۔ انہیں ایام میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے علی پور شریف میں مدرسہ نقشبندیہ کا اجراء فرمایا تو آپ کو مہتمم مقرر کیا گیا۔ آپ مدرسہ کے انتظام و انصرام کے علاوہ طلباء کو علوم و فنون کی کتابیں بھی پڑھاتے تھے۔ عربی و فارسی پر آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ تحریر و تقریر میں اہلِ زبان کی طرح یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ تمام عمر کبھی بول چال میں رکاوٹ نہ آئی۔ آپ کی فصاحت و بلاغت پر بڑے بڑے علماء و فضلاء کو حیرانی ہوتی تھی اور وہ بے ساختہ داد دینے پر مجبور ہوتے تھے۔ آپ کے پڑھانے کا انداز نہایت شائستہ اور نرالا تھا۔ طلباء کے ساتھ نہایت شفقت فرماتے تھے۔ جمعہ کی رات طالب علموں کو لے کر مغرب کی نماز کے بعد مسجد نور کے صحن میں بیٹھ جاتے اور نماز عشاء تک سوال و جواب اور مناظرہ آرائی ہوتی رہتی۔

شروع میں آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت بابا فقیر محمد چوراہیؒ کے دستِ اقدس پر بیعت کی سعادت حاصل کی تھی اور اجازت و خلافت سے بھی سرفراز کیے گئے تھے۔ اُن کی رحلت کے بعد والدِ گرامی یعنی حضرت امیر ملت قدس سرہٗ سے بیعت ہو کر ۱۱ مئی ۱۹۱۴ء کو بر موقعہ سالانہ جلسہ علی پور شریف خرقہ خلافت حاصل کیا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی حیاتِ ظاہری ہی میں آپ کے علم و عرفان کی دھوم مچ گئی تھی۔ ہزاروں لوگ آپ سے بیعت کر کے گمراہی و گمگشتگی سے نجات حاصل کر کے صراطِ مستقیم پر گامزن ہو گئے (راقم الحروف کو بھی آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کا شرف حاصل ہے) حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کو جب فرصت نہ ہوتی تو لوگوں کو بیعت کے لیے آپ کی خدمت میں بھیج دیتے۔ یہ شرف حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی حیاتِ طیبہ

میں خاندان کے کسی اور فرد کو حاصل نہیں ہوا ع

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

آپ عالم، فاضل، پیر اور معلم ہونے کے علاوہ ایک بہت بڑے مناظر بھی تھے آپ کو اکثر تحریری مناظروں کے مواقع ملے۔ آپ نے مخالفین کی تحریروں میں ہمیشہ غلطیاں نکالیں جس کی وہ کبھی توجیہہ و تاویل نہ کر سکے مگر آپ کی تحریر میں انکو نکتہ چینی اور خوردہ گیری کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ نے بارہا چیلنج بھی کیا مگر معاندین کو چپ سادھ لینے ہی میں عافیت نظر آئی آپ کے بیسوں مناظروں میں سے ایک مناظرہ کی مختصر روئیداد پیش خدمت ہے۔

ایک بار جامع ازہر مصر کے ایک استاد علی پور سیداں آئے۔ بعض مسائل پر اُن سے اختلاف ہوا تو مستقل بحث و مناظرہ ہونے لگا۔ تین دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت اس دوران برابر عربی میں گفتگو فرماتے رہے۔ مدرسہ کے اساتذہ و طلبا محفل میں موجود ہوتے اور ان کی علمی بحث سے استفادہ کرتے۔ آپ نے دلائل و براہین سے حنفی مسلک کی صحت و افادیت ثابت کی اور اس مصری عالم کو قائل کر لیا۔ اُسے آپ کی فصیح اور شستہ عربی گفتگو پر سخت حیرت تھی۔ آخر اُس نے دریافت کیا کہ آپ نے ملک عرب میں کتنی مدت گزاری ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حج کے زمانے کے علاوہ مجھے کبھی وہاں رہنے کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ یہ سنکر وہ حیرانی سے کہنے لگا کہ ہندوستان میں رہتے ہوئے آپ کو پھر کس طرح لسانی مہارت حاصل ہو گئی ؟"

آپ کو کتابوں کی خریداری کا بہت شوق تھا جب حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کرنے کے لیے جاتے تو نایاب کتب خرید کر لاتے۔ آپ ہزاروں روپے صرف کر کے عربی

کتب خرید کر لائے اور اُنہیں علی پور سیداں کے کتب خانے کی زینت بنایا۔ آپ کے اس شوق کی حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ بڑی قدر فرماتے تھے۔ کئی بار تحسین و آفرین کے کلمات ارشاد فرمائے ایک بار فرمایا کہ:۔

"لوگ ایسے تبرکات خریدتے ہیں جو فنا ہو جاتے ہیں صاحبزادہ نے ایسی چیزیں خریدی ہیں جن کو بقا ہے"۔

حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ نے کتابوں کی کثرت دیکھ کر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "صاحبزادہ نے مکہ شریف کے تمام کتب خانے خرید لیے ہیں"۔

آپ کو فتویٰ نویسی میں خاص مہارت حاصل تھی حضرت صاحبزادہ سید اختر حسین صاحب علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں کہ۔

"آپ مشکل سے مشکل مسائل پر قلم برداشتہ فتویٰ لکھ دیتے تھے حدیث و فقہ کی کتابوں پر ایسا عبور حاصل تھا کہ آپ کے فتوے قوی اور مضبوط دلائل اور حوالہ جات سے مزیّن ہوتے تھے، علم الفرائض بہت مشکل چیز ہے مگر آپ کو اس میں بھی کامل مہارت حاصل تھی۔ میراث کے مسائل کا جواب برجستہ دیتے اور ترکہ کی تقسیم کے معاملات مُدلّل طور پر قرآن و حدیث کی روشنی میں فوراً حل فرما دیتے تھے۔"

ایک بار آپ کلکتہ تشریف لے گئے وہاں اس وقت طلاق کے ایک مسئلہ نے سب کو پریشان کر رکھا تھا۔ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ "اگر تو نے ہنڈیا چاٹی تو تجھ پہ طلاق"۔ مفتیوں سے رجوع کیا گیا تو سب نے کہا کہ اس کی بیوی کو طلاق ہو گئی اس شخص نے آپ سے رجوع کیا۔ آپ نے اس کی بیوی سے دریافت فرمایا "تم نے ہنڈیا کس طرح چاٹی ہے"؟ اس نے جواب دیا "یوں انگلیوں سے پونچھ پونچھ کر" آپ نے فرمایا جا تجھ کو طلاق نہیں ہوئی تو نے اپنی انگلی چاٹی ہے۔ ہنڈیا نہیں چاٹی"۔ کلکتہ کے تمام

علماء آپ کی فراست و ذہانت کی یہ مثال دیکھ کر حیران رہ گئے۔

آپ جتنے جلیل القدر عالم تھے۔ اتنے ہی پابندیٔ شریعت اور اتباعِ سُنّت کے عامل تھے۔ شب بیداری، تہجد گزاری اور آہ وزاری تو اُن کا معمول تھا۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو رگ رگ میں سمایا ہُوا تھا۔ راقم الحروف نے بچشمِ خود نعتیں سُنتے ہوئے انہیں جھومتے ہوئے دیکھا ہے۔ ہمارے غریب خانہ پر آپ نے کئی دفعہ قدوم میمنت لزوم فرمایا میلاد کی محفلیں منعقد ہوتی تھیں۔ آپ کا صُوفیانہ وعظ حاضرین کو بے حد متاثر کرتا تھا۔ تحمّل و بُردباری اور شفقت تو آپ میں کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ طبیعت میں بڑی سادگی تھی جس کا اظہار لباس اور غذا وغیرہ سے ہوتا تھا۔ آپ صحیح معنوں میں مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اشعار کی عملی تفسیر تھے ؎

عاشقاں را شش نشان است اے پسر !   آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر
گر ترا پرسند پس دیگر کدام   گفتن و خوردن کم و خفتن حرام

آپ نے حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے شانہ بشانہ تمام دینی، ملّی اور سیاسی تحریکوں میں بھی حصّہ لیا۔ انجمن خدام الصوفیہ، فتنۂ ارتداد، تحریکِ خلافت، سارداایکٹ تحریکِ شہید گنج، تحریکِ پاکستان اور دیگر تحریکوں میں بھرپور کردار ادا کیا۔ فتنۂ ارتداد کے زمانہ میں عرصہ تک آگرہ میں رونق افروز رہے اور ارد گرد کے علاقوں میں تبلیغ کر کے ہندوؤں کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملایا۔ تحریکِ شہید گنج میں بڑی جانفشانی سے کام کیا اور اس تاریخی جلوس میں نمایاں طور پر حصّہ لیا جو حضرت امیرِ ملت قدس سرہ کی زیرِ قیادت ۸ نومبر ۱۹۳۵ء کو ننگی تلواروں کے ساتھ نکلا تھا اور جس سے انگریز کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔

تحریکِ پاکستان کا دَور آیا تو حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ اپنے صاحبزادوں، پوتوں اور عقیدت مندوں کے ساتھ میدان میں نکل آئے۔ حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ نے رات دن ایک کر کے مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں یارانِ طریقت اور عامۃ المسلمین کو

تحریکِ پاکستان کا ہمنوا بنایا۔ ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں ضلع رہتک (حال بھارت) میں مسلم لیگی امیدوار کی حمایت میں دل کھول کر کام کیا۔ پھر ضلع فیروزپور میں نواب افتخار حسین ممدوٹ (مرحوم) کے حلقہ میں اس خوبی سے کام کیا کہ مخالف بھی عش عش کر اُٹھے۔ پھر قصور میں میاں افتخار الدین کے حلقہ میں بھرپور کام کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ آپ کے تینوں امیدوار غالب اکثریت سے کامیاب و کامران ہوئے۔

پیر صاحب مانکی شریف (پیر امین الحسنات رحمۃ اللہ علیہ) نے جب قائدِ اعظم کی مانکی شریف میں دعوت کی اور ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد فرمایا تو اس تاریخی جلسہ کی صدارت کا شرف بھی حضرت سراج الملت کو حاصل ہوا۔ آپ نے اس جلسہ میں حضرت امیرِ ملت کی طرف سے قائدِ اعظم کو تحائف بھی پیش کیے۔

حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کی داد و دہش کی داستانیں تو زباں زدِ خاص و عام ہیں۔ عرب کے لوگ انہیں "ابو العرب" کہتے تھے۔ آپ بھی انکی طرح بڑے سخی اور جواد تھے۔ یتیموں اور بیوہ عورتوں کی خاص طور پر خبر گیری فرماتے تھے۔ مدرسہ کے طلبہ کی ہر قسم کی ضروریات کا اہتمام فرماتے ان تمام کاموں پہ جو روپیہ صرف ہوتا اس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہ ہوتا۔

ایک دفعہ آپ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے ہمراہ حج کو گئے ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ میں ایک دن حضرت امیرِ ملت نے حضرت مولانا محمد ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ "آپ نے صاحبزادہ سے ملاقات کی"۔ مولانا صاحب نے جواب دیا "جی ہاں! ملاقات ہوئی"۔ میں ان سے مل کر بہت خوش ہوا وہ بڑے عالم اور فاضل ہیں آپ کے صحیح جانشین ہوں گے"۔ حضرت امیرِ ملت نے فرمایا "مولانا صاحب! بعض باتوں میں وہ مجھ سے بھی بڑھا ہوا ہے میں کسی کو کچھ دیتا ہوں تو لوگ ایک کے چار کر کے بتاتے ہیں، مگر وہ دائیں ہاتھ سے دیتا ہے تو بائیں کو خبر نہیں ہونے دیتا"۔

آپ تقریر و تدریس کے علاوہ میدانِ تحریر کے بھی شہسوار تھے۔ ماہنامہ

انوار الصوفیہ میں آپ کے گرانقدر مضامین زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر علماء و فضلاء سے خراجِ تحسین حاصل کرتے رہے۔ آپ نے بہت سی کتابیں بھی لکھیں جن میں سے "افضل الرسل" کئی بار منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو کر اپنی عظمت کا لوہا منوا چکی ہے۔ احباب و یارانِ طریقت کے نام آپ کے خطوط تصوف، اسلامیات اور اخلاق کا بہترین نمونہ ہوتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت ہمارے سامنے تشریف فرما کر گفتگو فرما رہے ہیں۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ کی شادی آپ کے تایا جان حضرت پیر نجابت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہوئی تھی آپ کے کئی بچے ایامِ طفولیت ہی میں اللہ کو پیارے ہو گئے جو پروان چڑھے وہ صرف تین تھے صاحبزادہ اختر حسین، صاحبزادہ انور حسین اور صاحبزادی سردار فاطمہ، اول الذکر بہت بڑے عالم، فاضل اور جادو بیان مقرر تھے فلسفہ اور منطق پر خاص عبور رکھتے تھے۔ ثانی الذکر بھی بڑے عابد و زاہد تھے دونوں رحلت کر چکے ہیں۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۶ جمادی الاول ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۱ء بروز سوموار قریباً ساڑھے پانچ بجے شام بعمر ۸۳ (تراسی) سال ہوئی۔ اور حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے پہلوئے مبارک میں سپردِ خاک کئے گئے ؎

عمرہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

آپ کی رحلت پر متعدد شعرائے کرام نے تاریخی قطعات کہے۔ چند ایک قطعات درج ذیل ہیں ؎

(از مولانا ضیاء القادری بدایونی کراچی)

راہی ہوئے بہشت بریں کو ہزار حیف	بزمِ جہاں سے آج محمد حسین شاہ
نورِ نگاہ پیر جماعت علی تھے آپ	تھے آپ شیخ کامل و اکمل خدا گواہ

تھے نقشبندیوں کے عظیم المشرت بزرگ — بے مثل تھے جہاں میں باندازۂ نگاہ
بعد از وصال ان کی خدا مغفرت کرے — مثلِ جہاں جناں میں بھی زاید ہو عز و جاہ
سالِ وصال کہیے ضیا آنجناب کی
جنت نصیب میر محمد حسین شاہ

۱۳۸۱ھ

(از جناب صوفی مسعود احمد رہبر چشتی کشمیری ضیائی کراچی)

گئے خلد میں ہم سے ہو کر وہ رخصت — تھی جن کی مسلّم زمانہ میں عظمت
جدائی قیامت سے کیا کم ہے ان کی — وہ وجہِ سکون تھے وہ تھے دل کی راحت
سنائیں کسے حالِ دل اپنا اپنا — ہیں صرفِ الم آج اہلِ عقیدت
کہو عیسوی سن میں تاریخ رہبر!
گیا مہرِ تاباں امیرِ شریعت

۱۹۶۱ء

(از جناب سید مختار احمد اجمیری صدر بزم ضیا ر کراچی)

جماعت علی شاہ کے راحتِ جاں — ہوئے آہ صد حیف نظروں سے پنہاں
یہاں ان کے خدام محوِ الم ہیں — وہ قصرِ جناں میں ہیں جنت بداماں
ہوئی فکرِ تاریخِ رحلت جو مجھ کو — ہوا غیب سے بالیقیں اس کا ساماں
صدا آئی ہاتف کی مختار! لکھیے
امیرِ شریعت گیا پاک داماں

۱۳۸۱ھ

(از جناب صابر براری صاحب کراچی)

خلد آشیاں ہیں آج محمد حسین شاہ — ہر اہلِ حق کے لب پہ ہے آوازِ آہ! آہ!

چمکے سراجِ ملّت و دیں بن کے مہر و ماہ — ہر راہرو نے پائی ہے جلووں سے اُن کے راہ
تھے عالمانِ دین میں وہ صاحبِ کمال — تھا ہند و پاک میں اُنہیں حاصل وقار و جاہ
تھی طرّہ امتیاز کا حق گوئی آپ کی — کرتے تھے اِس ادا پہ مخالف بھی واہ واہ
روشن تھا چہرہ آپ کا بعد از وصال بھی — ظاہر تھی جس سے شانِ ولایت خدا گواہ

صابرؔ سنِ وصال یہ کہتے ہیں جنّتی،
کہیے "گُلِ شگفتہ محمد حسین شاہ"

۱۳۸۱ھ

(از جناب سیّد محمد عبدالسلام قادری باندوی کراچی)

درماندہ سُنّیوں کے لیئے تھے جو دستگیر — ہر اک جماعتی کی جماعت کے تھے جو میر
شیخِ طریقِ سلسلۂ شاہِ نقشبند — حامیٔ سُنّتِ نبویؐ پیرِ بے نظیر
سجادہ نشین شاہِ علی پور نامدار — آلِ شہِ جماعت علی ہیں جو تھے کبیر
واصل بحق ہوئے سنِ رحلت لکھو سلامؔ
"شہِ جنّتی مقام محمد حسین پیر"

۱۳۸۱ھ

(از جناب کلیم جماعتی حیدر آبادی سیالکوٹ)

"آہ عالیجاہ مفتیٔ اعظم سیّد محمد حسین شاہ"

۱۹۶۱ء

ماخذ:۔ سیرت امیرِ ملت ص ۴۲۹، ص ۴۶۳، ص ۴۸۶۔ افضل الرسل (مقدمہ) تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء (تکملہ) ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور جون ۱۹۱۴ء ص ۵۔

حضرت مولانا محمد حسین قصوری رحمۃ اللہ علیہ

"میں بروز حشر مولوی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر اللہ تعالیٰ
کے روبرو پیش کروں گا یہ تیرا بندہ ہے اور بس میری یہی
ایک کمائی ہے جس کو تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں"

یہ الفاظ قبلۂ عالم اعلیٰ حضرت امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ نے اپنے محبوب مرید اور خلیفہ حضرت مولانا محمد حسین قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہزاروں کے اجتماع میں کہے۔

حضرت مولانا محمد حسین قصوری کی ولادت باسعادت ۲۱ اکتوبر ۱۸۶۸ء کو قصور میں ہوئی۔ والد ماجد کا اسم گرامی حضرت مولانا غلام احمد (م ۱۸۸۹ء) تھا جو امرتسر میں فارسی کے مدرّس رہے تھے۔ اور اپنی دینداری اور نیکوکاری میں بہت مشہور تھے' انہوں نے اپنے صاحبزادے (مولانا محمد حسین) کی تربیت بڑے احسن انداز سے کی۔ صرف چھ ماہ میں ہی آپ نے قرآن مجید ختم کر لیا۔ قصور میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد امرتسر چلے گئے اور باقاعدہ تعلیم شروع ہوئی ابھی ایف اے میں پڑھ رہے تھے۔ کہ والد ماجد نے رحلت فرمائی۔ ۱۸۹۰ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کیا اور ایم اے (فلسفہ) میں داخلہ لے لیا مگر مجبوریوں کے باعث چھوڑ کر ایس اے وی پاس کر کے تدریسی سلسلہ کی ابتدا کر دی۔

ابتدائی دو سال ڈیرہ غازی خاں میں تدریسی فرائض انجام دینے کے بعد آپ کا تبادلہ قصور کے ہائی اسکول میں ہو گیا۔ یہاں آپ دس سال تک سیکنڈ ماسٹر رہے آپ کی قوتِ سماعت ذرا کمزور تھی اسلئے اس کی آڑ لیکر ایک متعصب ہندو انسپکٹر نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء

ا خزینۂ فیض قصوری از پروفیسر منشاد علی مطبوعہ ۱۹۶۸ء لاہور ص ۲۴ ؎ تکملہ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ از محمد صادق قصوری مطبوعہ ۱۹۷۶ء لاہور ص ۵۴۴

کو محکمہ تعلیم سے سبکدوش کروا دیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر آپ علی پور شریف حاضر ہو گئے اور
ارادہ تھا کہ باقی عمر اپنے شیخ کے حضور بسر کر دیں مگر حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے رہتک میں
سلسلہ اشاعت و تبلیغ کا حکم دیا۔

رہتک میں آکر ۱۱ر جولائی ۱۹۰۲ء کو "کلرک آف دی کورٹ" کی آسامی
پر مامور ہو گئے۔ چودہ سال بعد آپ کا تبادلہ کرنال میں ہو گیا۔ ۱۹۰۹ء میں فریضۂ حج ادا کیا
فروری ۱۹۱۸ء تا ۱۹۲۶ء "ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کرنال" کی عدالت میں بحیثیت مترجم
مامور رہے ۱۹۲۶ء میں پنشن پانے کے بعد کرنال ہی کو مستقل مسکن بنالیا۔ اور
سلسلہ عالیہ کی اشاعت پر توجہ مرکوز کر دی۔ ہریانہ کے علاقہ میں ہزارہا لوگوں کو مشرف
بہ اسلام کیا اور ہزاروں مسلمان آپ کے حلقہ بیعت میں داخل ہو گئے۔

آپ نے ۱۸۹۰ء میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے دست حق پرست
پر بیعت کی سعادت حاصل کی واقعہ یوں ہے کہ آپ بی اے کے امتحان کا آخری پرچہ
دے کر فارغ ہوئے تھے کہ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ چورہ شریف سے اجازت و خلافت
عطا ہونے کے بعد سیدھے لاہور تشریف لائے اور کالج کے بورڈنگ ہاؤس میں آپ سے
ملاقات ہوئی اور پہلی ہی نظر سے آپ کو گرویدہ بنالیا۔" اس طرح سب سے پہلے مرید ہونے
کا شرف آپ کو حاصل ہوا۔ بہت تھوڑی مدت میں حضرت قدس سرہٗ نے آپ کو اجازت
خلافت سے نوازا۔ بعد ازاں حضرت باباجی فقیر محمد چورہ شریف والوں
بھی چورہ شریف کے سالانہ جلسے کے موقعہ پر دستار خلافت عطا فرمائی۔[۲]

آپ نے مرشد گرامی کے حکم پر تمام دینی، ملی اور علمی تحریکوں میں حصہ لیا۔ بلقان
سمرنا فنڈ، حجاز ریلوے، تحریک خلافت اور فتنہ ارتداد وغیرہ میں بھرپور کردار ادا کیا

---

[۱] ہفت روزہ الہام بہاولپور ۲۸ جون ۱۹۷۶ء ص ۲۔ [۲] تذکرہ مشائخ نقشبندیہ (تکملہ) ص ۵۲۵ [۳] سیرت
امیر ملت ص ۶۰۔ ہنج گنج علی پوری ص ۱۴۔ تذکرہ شہ جماعت ص ۳۰۔ گلزار مدینہ ص ۱۳۔ خزینہ فیض قصوری ص ۲[؟]

چندے اکٹھے کئے اور پورے انہماک اور جوش کے ساتھ ان تحریکوں کو کامیاب بنانے میں لگے رہے۔ فتنۂ ارتداد میں آپ نے درد قولنج کے شدید عارضہ کے باوجود پوری تندہی سے حصّہ لیا اور آپ کی انہیں خدمات کی بنا پر قبلۂ عالم محدث علی پوری آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ آپ حضرت قبلۂ عالم امیر ملت قدس سرہٗ کے سب سے پہلے خلیفہ تھے۔ اور آپ کے صاحبزادے حضرت حافظ نور احمد قصوری مدظلہ جنرل سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ پاکستان سب سے آخری خلیفہ ہیں۔

آپ تمام عبادات و معاملات میں اتباعِ شریعت اور پیروی سُنت پر شدّت سے عمل فرماتے تھے۔ رفتار و گفتار، نشست و برخاست اور گفت و شنید میں آپ کی ذاتِ بابرکات ایک مومنِ کامل کا نمونہ پیش کرتی تھی آپ مریدین کو "بھائی" اور "یارِ طریقت" کے نام سے یاد کرتے تھے اور ان میں اسلامی اخوّت اور دینی محبت کی رُوح پیدا کرنے کی کامل سعی فرماتے تھے۔

آپ دوسروں کی خدمت کرکے بے حد خوش ہوتے تھے۔ جود و سخا آپ کا خاصا تھا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت حافظ نور احمد مدظلہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ ہم سب کو لینے قصور آئے تو دادی صاحبہ نے فرمایا کہ بیٹا کپڑے بدل لو۔ مگر معلوم ہوا کہ آپ کے پاس دوسرا جوڑا ہی نہیں ہے۔ اسلئے کہ سارے کپڑے محتاجوں کو دے دیئے تھے پھر جب ہم لوگ رہتک پہنچے تو گھر میں چائے کے برتن نہیں تھے معلوم ہوا کہ وہ بھی آپ نے کسی ضرورت مند کو دے دیئے تھے"۔

تبلیغی دورے فرمانا آپ کی سرشت بن گیا تھا اسکول اور کچہری کی ملازمت کے دوران خالی اوقات تبلیغ میں صرف فرماتے تھے۔ ہفتہ کی شام کو دیہات کی طرف چلے جاتے تھے اسی طرح تعطیلات کا سارا زمانہ گاؤں گاؤں میں تبلیغ کرنے میں صرف ہوتا تھا۔ اِس مقصد کے لئے کبھی کبھی کئی کئی مہینہ کی رخصت بھی لیتے تھے اور مختلف قصبات اور

---

۱ سیرت امیر ملت ص ۲۴۱؛ ص ۰۰؛ ۲ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ (تکملہ) ص ۵۲۵ ۳ سیرت امیر ملت ص ۰۰

دیہات میں پہنچکر دن اور رات میں کئی کئی وعظ فرماتے مجلس میلاد منعقد کرتے اور تبلیغ وارشاد کا کام بحسن وخوبی انجام دیتے۔

اسی طرح آپ دینی مدارس اور جدید تعلیم کے اسکول، جن میں قرآن مجید کی تعلیم لازمی ہوتی تھی قائم کرنے میں بھی کوشاں رہتے تھے۔ ہریانہ کے علاقہ میں کئی مقامات پر آپ نے اس طرح کی درسگاہیں جاری کیں۔ کلانور ضلع رہتک کا مسلم راجپوت ہائی اسکول اور رہتک کا نصرت الاسلام پرائمری اسکول خاص طور پر مشہور ہوئے۔ اسی طرح آپ مذہبی اور اسلامی مضامین لکھ کر رسائل اور اخبارات میں چھپواتے رہتے تھے۔ نیز اپنے خطوط میں مکتوب الیہم کو دینی امور کی خصوصیت سے تعلیم دیتے تھے۔[1]

آپ کی وفات حسرت آیات ۴ر شوال المکرم ۱۳۴۵ھ مطابق ۶ر اپریل ۱۹۲۷ء بروز چہارشنبہ ہوئی۔ اگلے دن کرنال ہی میں حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک کے قریب جرنیلی سڑک پہ آپ کا مرقد الانور تعمیر ہوا۔[2] رحمۃ اللہ علیہ،

آپ کی وفات پر بڑے بڑے شاعروں نے تاریخی قطعے لکھے۔ مولانا غلام احمد اخگر امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:[3]

چوں محمد حسین مولانا	از پئے آخرت کمر بربست
روز چارم بُد از مہ شوال	رشتہ زیں دار بے بقا بگسست
بے گماں سالک طریقت بود	شاغل ذکر حق بحق پیوست

کلک اخگر نوشت سال وصال
کوکب سالکاں بجنت رفت

۱۳۴۵ھ

---

[1] سیرت امیر ملت ص ۸۰ [2] سیرت امیر ملت ص ۸۱ [3] بنج گنج قصوری از محمد اویس خاں غوری ص ۱۹

منشی عاشق علی خاں ناطق کلانوری نے لکھا ؎

این یادگار است سردار دیں — محمد حسین عالم و پیشوا
ولی کامل و حاجی و متقی — خلیق و سخی صوفی با صفا
عزیز دل مرشد باکمال — جماعت علی شاہ نور الہدیٰ
چہارم چو تاریخ شوال شد — بفرمود رحلت بدار لبقا
جدا کن سر یاس ناطق بگو
محب خدا، عاشق مصطفےٰ

۱۳۵۵ - ۱۰ = ۱۳۴۵ھ

لوح مزار پر حضرت پروفیسر حامد حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قطعہ کندہ ہے ؎

بجنت رفت مولینا قصوری — کہ عرفاں یافت زو آنے وشانے
پے سال وصالش یافت در شعر — سنین ہجری و شمسی قرانے
فنا فی اللہ و شیخ نیک باطن — فنا فی الشیخ و مخدوم جہانے

۱۳۴۵ھ — ۱۹۲۷ء

(نوٹ)
آپ کے تفصیلی حالات کے لیے آپ کی سوانح عمری "خزینۂ فیض قصوری" از پروفیسر منشاد علی ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔ خزینۂ فیض قصوری ص ۳۵، ص ۳۶

حضرت بخشی مصطفےٰ علی خاں رحمۃ اللہ علیہ

خان بہادر حضرت بخشی مصطفےٰ علی خاں بنگلور ریاست میسور (ہند) کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۰۹ء میں بی اے کرنے کے بعد محکمہ پولیس میں ملازم ہو گئے اور اپنی نیک نیتی اور خداداد صلاحیتوں کی بدولت ترقی کرتے کرتے ڈی ایس پی (D.S.P.) کے عہدہ جلیلہ تک پہنچ گئے۔ ۱۹۳۸ء میں ملازمت سے پنشن یاب ہو کر اپنی زندگی کو حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی خدمت کے لیے وقف کر لیا۔

۱۹۰۶ء میں جبکہ آپ سنٹرل کالج بنگلور میں ایف اے کے طالب علم تھے بنگلور میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر سعادتِ بیعت حاصل کی اور بیعت کرنے کے بعد اپنی زندگی کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھال لیا۔ آپ کی طالب علمی اور ملازمت کے دوران جب بھی حضرت امیر ملت قدس سرہٗ بنگلور، میسور یا حیدرآباد (دکن) میں جلوہ افروز ہوتے تو آپ شب و روز حاضر خدمت ہونے کی سعادت حاصل کرتے اور اپنی روح و قلب کو نورِ ایمان کی روشنی سے منور کرتے۔ انہیں خدمات سے خوش ہو کر حضرت نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا[1]۔

آپ بڑے نڈر، بے باک، متدین اور فرض شناس پولیس افسر تھے۔ جس کام میں کوئی دوسرا افسر ہاتھ ڈالتے ہوئے گھبراتا تھا۔ آپ بے تکلف اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی اعانت کے بھروسے پر اس خطرناک مہم کو سر کر لیتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے خود اپنا ایک واقعہ مدینہ منورہ سے لکھ کر ارسال فرمایا تھا کہ:-

"میں مدراس کے علاقے میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس لگا ہوا تھا۔

---

[1] آفتاب عالمتاب مطبوعہ کراچی ۱۹۶۳ء ص ۴ ۔ تذکرہ شجاعت ص ۶۷

ایک مقام پر ہندوؤں کے دو فرقوں میں فساد ہو گیا۔ عوام مندر کے مہنت کے خلاف ہو گئے تھے اور یاترا کے رتھ کے جلوس کے مزاحم تھے دونوں کے مددگاروں کا ازدحام ہو گیا۔ بھاری تعداد میں پولیس بھیجی گئی مگر ہجوم اور فساد بڑھتا ہی گیا۔ پولیس اور حکام کو بیس تیس ہزار کے مجمع نے محاصرہ میں لے لیا۔

تحصیل دار، تھانیدار اور سپاہی سب اپنی اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے فقط میں اور دو سپاہی رہ گئے۔ ان دو سپاہیوں میں بھی ایک ہندو تھا اور ایک مسلمان، ہر طرف خوف و ہراس چھایا ہوا تھا ہمیں بھی اپنی جان کا سخت اندیشہ تھا اس وقت میں نے دیکھا کہ حضرت امیر ملت تشریف لائے اور میری پشت پہ ہاتھ رکھ حکم دیا کہ گھبراؤ مت : اللہ تعالیٰ پہ بھروسہ رکھو"۔ اب تو میں شیر ہو گیا۔ میں نے پبلک کو منتشر ہو جانے کا حکم دیا اور کہہ دیا کہ اگر چند منٹ میں منتشر نہ ہوئے تو گولی چلا دی جائے گی مگر مجمع بہت زیادہ مشتعل ہو چکا تھا۔ کسی نے پروا نہ کی چنانچہ ہم نے اللہ کے بھروسے پر فائرنگ شروع کر دی۔ پانچ سات آدمی زخمی ہو گئے تو سب بھاگ کھڑے ہوئے اور ہمیں کسی قسم کا خطرہ نہ رہا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ تحصیلدار اور دوسرے افسروں کے ڈیروں کو مجمع نے لوٹ کھسوٹ کے برباد کر دیا تھا مگر میرا ڈیرہ جو ان کے قریب ہی تھا بالکل محفوظ رہا"۔ [1]

---

[1] سیرت امیر ملت ص ۳۵۸۔ کرامات امیر ملت ص ۳۶ تا ص ۳۷

ملازمت سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد حضرت امیر ملت قدس سرہ کے ہمراہ برصغیر کے اکناف و اطراف میں دوروں پر رہے۔ کئی دفعہ حج بیت اللہ کی سعادت سے بھی بہرہ ور ہوئے۔ غالباً ملازمت سے سبکدوشی کے بعد ہی آپ کو خلافت عطا کی گئی تھی۔ ۷ اگست ۱۹۵۱ء کو آپ حضرت امیر ملت قدس سرہ کے حکم پر کراچی سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے اور وہاں مکان خرید کر مستقل رہائش اختیار کر لی۔ اور جماعت منزل کی تعمیر شروع کرائی۔ چنانچہ آپ کی کوششوں سے یہ شاندار دو منزلہ عمارت تیار ہو چکی ہے اور مزید کام جاری ہے۔[۱]

تحریک پاکستان میں بھی آپ نے فعال کردار ادا کیا۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں امیر ملت قدس سرہ کی معیت میں شرکت کی اور اس کی کامیابی و کامرانی کے لیے مقدور بھر جدوجہد کی۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ اس کانفرنس کے صدر تھے۔ اس کانفرنس میں ملک بھر میں پاکستان کی حمایت میں ووٹ دینے کے لیے تبلیغی دورے کرنے کے لیے اکابر اہل سنت کی جو کمیٹی تشکیل دی گئی، بخشی صاحب بھی اس کے رکن تھے۔[۲]

آپ بڑے متقی، پرہیزگار اور صالح بزرگ تھے۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے اور آپ کے ظاہر و باطن کی اصلاح و ترقی میں توجہ فرماتے تھے۔ آپ کو بھی اپنے شیخ اور سارے پیر خانے سے کمال عقیدت و محبت تھی۔ اگر کسی سے کوئی بات ایسی سرزد ہو جاتی جو بخشی صاحب کے خیال میں توہین کا شائبہ بھی رکھتی تھی تو اس سے بہت سختی سے پیش آتے، سرزنش فرماتے اور ہمیشہ کے لیے علیک سلیک بند کر دیتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ فنا فی الشیخ کے درجہ تک پہنچے ہوئے تھے۔[۳]

---

[۱] آفتاب عالمتاب ص۵۔ سیرت امیر ملت ص۱۳۶، کرامات امیر ملت ص۱۵۴ [۲] خطبہ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس بحوالہ ماہنامہ الحبیب لاہور اکتوبر ۱۹۷۰ء ص۱۵ [۳] تذکرہ مشائخ نقشبندیہ (تکملہ) مطبوعہ لاہور ص۹۳

آپ کی وفات حسرت آیات ۶ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۷۴ء[1]
کو مدینہ طیبہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ ایک صاحبزادہ صاحب یادگار چھوڑے جو
میجر جنرل کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہو کر کراچی میں مقیم ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کی مندرجہ ذیل کتابیں
یادگار ہیں۔

۱۔ آفتابِ عالمتاب :۔ اس کتاب میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی مختصر سوانح عمری اور
مذہبی، ملی اور سیاسی کارناموں کا تذکرہ ہے۔

۲۔ کوکبہ غزوۂ بدر :۔ اس میں جنگِ بدر اور اس میں شریک ہونے والے تمام غازیوں
اور شہیدوں کے مختصر حالات زندگی لکھے گئے ہیں۔

۳۔ تصویر یا تصور :۔ حرمتِ تصویر اور اہمیتِ تصور پر نہایت مدلل رسالہ ہے۔

۴۔ جواہر المناقب :۔ فضائل و مناقبِ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
پر مختصر سا رسالہ ہے۔

۵۔ سبحہ اصحابِ بدر :۔ اصحابِ بدر کے اسماء و فضائل وغیرہ۔

۶۔ کراماتِ امیر ملت :۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی مسلمہ، مصدقہ اور مستند
کرامات پر نادر کتاب ہے۔

---

[1] ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور نومبر ۱۹۷۴ء ص ۳۰

حضرت مولانا پیر محبوب احمد الملقب بہ خیر شاہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ خاص امرتسر کے رہنے والے تھے۔ بڑے عالم، بزرگ اور ولی اللہ تھے حضرت امیر ملت کے خاص خلفاء میں سے تھے۔ آپ نے حضرت کی معیت میں بکثرت تبلیغی دَورے کیے اور گاؤں گاؤں جاکر تبلیغ وارشاد کی شمع فروزاں کی۔ آپ نے دکن، میسور، کالی کٹ وغیرہ دُور دراز علاقوں میں ایسی شاندار خدمات تبلیغ انجام دیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے لوگ آپ کو میٹھا واعظ کے نام سے پکارتے تھے۔

آپ فن مناظرہ میں طاق تھے۔ بیسیوں مناظروں میں آپ نے مخالفین کو شکست دی اور پنجاب و دکن میں ہزاروں آدمی آپ کے دست حق پرست پر تائب ہو کر سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ آپ حقیقت میں فنافی الشیخ تھے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ بھی آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ستمبر ۱۹۶۲ء میں میں علی پور شریف حاضر تھا کہ حضرت شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ:-

"ہماری دادی صاحبہ جب قریب المرگ تھیں تو حضرت امیر ملت دن رات تیمار داری میں مصروف رہتے تھے۔ ایک دن دادی صاحبہ نے کسی پھل کی خواہش کا اظہار فرمایا جو اُس وقت لاہور یا امرتسر سے ہی مل سکتا تھا۔ اتفاق سے پیر خیر شاہ اُن دنوں دربار عالیہ میں حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں امرتسر سے جا کر لاتا ہوں۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے فرمایا، ہاں تم جاؤ پھل بھی لے آؤ اور اپنے

---

۱ سیرت امیر ملت صفحہ ۶۰۹ - تذکرہ جماعت صفحہ ۲۴۲ - گلزار مدینہ صفحہ ۹۳

بیوی بچوں کے ساتھ بھی ایک دو دن گزار آؤ چنانچہ پیر خیر شاہ صبح کی نماز کے بعد روانہ ہو گئے ان دنوں ریل گاڑی یا ٹرانسپورٹ کی سہولتیں میسّر نہیں تھیں لوگ پیدل ہی سفر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ پیر صاحب بھی پیدل ہی روانہ ہو گئے۔

دوسری صبح حضرت امیر ملت قدس سرہٗ تہجد کی نماز کیلئے اٹھے تو اچانک پیر خیر شاہ بھی پہنچ گئے حضرت اقدس انہیں دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور فرمایا "خیر شاہ! تم آ گئے۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ تم ایک دو دن بچوں کے پاس ٹھہر کر آؤ گے" یہ سن کر پیر صاحب نے عرض کیا، حضور! آپ کا حکم ہوا اور میں پھر بال بچوں کو ملتا پھروں۔ میں تو چلا ہی گیا۔ بچوں کا خیال تک لائے بغیر سیدھا یہاں حاضر ہو گیا ہوں۔ یہ سُنکر حضرت اقدس نے آپ کو سینے سے لگا لیا اور نُورٌ علیٰ نُور کر دیا۔[۱]

گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں بھی لکھیں۔

(۱) برکات علی پور شریف (۲) شرح اورادِ فتحیہ (۳) الکتاب المجید فی وجود التقلید (۴) السیوف البارقہ علی رؤس الملاحدہ الملقب بہ تیغ براں بر دشمنِ محبوبِ سبحانی المعروف فاتحہ خوانی (مطبوعہ امرتسر ۱۹۰۷ء) (۵) الغضب من اللہ علی من تبع ثناء اللہ المعروف بہ خاص تجلی بر دشمنِ جماعت علی (مطبوعہ امرتسر ۱۳۲۹ھ) ان اعتراضات کے جواب میں جو ایڈیٹر اہلحدیث امرتسر نے اپنے اخبار ۲۶ مئی و ۲۱ جولائی ۱۹۱۱ء میں کئے تھے۔ (۶) الفضل من اللہ علی من قرا رشیاً بعدہ[۲]

[۱] تذکرہ مشائخ نقشبندیہ (تکملہ) صفحہ ۵۳۹ - ہفت روزہ الہام بہاولپور ۱۴ جون ۱۹۷۶ء

آپ کی وفات حسرت آیات ۹ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۸ھ مطابق ۲۷ مئی سنہ ۱۹۲۰ء کو ہوئی اور مزار اقدس امرتسر میں بنا۔ حافظ محمد مطیع اللہ قادری جماعتی سجادہ نشین سموال شریف ضلع میرپور (ریاست جموں) نے مندرجہ ذیل تاریخ وفات کہی ؎

مولوی محبوب احمد خیر شاہ صاحب کہ بود	میر واعظ در جہاں مشہور در ہند و جبال
خدمت دیں را کمر بستہ باکناف جہاں	وعظ فرمودے بہر شہرے بہ نسوان و رجال
صرف شد عمر عزیزش در چنیں خدمات دیں	سنّی و حنفی و صوفی بود آں صاحب کمال
گشت روشن چشم من از دیدن دیدار شاں	حسرتے باقی ست در دل چوں نشد دیگر وصال
وا دریغا حسرتا خورشید اوج معرفت	شد نہاں زیر زمیں پوشیدہ آں ماہ جمال
نہم رمضان المبارک روز جمعہ از جہاں	داعی پیک اجل را گفت لبیک و تعال
بہر سال انتقال آں ولی دیں پناہ	در دل پُر درد حافظ موجزن شد ایں خیال
تا کہ در گوشم سروش غیب ریزد ایں ندا	کُن رقم از نام نامیش تو سال ارتحال

"حاجی محبوب احمد خیر شاہ" شد سال فوت
۱۳۳۸ھ
نیز گو "محبوب احمد میر واعظ" اتصال
۱۳۳۸ھ

حضرت پیرزادہ محمد عبدالعزیز صاحب عزیز مخدومی امرتسری مرحوم نے یہ قطعہ تاریخ وصال کہا

کون اس دنیا سے اے قلب حزیں جاتا رہا	آہ شیدائے شفیع المذنبیں جاتا رہا
کیوں نگاہوں میں سما جائے نہ ظلمت کا سماں	نور شمع محفل اہل یقیں جاتا رہا
میر واعظ مولوی محبوب احمد خیر شاہ	امر حق سے جانب خلد بریں جاتا رہا
سعدی پند و نصیحت جامی علم و عمل	رشک خسرو و غیرت ابن یمیں جاتا رہا

ـــــــــــــــــــ

لہ تذکرہ اسلاف از بہار الحق قاسمی مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۶۴ء ص ۱۲۸ - تکملہ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص ۳۳۲ - ۳۳۳ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، رجون سنہ ۱۹۴۲ء ص ۱ - ۲ہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۳ ذی قعدہ مطابق ۱۹ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء

کون قرآں کے معارف اب سنائیگا ہمیں — جبکہ وہ روشن دلِ اسرارِ دیں جاتا رہا
نقشِ ہستی کیوں نہ آنکھوں میں مری معدوم ہو — خاتمِ دستِ رسالت کا نگیں جاتا رہا
گمرہوں کو کون دکھلائے گا اب راہِ ہدیٰ — رہنمائے جادۂ شرع مبیں جاتا رہا
وعظ میں ہوتی تھی پیدا کیفیت وجدان کی — قول ہوجاتا تھا جس کا دلنشیں جاتا رہا
اے دیارِ بوحنیفہ کے مکینو آہ! آج — کشورِ حنفیت کا حصنِ حصیں جاتا رہا
بوئے عرفاں سے جو شامِ سالکاں محروم ہے — آہ باغِ معرفت سے یاسمیں جاتا رہا

لرزہ ہے قصرِ عمل میں اس تزلزل سے عزیزؔ
اس جہاں سے ہائے "رکن الواعظیں" جاتا رہا[1]

۱۳۳۸ھ

فقیہ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تاریخ کہی ؎

حضرتِ خیر شاہ فخرِ زماں — چوں زما روئے خویش را بنہفت
سالِ تاریخ عیسوی جستم — ہاتفم گوفت زیرِ خاک بخفت
۱۹۲۰ء

ایضاً

مولوی خیر شاہ فردِ زماں — فخرِ احناف کرد چوں رحلت
با سرِ آہ سالِ تاریخش — ہاتفم گفت رفت در جنت[2]
۱۳۳۷+۱ = ۱۳۳۸ھ

---
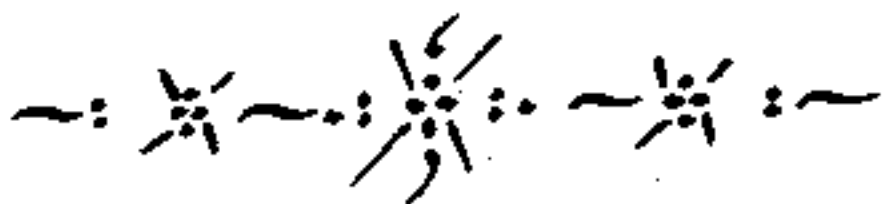
[1] ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور بابت ستمبر ۱۹۲۰ء صہ ۲۷
[2] ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور بابت اکتوبر ۱۹۲۰ء صہ ۵۴

حضرت مولانا حکیم محمد خوب احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد خوب احمد آباد (بھارت) کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد گرامی کا اسم مبارک شمس الدین عرف حاجی میاں بن محمد میاں بن محمد جمال بن محمد عثمان بن محمد قاسم بن محمد یحییٰ (عرف شیخ فاروقی تھا۔ محمد یحییٰ بن محمد امین بن محمد عارف موصل شہر (عربستان) سے ہجرت کرکے احمد آباد میں تشریف لے آئے اور یہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کرنے کی وجہ سے بڑے اخوند کے نام سے مشہور ہوئے۔ احمد آباد میں ہی مزار ہے۔ ۱۳ ربیع الاوّل کو عرس ہوتا ہے۔

آپ لڑکپن ہی میں حضرت قبلۂ عالم امیر ملت قدس سرہٗ سے بیعت ہو گئے تھے آپ نے متواتر دس سال تک حضرت قدس سرہٗ کی سفر و حضر میں بے مثال خدمت کی۔ گجرات (بھارت) کے علاقہ میں تبلیغ اسلام اور توسیع سلسلہ کے لیے بہت کام کیا۔ آپ کی انہی خدمات سے خوش ہو کر حضرت نے آپ کو ۱۰ مئی ۱۹۱۳ء کو بموقع سالانہ جلسہ علی پور شریف اجازت و خلافت سے بھی نوازا تھا۔ آپ نے بہت سے لوگوں کو براہ راست حضرت سے بیعت کرایا اور بہت سے افراد کو خود بیعت میں لیا۔ آپ طبیب حاذق بھی تھے اور نقشبندی دواخانہ کے نام سے مطب بھی کرتے تھے[1]۔

آپ بڑی پابندی کے ساتھ علی پور شریف حاضر ہوا کرتے تھے۔ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر بڑے عشق و محبت اور ذوق و شوق سے تقریر کیا کرتے تھے۔ آپکی تقریر کا ایک ایک لفظ لوگوں کے دلوں پر ثبت ہو جاتا تھا۔ تبلیغی جلسوں اور عرسوں کی تقاریب میں شرکت آپکا محبوب مشغلہ تھا۔ جو تادم زلیست جاری رہا۔ آپ نے حضرت قبلۂ عالم امیر ملت قدس سرہٗ کی معیت میں فتنۂ ارتداد، تحریک خلافت،

---

[1] مکتوب گرامی مرزا ذوالفقار علی بیگ جماعتی بنام مؤلف از حیدرآباد دکن محررہ ۱۶ اپریل ۱۹۷۰ء، ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور جون ۱۹۱۳ء صفحہ

اور تحریکِ پاکستان میں بھی بھرپور حصّہ لیا۔
رسالہ انوار الصوفیہ میں نظم و نثر کے ذریعے دینِ حق کی اشاعت کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے۔ قدرت نے تحریر و تقریر میں یکساں مہارت عطا فرمائی تھی ذیل میں بطور تبرک مرزا داغ کی ایک نظم پر آپکی تضمین درج کی جارہی ہے۔ جس سے آپ کی اپنے شیخِ کامل حضرت قبلۂ عالم امیر ملت قدس سرہٗ سے والہانہ وابستگی اور عقیدت و محبت کا اظہار ہوتا ہے یہ تضمین ۱۳ مئی سنہ ۱۹۴۲ء کو آپ نے حضرت قدس سرہٗ کے حضور پڑھ کر داد و تحسین اور انعام حاصل کیا۔

مرشدی: مجھ کو کیا دیا تُو نے ۔۔۔ رنج و غم سے چھڑا دیا تُو نے
کیا کہوں کیا صلہ دیا تُو نے ۔۔۔ سبق ایسا پڑھا دیا تُو نے
دل سے سب کچھ بھلا دیا تُو نے

ہیں بھلے یا بُرے زمانے کے ۔۔۔ نہ رہے لائق آزمانے کے
صدقے کھاتے ہیں پیرخانے کے ۔۔۔ ہم نکمّے ہوئے زمانے کے
کام ایسا سکھا دیا تُو نے

فکرِ دُنیا نہ فکرِ عقبیٰ ہے ۔۔۔ رنج و غم ہے نہ کوئی کھٹکا ہے
اس سے کیا بڑھ کے تجھ سے لینا ہے ۔۔۔ لاکھ دینے کا ایک دینا ہے
دلِ بے مدعا دیا تُو نے

جب کبھی مَیں گیا ہُوں پیر کے پاس ۔۔۔ ہوگئی میرے دل کی پُوری آس
سُنی نعتِ حبیبِ ربُّ النّاس ۔۔۔ ہادیٔ خضر و رہبرِ الیاس
مجھ کو وہ رہنما دیا تُو نے

۱۔ سیرتِ امیر ملت صفحہ ۳۵۹، صفحہ ۳۲۵، ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ مئی ۱۹۴۲ء صفحہ ۱۵۔ گلزار مدینہ صفحہ ۶۵
تذکرہ شہ جماعت صفحہ ۵۷۔ کرامات امیر ملت صفحہ ۱۲۱، صفحہ ۴۸ (حاشیہ)

دل لگایا ہے حبیب سے آقا سے ہوئے آزاد فکرِ عقبیٰ سے
ایک غرض ہے تو ذکرِ مولا سے کچھ تعلق رہا نہ دُنیا سے

شغل ایسا بہت دیا تُو نے

حاجیوں میں ہوں شاملِ لبیک در حضرت پہ شاغلِ لبیک
ہوگیا دل سے قائلِ لبیک تھا مرا مُنہ نہ قابلِ لبیک

کعبہ مجھ کو دکھا دیا تُو نے

ایک نعمت نبی بطحیٰ تھا ایک دولت یہ پیر میرا تھا
خوب ! کیا خوب کوئی کہتا تھا داغؔ کو کون دینے والا تھا

جو دیا اے خدا[1] دیا تُو نے

ایک دفعہ علی پور شریف میں آپ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت نے ایک عورت کو جن سے نجات دلائی اور جن حضرت کا مرید ہو گیا آپ نے ایک قصیدہ میں اس واقعہ کی طرف یوں اشارہ کیا ہے ؎

ایک عورت کے سر پہ تھا جن کا اثر آپ کے پاس لایا گیا کھینچ کر
اس پہ کی آپ نے فیض گستر نظر وہ دو زانو ہو بیٹھا جھکا اپنا سر

المدد پیر سید جماعت علی
مشکلیں حل کرو اے خدا کے ولی:

جن سے باتیں جو کیں آپ نے جس قدر حاضروں پر کھلا راز والا گہر
جن نے بیعت کی پھر آپ کے ہاتھ پر اس لیے آپ ہیں پیر جن و بشر

المدد پیر سید جماعت علی
مشکلیں حل کرو اے خدا کے ولی:[2]

---

[1] ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ ماہ مئی ۱۹۴۲ء صفحہ ۳۲
[2] کراماتِ امیر ملت از بخشی مصطفےٰ علی خاں مطبوعہ کراچی ۱۹۶۵ء صفحہ ۱۵۰، صفحہ ۱۵۱

۱۴ مئی ۱۹۶۴ء مطابق ۲ محرم الحرام ۱۳۸۴ھ بروز جمعرات آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور احمد آباد میں ہی آپ کی آخری آرامگاہ بنی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ[1]

۲۰ جون کو آپ کے مکان پر آپ کا چہلم شریف منایا گیا۔ ؏

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں مگر ہمیں صرف ایک کتاب "کرشمۂ قدرت" کا ہی علم ہو سکا ہے۔
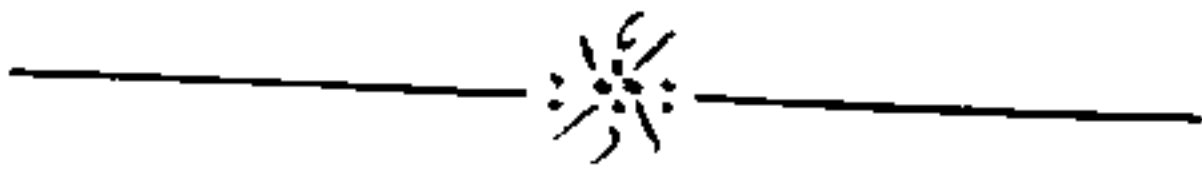
---

[1] ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور جولائی اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۴، ۳۳ - شجرۂ نقشبندیہ جماعتیہ مرتبہ پروفیسر حامد حسن قادری مطبوعہ کراچی صفحہ ۲۶۔

حضرت مولانا الحاج محمد عالم میر پوری مدظلہ

آپ کی ولادت باسعادت ۱۸۹۶ء میں ضلع میر پور (آزاد کشمیر) کے ایک دور افتادہ گاؤں موضع ٹھیکریاں میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک مولوی علم الدین تھا جو جامع مسجد کے امام تھے۔ ابھی آپ چالیس یوم کے تھے کہ سایہ پدری سے محروم ہو گئے۔ چار پانچ سال بعد آپ کی والدہ ماجدہ نے حضرت مولانا محمد عبداللہ نقشبندی لدڑی شریف، میر پور سے عقد ثانی کر لیا چنانچہ آپ نے حضرت مولانا لدڑی رحمۃ اللہ علیہ کی آغوش محبت میں پرورش پائی۔ ابتدائی دینی تعلیم کے لیے مدرسہ نقشبندیہ علی پور شریف میں داخل ہو کر اکتساب علم کیا۔ پھر دارالعلوم نعمانیہ لاہور، ہری پور ہزارہ، ملکھڈ شریف ضلع کیمبل پور وغیرہ جیسے علمی مراکز میں علمی استفادہ کرتے رہے۔ پھر یہ تشنگی علم کشاں کشاں برصغیر کی مشہور و معروف بزرگ شخصیت حضرت مولانا صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئی اور یہاں سے علم حدیث پڑھنے کے بعد سند فضیلت حاصل کی۔

دارالعلوم نعمانیہ لاہور میں حصول علم کے دوران مسجد پٹولیاں اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں بعمر شریف بیس سال حضرت امیر ملت قدس سرہ کے دست مبارک پر شرف بیعت حاصل کیا جب شعبان ۱۳۴۵ھ میں دارالعلوم جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ سے تکمیل علوم کے بعد دستار بندی ہوئی تو حضرت امیر ملت قدس سرہ بھی اس موقع پر جلوہ افروز تھے، یہیں حضرت قدس سرہ نے آپ کو خرقہ خلافت عطا کیا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی رحلت کے بعد بر موقعہ چہلم شریف حضرت سراج الملت پیر سید محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خلافت عظمیٰ سے نوازا۔

حصول خلافت کے بعد میر پور میں مقیم ہو گئے اور اپنے آپ کو مذہبی خدمات کے لیے وقف کر دیا۔ عوام کی روحانی تربیت کے لیے گاہے بگاہے جلسے کرواتے رہے

جن میں حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے علاوہ حضرت سراج الملت سیّد محمد حسین علی پوری علیہ الرحمۃ
مولانا امام الدین رائے پوری علیہ الرحمۃ اور دیگر علمائے کرام بھی شرکت فرماتے رہے۔
آپ کو حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ سے از حد عشق و محبت تھی۔ آپ نے عرصہ تک حضرت اقدس
کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل کیا اور سفر و حضر میں بڑی مستعدی سے خدمات انجام دیں۔ حضرت
بھی آپ پر بڑا لطف و کرم فرماتے تھے آپ کئی بار حج و زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور
دو تین مرتبہ حضرت امیرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں اس سفر کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔
سنہ ۱۹۳۶ء تا سنہ ۱۹۴۲ء بمبئی کے قریب بھوساول کی جامع مسجد میں امامت و
خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے اور پھر سنہ ۱۹۴۲ء میں حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے حکم پر
چک نمبر ۵ جنوبی بھلوال ضلع سرگودھا میں تشریف لے آئے اور علم و عرفان کی نہریں بہانے لگے۔
اسی سال قائدِ ملت چودھری غلام عباس[1] رحمۃ اللہ علیہ نے میرپور میں ایک جلسہ کروایا جس کی
صدارت کا قرعہ آپ کے نام پڑا۔ جلسہ بہت کامیاب رہا۔ حکومتِ وقت نے اس صورتِ حال
سے گھبرا کر آپ کی زبان بندی کر دی لیکن آپ نے ڈوگرا راج کے خلاف مقدور بھر جدوجہد کی۔
جب تحریکِ پاکستان فیصلہ کن مراحل میں داخل ہو گئی تو حضرت امیرِ ملت[2]
تن من دھن کی بازی لگا کر میدان میں کود پڑے اور مسلم لیگ کی ڈٹ کر حمایت کی۔ کانگرس
انگریز اور یونینسٹوں کی مکروہ کوششوں کے دامِ فریب کو تار تار کر دیا۔ حضرت کے ساتھ
آپ کے صاحبزادگان اور خلفاء و مریدین بھی کمر بستہ ہو کر اس جہاد میں ڈٹ گئے۔ ان حالات
میں آپ (مولانا محمد عالم) کا اس جدوجہد سے الگ رہنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ آپ بھی مسلم لیگ
کا علم ہاتھ میں لے کر ضلع سرگودھا میں سرگرداں رہے اور پُرزور تقاریر کے ذریعے مسلمانوں کو
مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع کر کے مرشدِ گرامی کے ارشاد کی تعمیل کی۔

---

[1] چودھری صاحب کے حالات کیلئے مولف کی کتاب "اکابر تحریک پاکستان" حصہ دوم ملاحظہ ہو۔
[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مولف کی کتاب "اکابر تحریک پاکستان" حصہ اوّل۔

سنہ ۱۹۶۱ء میں آپ حضرت سراج الملت سید محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر چک نمبرہ بھلوال سے کھاریاں چھاؤنی (گجرات) میں تشریف لے آئے اور گیمن کمپنی میں خطابت کا جادو جگاتے رہے یہاں آپ نے عوام سے چندہ جمع کرکے چھاؤنی میں پہلی دفعہ مسجد بنوائی جو اب گیمن جامع مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ گیمن کمپنی کے چلے جانے کے بعد یہ مسجد سی ایم ایچ کے زیر انتظام آ گئی اور سنہ ۱۹۷۴ء میں آپ ملازمت سے باعزت سبکدوش ہو کر پنشن یاب ہوئے اس کے بعد سجادہ نشین دوم حضرت شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں علی پور شریف حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا۔ "آپ کھاریاں ہی رہیں اللہ تعالیٰ غیب سے سامان مہیا کریگا"۔ چنانچہ آجکل آپ کھاریاں کینٹ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی تبلیغ و ترویج میں ہمہ تن کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے۔

آپ کے پاس بے شمار نادر تبرکات ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور کے اندرونی حصہ کی روئی نما خاک مبارک آپ کے پاس سنہ ۱۹۳۵ء سے محفوظ ہے۔ جو آج بھی معطر ہے اس کے علاوہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کے دندانِ مبارک، رومال مبارک، خاکِ تیمم نعلین مبارک، لباس مبارک (جو وصال کے وقت پہنا ہوا تھا) محفوظ ہیں۔ حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کے ناخن مبارک، موئے مبارک اور مصلیٰ مبارک بھی محفوظ ہے۔

حضرت الحاج مولانا محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم مبارک محمد شریف، کنیت ابو یوسف، خطاب فقیہ اعظم اور والد ماجد کا اسم گرامی حضرت مولانا عبد الرحمٰن تھا۔ آپ کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ درس نظامی کی تکمیل اپنے والد گرامی سے کی اور پھر مشق مناظرہ کی۔ فراغت کے بعد تبلیغ مسلک حقہ اہلسنت وجماعت کیلئے کمر باندھی۔ امرتسر سے ہفت روزہ الفقیہ جاری کیا جس کے ایڈیٹر حکیم معراج الدین مرحوم تھے۔ اس اخبار میں آپ نے فقہ حنفی اور مذہب حقہ اہلسنت وجماعت کی حمایت میں جو مضامین لکھے ان کا وزن مولوی ثناء اللہ جیسے متعصب اور کٹر وہابی بھی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے۔ مشہور اہل حدیث عالم مولوی محمد ابراہیم میر سے بھی آپ کے متعدد مناظرے ہوئے۔ لیکن بفضل خدا آپ کی شخصیت ہمیشہ چھائی رہی حضرت صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی اعظمی اور حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہما آپ کے علمی تبحر کے معترف تھے۔[۱]

آپ تحریر وتقریر، بحث ومناظرہ اور شعر وشاعری میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ لاہور سے لے کر بمبئی تک آپ کی جادو بیانی کا ڈنکا بجتا تھا۔ تاریخ گوئی میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ اردو، فارسی اور عربی میں دسترس حاصل تھی۔ اور تینوں زبانوں میں عمدہ شعر کہتے تھے۔ آپ کو حضرت حافظ عبد الکریم نقشبندی آف راولپنڈی سے شرف بیعت وخلافت حاصل تھا۔ ان کی شان میں آپ نے عربی میں ایک قصیدہ لکھا جو آپ کے کمال فن کا مظہر ہے حضرت حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ

"مجھ سے جو کچھ حاصل کرنا تھا وہ فقیہ اعظم نے کر لیا ہے۔"

اعلیٰ حضرت بریلوی اور امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہما نے بھی شرف خلافت سے نوازا تھا۔[۲]

۱۔ تذکرہ علماء اہلسنت از شاہ محمود احمد قادری مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ صفحہ ۲۲۵، صفحہ ۲۲۶ ۲۔ روزنامہ سعادت لائلپور ۲۳ مئی ۱۹۶۶ء سیرت امیر ملت صفحہ ۔ حیات کامل از مولانا عبد الحکیم صفحہ ۳ ۔ مکتوب گرامی حضرت سید اختر حسین علی پوری بنام مؤلف از علی پور شریف محررہ ۲۱ ستمبر ۱۹۷۶ء تذکرہ مشائخ نقشبندیہ (نکلا) صفحہ ۵ ۔ مقالات یوم رضا حصہ سوم مرتبہ قاضی عبد النبی کوکب صفحہ ۲۹، ۳۰

آپ عالمِ شریعت اور شیخِ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ سیاست سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ آل انڈیا سُنی کانفرنس بنارس کے تاریخی اجلاس شریک ہوئے اور تحریکِ پاکستان میں مسلم لیگ کی مقدور بھر حمایت کی۔ مُریدین کا حلقہ کافی وسیع ہے جو ملک کے اطراف و اکناف میں موجود ہے۔

آپ نے نوّے برس کی عمر میں ۱۵ جنوری ۱۹۵۱ء مطابق ۶ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ کو رحلت فرمائی۔ مولانا نور الحسن رحمۃ اللہ علیہ امام مسجد ملا عبد الحکیم (سیالکوٹ) نے نماز جنازہ پڑھائی اور کوٹلی لوہاراں میں مزارِ پُر انوار بنا۔ مندرجہ ذیل تصانیف یادگار چھوڑیں۔

(۱) ضرورتِ فقہ (۲) کتاب التراویح (۳) صداقت الاحناف
(۴) کشف الغطار (۵) اباحۃ السیف (۶) نماز حنفی مدلل (اس کتاب پر اعلیحضرت بریلوی نے تقریظ لکھ کر آپ کو فقیہ اعظم کا خطاب دیا تھا) (۷) نجدیوں سے نفرت
(۸) تصورِ شیخ (۹) اربعین حنفیہ (۱۰) فرقہ شیعہ کی ابتداء
(۱۱) وہابیت سے مناکحت (۱۲) مستورات کی نماز (۱۳) اربعین نبویہ
(۱۴) تائید الامام باحادیث خیر الانام (۱۵) کتاب الوتر (۱۶) فقہ دراصل حدیث ہے
(۱۷) دعا بعد جنازہ (۱۸) ندائے یا رسول اللہ (۱۹) اجتہاد
(۲۰) تحقیقِ بدعت (۲۱) اخلاق الصالحین (۲۲) القول الحسن
(۲۳) شمس الحق (۲۴) الحق المبین (۲۵) مناظرہ بہلولہ
(۲۶) مسئلہ طلاق ثلاثہ (۲۷) رسالہ تقلید (۲۸) منہ مانگی مراد
(۲۹) ثبوت تقلید (۳۰) آیاتِ بیّنات (۳۱) انتفاع الاموات بالصدقات
(۳۲) سنان المقلدین فی صدر غیر المقلدین (۳۳) اظہار حق
(۳۴) القول الصائب (مولوی محمد ابراہیم میر کے رسالہ غائبانہ نماز جنازہ کے جواب میں) (۳۵) نفی فئی
(۳۶) علم النبی (علم غیب کا ثبوت) (۳۷) نصرۃ الحق

۱؎ سوانح فقیہ اعظم (قلمی) از صوفی محمد رضاء المصطفیٰ چشتی کوٹلوی۔ روزنامہ سادات لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۵ء

غیر مطبوعہ کتب یہ ہیں :-

(۳۸) مشکوٰۃ شریف کا پنجابی ترجمہ
(۳۹) فاتحہ خلف الامام (عربی ۔ اردو)
(۴۰) معقود الخیر
(۴۱) مرزائیت کی تردید
(۴۲) تحقیق الکلام
(۴۳) ترجمہ موطا امام محمد
(۴۴) ترجمہ آثار محمد[1]

---

[1] تذکرہ مشائخ نقشبندیہ (تکملہ) صفحہ ۵۶۴ ۔ خلفائے اعلیٰ حضرت از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء

حضرت مولانا محمد عظیم گکھڑوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ والدِ گرامی کا نام پیراں دتہ تھا۔ دار العلوم انجمن نعمانیہ لاہور سے فارغ التحصیل ہو کر فنِ کتابت پر مہارتِ تامہ حاصل کی حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے محبوب مریدوں اور خلفاء میں سے تھے۔ نہایت خوش بیان اور شعلہ افشاں مقرر تھے۔ پنجاب سے لیکر حیدر آباد دکن تک آپ کی جادو بیانی کا ڈنکا بجتا تھا۔ حضرت امیرِ ملت کی معیت میں اور علیحدہ بھی بہت سے تبلیغی دورے کیے۔ مشہور مورخ منشی محمد الدین فوق مرحوم سے آپ کے بڑے گہرے مراسم تھے۔ کشمیر کے دوروں پر جلسوں میں آپ تقریر فرماتے اور منشی صاحب نظم پڑھا کرتے تھے۔ آپ کی خوش بیانی سے متاثر ہو کر اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خان تاجدار حیدر آباد دکن نے ماہوار مشاہرہ پر اپنے پاس بلا لیا اور آپ مدت تک وہاں مقیم رہے۔ بعد از وفات عرصہ تک آپ کی بیوی کو حیدر آباد دکن سے پنشن ملتی رہی۔[1]

آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں مگر ہمیں صرف یہ نام معلوم ہو سکے جو درج ذیل ہیں۔

(۱) ذکرِ حبیب (۲) علمِ حبیب (۳) شریعت اور طریقت
(۴) خاتم النبیین (۵) دعائے عظیم (۶) پیارے نبی کے پیارے حالات
(۷) صوفیوں کے اسرار (۸) تازیانہ نقشبندی

جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ آپ کی تقریر بڑی مدلل و موثر اور جادو اثر ہوا کرتی تھی اور ہر مخالف و معترض کو قائل کر لیتے تھے ایک دفعہ آپ الٰہ آباد (انڈیا) میں تشریف فرما تھے ریلوے اسٹیشن الٰہ آباد کا اسٹیشن ماسٹر آپ کا بہت معتقد تھا۔ اس زمانے میں ولایت سے شاہی خاندان کا

[1] سیرت امیرِ ملت ص ۱۰۱ و ص ۲۰۱ ۔ سرگذشت فوق (قلمی) بحوالہ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور فروری ۱۹۷۵ء ۔ مکتوب گرامی مولانا عبد الصبور ہزاروی از گکھڑ بنام مؤلف محررہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۷ء ۔ غلامی سے آزادی تک از قریشی غلام فرید مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۷۹ء ص ۱۵ ۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور ماہ جنوری ۱۹۲۱ء ص ۲۰

ایک انگریز ہندوستان کی سیر و سیاحت کے لیے آیا ہوا تھا اور اس وقت ریلوے اسٹیشن الٰہ آباد پر موجود تھا۔ پولیس نے ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم کو غیر آدمیوں سے خالی کرا کے پہرے کا بڑا انتظام کیا۔ صاحب بہادر پلیٹ فارم پر کرسی بچھا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ چونکہ اسٹیشن ماسٹر کے خاص آدمی تھے بدیں وجہ پولیس نے آپ کو اندر جانے سے منع نہ کیا اور آپ بھی پلیٹ فارم پر جا کر ٹہلنے لگے۔ صاحب بہادر نے جب آپ کو دیکھا تو پوچھا یہ کون ہیں؟ کسی نے بتایا کہ یہ مسلمانوں کے پادری ہیں کہا ان کو بلاؤ چنانچہ آپ تشریف لائے اور صاحب بہادر نے کرسی پر بٹھایا اور کہا "اسلام کی حقانیت کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے"؟ آپ نے فرمایا کہ "آپ نے کون کون سے علوم کی ڈگری حاصل کی ہے؟ صاحب بہادر بولا۔ میں آٹھ دس علوم کا ماہر ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ تمہیں سب سے زیادہ کون سے علم سے دلچسپی اور مہارت ہے؟ صاحب بہادر نے کہا کہ "میں علم ہیئت کا بڑا ماہر ہوں۔ اور اس سے خصوصی دلچسپی ہے"۔ آپ نے فرمایا "میں علم ہیئت کے ذریعہ اسلام کی حقانیت اور سچائی کی ایسی دلیل پیش کروں گا۔ کہ آپ پر روشن ہو جائیگا کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے آپ گھڑی نکال کر بتائیے کہ اسوقت الٰہ آباد میں کیا وقت ہے؟ صاحب بہادر نے کہا گیارہ بجے ہیں۔ کلکتہ میں کیا بجا ہوگا؟ کہا بارہ۔ رنگون میں کیا وقت ہوگا کہا ایک بجا ہے۔ سنگاپور میں؟ دو بجے ہیں، جاپان میں؟ تین۔ ہونولولو میں؟ چار۔ مشرقی امریکہ میں سورج غروب ہو رہا ہے۔ غرضیکہ مختلف مقامات کے اوقات صاحب بہادر نے بتائے۔ آپ نے فرمایا:-

"دیکھئے دنیا میں اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس کے پیروکار دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں خداوند کریم عزوجل کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہیں۔ الٰہ آباد میں چاشت کی نماز ہے تو رنگون میں زوال کی نماز کا وقت۔ سنگاپور میں ظہر کی نماز پڑھی جا رہی ہے جاپان میں عصر کا وقت ہے۔ مشرقی امریکہ میں مغرب کی اذان ہو رہی ہے مغربی امریکہ میں عشا پڑھی جا رہی ہے"۔

غرضیکہ ایسی مدلل اور پر جوش تقریر فرمائی کہ انگریز مبہوت ہو گیا اور اسی وقت آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔[1]

[1] پیر گنج علی پوری از محمد انسر خان عزیز، مطبوعہ لاہور طبع دوم ص ۱۴۳، ۱۴۴

پاکستان کے نامور ادیب و مصنف جناب مولانا محمد عبداللہ قریشی سابق مدیر ماہنامہ ادبی دنیا لاہور نے آپ کو یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

مولانا محمد عظیم نقشبندی گکھڑ ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے ایک عالم باعمل اور نہایت ہی خوش بیان واعظ تھے۔ انہیں حضرت قبلہ عالم پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (قدس سرہ) کے خادم ہونے کا فخر حاصل تھا۔ بدعقیدہ اور مخالفین اسلام کو دندان شکن جواب دینے میں آپ کو وہ کمال حاصل تھا کہ کئی غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ مدت تک حضور نظام دکن کی طرف سے ریاست میں خلق خدا کو وعظ و نصیحت سنانے پر مامور رہے انہوں نے اپنے پرتاثیر وعظ اور دلکش طرز بیان سے وہ ہر دلعزیزی حاصل کی کہ نہ صرف حیدر آباد دکن کا بچہ بچہ بلکہ ہندوستان کے کئی دوسرے شہروں کے مسلمان بھی آپ کے وعظ کے مشتاق ہوگئے۔ ہزارہا بندگان خدا کو آپ کے طفیل ہدایت نصیب ہوئی۔ مثنوی مولانا روم ایسی پرسوز لے میں پڑھتے تھے کہ سننے والے وجد میں آجاتے تھے وفات سے چند روز قبل ضلع اٹک (حال کیمبل پور) میں تشریف لے گئے تھے۔ جہاں ایک شیعہ خاندان نے آپ کے وعظ سے متاثر ہوکر رافضیت سے توبہ کی۔ اور سواد اعظم میں داخل ہوگئے۔

آپ کو ظاہری جاہ وجلال کے پیروں اور شرعی احکام سے لاپروائی کرنے والے عالموں سے سخت نفرت تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ ان لوگوں کو دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوتا ہے یہ لوگ اپنے ظاہر و باطن کو یکساں کیوں نہیں رکھتے؛ تصوف کے موضوع پر ایک طویل سلسلہ مضامین رسالہ "تصوف" لاہور میں شروع کیا تھا مگر افسوس کہ موت نے تکمیل کی مہلت نہ دی۔

اِس سے قبل اسی قسم کا ایک سلسلۂ مضامین منشی محمد الدین فوق کے
رسالہ طریقت لاہور میں شروع کیا تھا جس سے کئی گدی نشین ناراض
ہو گئے تھے اور رسالہ بھی بند ہو گیا تھا۔"[1]

آپ کی وفات حسرت آیات بعارضہ ذیابیطس ۱۲ر نومبر ۱۹۲۲ء مطابق ۱۳۴۱ھ
بروز دوشنبہ (پیر) بوقت ۴ بجے صبح اپنے گاؤں گکھڑ میں ہوئی اور یہاں ہی آخری آرامگاہ
بنی۔[2]

عمرہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

---

[1] مکتوبِ گرامی جناب مولانا محمد عبد اللہ قریشی از لاہور بنام مؤلف محررہ ۲۴ جنوری ۱۹۷۷ء۔ قلمی یادداشت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور نومبر ۱۹۲۲ء صفحہ ۲۴۔ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲ جون ۱۹۴۲ء صفحہ ا

حضرت سیّد محمّد غوث سکھوچکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت الحاج حکیم سیّد محمد غوث ۱۲۸۸؁ھ میں موضع آوانکہ متصل دینانگر ضلع گورداسپور (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام منظور محمد اور عرفی نام محمد غوث تھا۔ سلسلۂ نسب ۳۸ واسطوں سے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا حکیم سیّد برکت علی شاہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی، عالم باعمل اور طبیب اکمل تھے۔ آپ نے قرآن مجید مع ترجمہ اور عربی و فارسی کی دیگر کتابیں والد گرامی سے پڑھیں ۱۳۰۱؁ھ میں والد گرامی نے رحلت فرمائی تو آپ کا سلسلۂ تعلیم منقطع ہو گیا۔ برادر خورد سیّد احمد غوث کی عمر صرف تین سال کی تھی۔ کوئی سرپرست نہ تھا۔ ان پریشان کن حالات میں آپ کے والد گرامی کے مخلص مریدوں جو موضع طور تحصیل گورداسپور میں تھے انہوں نے آپ کی ہر قسم کی سرپرستی کا بیڑا اٹھایا۔ چنانچہ آپ نے مولانا مولوی الف الدین دینانگری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ پھر لاہور۔ لدھیانہ اور دہلی میں مختلف اساتذہ سے تکمیل علم کی۔ اور کتب طب قانون شیخ تک مولانا حکیم شمس الدین لدھیانوی مرحوم اور مولانا حکیم محمد امام الدین مرحوم سے پڑھیں بعد از فراغت اپنے چھوٹے بھائی سیّد احمد غوث کو قرآن پاک حفظ کرایا اور علوم دین سے فائز المرام فرمایا۔

۱۳۲۷؁ھ میں سکھوچک ضلع گورداسپور (حال ضلع سیالکوٹ) تشریف لائے تو مسلمانان سکھوچک نے اپنے ہاں سکونت اختیار فرمانے کے لیے مجبور کیا۔ چنانچہ آپ اپنی والدہ ماجدہ سے اجازت کر کے سکھوچک جلوہ افروز ہو گئے اور ۱۳۵۵؁ھ تک محض لوجہ اللہ خدمت دین کی اور عوام کو علم کی برکت سے بہرہ ور فرمایا طبابت میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ اعلیٰ درجہ کے نباض تھے۔ علاقہ بھر کے لوگ آپ سے مستفید و مستفیض ہوئے آپ کا وجود دینی و دنیوی حاجات کے لیے مرجع خاص و عام تھا۔ ہندو مسلمان سب آپ کے گرویدہ تھے اور زینہ ۃ و دل فرش راہ کرتے تھے

غریبوں کی دستگیری اور یتیموں کی سرپرستی آپ کا شعار تھا۔

ضلع گورداسپور میں آپ کے پایہ کا کوئی عالم نہیں تھا۔ فرقہ وہابیہ اور شیعہ آپ کا نام ہی سن کر لرزہ براندام ہوجاتے تھے۔ آپ اعلیٰ درجہ کے مناظر تھے۔ تبحر علمی کا یہ حال تھا کہ علمائے لاہور حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی۔ مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا ابوالحسن غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری، مولانا غلام احمد اخگر امرتسری (ایڈیٹر اخبار الفقہ امرتسر) مولانا پیر محبوب احمد شاہ المعروف پیر خیر شاہ امرتسری، مولانا پیر سلام الدین خطیب جامع مسجد میاں محمد جان امرتسر اور مولانا ابو یوسف عبدالصمد رحمہم اللہ علیہم جیسے مقتدر حضرات نے آپ کو شمس العلماء کے خطاب سے نوازا۔

حضرت قبلۂ عالم امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ نے آپ کو اجازت وخلافت سے نوازا تھا اور کئی دفعہ آپ کی تقریر دلپذیر سے متاثر ہو کر دستار مبارک اور نقرئی تمغے عنایت فرمائے۔ علاوہ ازیں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ ثانی علی پوری۔ حضرت پیر سید نجم الدین (دوکوہا) حضرت قاضی سلطان محمود اعوان شریف اور حضرت قبلہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے بھی خلافت واجازت عطا ہوئی تھی۔

عالم، فاضل، حکیم اور طبیب ہونے کے ساتھ ساتھ آپ اعلیٰ درجے کے ادیب بھی تھے آپ کے مضامین اکثر اخبار الفقہ امرتسر اور ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ فن مناظرہ میں تو مہارت تامہ حاصل تھی۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں موضع فنڈ تحصیل رنبیر سنگھ پورہ ضلع جموں میں جو مناظرہ ہوا۔ اس نے آپ کی دھاک چار سو بٹھا دی۔ تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی آپ نے اشہب قلم کو خوب دوڑایا۔ مندرجہ ذیل تصانیف یادگار چھوڑیں۔

(۱) آفتاب محمدی در رد غیر مقلداں ۔ یہ کتاب فرقہ باطلہ وہابیہ کے رد میں پنجابی زبان میں منظوم قلمبند فرمائی تاکہ معمولی پڑھے لکھے لوگ بھی استفادہ کرسکیں۔

(۲) مثنوی ہدیۃ السالکین (۳) مراد العاشقین (دیوان غوث)

(۴) الجرح علی البخاری ۔ تصوّف کے موضوع پر بہت عمدہ کتاب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو شعر و شاعری کا وہ پاکیزہ ذوق عطا فرمایا تھا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی ۔ تمام عمر نعتِ رسولِ صلی اللہ علیہ وسلم، مناقبِ اہلِ بیتِ اطہار و صحابہ کبار و اولیاء کرام کے سوا کوئی نظم نہیں لکھی ۔ اکثر اوقات نمازِ تہجد کے بعد غلبۂ محبتِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار ہو کر پُرنم آنکھوں سے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کرتے ؎

اِذَیتُ فِی فِرَاقِ اَحِبَّتِی بِلُطفٍ	آبِ حیاتِ وصلت بر مستیم چکیدہ
اَدعُوکَ کُلَّ یَومٍ یَا سَیِّدَ الاَنَامِ	تا زندہ ام نگردم من ہٰذِہٖ الوَظِیفَۃ

مزید عرض کرتے ؎

جمالک فی عینی وذکرک فی فمی	وحبک فی قلبی فاین تغیب

حضور قبلۂ عالم حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کی شان میں آپ نے عربی، فارسی، اردو اور پنجابی میں بے شمار قصائد لکھے۔ ذیل میں ایک پنجابی قصیدہ نقل کیا جاتا ہے ۔ جسے بارگاہ امیرِ ملت سے شرفِ قبولیت بھی حاصل ہے ؎

تیرے دروازے تے مَیں مسکین آواں کس طرح	چند جیسے مکھ تیرے دی جھات پاواں کس طرح
ہجر تیرے تھیں میرا دل بُجھ کے ہو یا کباب	تینوں میں ہن چیر کے سینہ دکھاواں کس طرح
وس گئی دل وچ میرے یا سیّدا صورت تری	بھُل وی ہر گز نہیں دل تھیں بھُلاواں کس طرح
جس لائی تیرے عشق پر چھُپ دا نہیں	اگ بلدی نوں بھلا کھتیں لُکاواں کس طرح
عیش پاون لوک تے دُکھ درد میرے واسطے	ہائے میرا ایہہ لیکھ بد لکھیا مٹاواں کس طرح
جان تے دل لے کے جیہڑا پھر بھی بیگانہ رہوے	ایسے بے پرواہ نوں مَیں اپنا بناواں کس طرح
آ خدا دے واسطے سُن بیتی میری وی کدی	نت جدائی دے ترے صدمے اُٹھاواں کسطرح

درد مند عاجز محمد غوث تے ہُن رحم کر

وصل بِن ہن در تیرے تھیں ناکام جاواں کس طرح

آپ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ نہایت متقی، متبع شریعت اور واقفِ اسرارِ طریقت تھے۔ مزاج مبارک میں حد درجہ تواضع تھی۔ نہایت سخی تھے۔ غرباء کا علاج مفت کرتے تھے۔ بلکہ خوراک کا بندوبست بھی فرماتے تھے۔ خدمتِ خلق آپ کا شعار تھا اور ہمیشہ فرمایا کرتے تھے ؎

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست،

آپ کی وفات حسرت آیات ۹ر شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۶ر اکتوبر ۱۹۳۶ء بعد نمازِ عصر سکھو چک ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ مزار مقدس مرجع خاص و عام ہے[۱]۔ آپ کے صاحبزادے سید محمد حسین ظفر (المتوفی ۱۹۷۸ء لائلپور) نے آپ کی یہ تاریخ وصال کہی ؎

چشمِ دنیا چرا است گریہ کناں	از غمِ کیست چاک جیبِ جہاں
شورِ ماتم چرا است در ہر جا	بے قرار است قلبِ ہر انساں
گشت ویراں گلشنِ آفاق	شد پریشاں سنبل و ریحاں
چشم وا ماند نرگس از حیرت	سرو استادہ با دلِ حیراں
والدی سید محمد غوث	ہادیِ خلق مرشدِ دوراں
فخرِ صلحاء و سید السادات	بحرِ عرفان و ہادیِ دوراں
قدوۂ عارفاں فی الدرجات	شبلیِ وقت بایزیدِ زماں
کرد پرواز بلبلِ روحش	شد ز دنیا بسوئے باغِ جناں

---

[۱] انوار لاثانی مطبوعہ لاہور ۱۳۶۴ھ صفحہ ۲۳۲، صفحہ ۲۳۳ ۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ مئی ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۰۔ مکتوب گرامی حضرت الحاج پیر محمد عبدالحمید خاں مدظلہ بنام مؤلف از ظفر وال ۴ر اگست ۱۹۷۶ء ۔ سیرت امیر ملت مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء صفحہ ۱۰۷ ۔ گلزار مدینہ از مولانا محمد عظیم فیروز پوری مطبوعہ لاہور ۱۳۴۷ھ صفحہ ۲۵

بُود ہمچو جنابِ جدِّ امجد — مونسِ بیکساں وخستہ رواں
از دہاں مے فشاند برگِ گُل — چوں نمودے تلاوتِ قرآں
وعظ گفتے چوں از کلام اللہ — بحرِ توحید مے نمود رواں
بے بدل مدّاحِ پیغمبر — ہست تاریخ آں ولیِ زماںؒ

۱۳۵۵ھ

۱؎ مراد العاشقین از سید محمد غوث طبع اردو ڈائجسٹ پرنٹرز لاہور ص۱۰۶

حضرت منشی مہر دل خاں مردانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ہوتی مردان (صوبہ سرحد) کے رہنے والے تھے۔ انجمن احمدیہ مردان کے صدر اور زبردست مقرر تھے۔ حضرت قبلۂ عالم امیر ملت قدس سرہٗ کی نگاہ کرم ہوئی تو احمدیت سے تائب ہو کر حضرت قدس سرہٗ کے دستِ حق پر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور عرصہ تک میونسپل کمشنر (مردان) کے عہدہ پر فائز رہے۔

آپ کو حضرت قدس سرہٗ سے انتہائی عقیدت و محبت تھی۔ ہر سال سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ علی پور شریف میں باقاعدگی سے شرکت فرماتے تھے اور اپنے نورانی خطاب سے حاضرین کے قلوب کو گرماتے تھے۔ ۱۱ رمئی ۱۹۱۴ء کو بر موقع سالانہ جلسہ علی پور شریف میں ختم شریف سے قبل حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا اور خدمتِ خلق کی تلقین کی۔[۱]

۔۔۔۔۔۔ ۔۔ اذکار ۔۔۔۔۔۔

---

[۱] ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور جون ۱۹۱۴ء ص ۲۳، ۔ جولائی ۱۹۱۵ء ص ۷

حضرت مولانا سید محی الدین کولاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ شہر میسور سے سوا سو میل دور شہر کولار کے رہنے والے تھے۔ بہت نیک، باعمل اور صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے اجازت و خلافت سے نواز کر میسور اور دکن کے علاقوں میں سلسلہ عالیہ کی تبلیغ و تشہیر کا حکم دیا۔[۱]

---

۱ کراماتِ امیرِ ملت ص۱۲۵، سیرت امیر ملت ص۶۰۷، تذکرہ شہ جماعت ص۶۵

حضرت مولانا محمد مقصود بنگالی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بنگال سے تحصیل علم کے لیے علی پور سیداں آئے تھے۔ یہاں قیام کر کے مدرسہ نقشبندیہ سے درس نظامیہ کی سند حاصل کی۔ اور حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم دینیہ حاصل کیے۔ بڑے عالم، پارسا، سادہ مزاج، دیندار اور متقی بزرگ تھے۔ واپسی کے وقت حضرت قبلۂ عالم امیر ملت قدس سرہٗ نے آپ کو اجازت و خلافت مرحمت فرمائی تاکہ بنگال جا کر تبلیغ دین اور سلسلۂ عالیہ کی ترویج فرماتے رہیں۔[1]

---

[1] سیرت امیر ملت ص۱۲۱۰، ۱۲۱۱
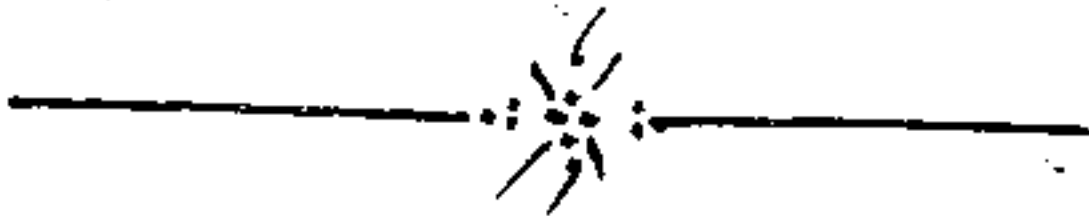
حوالدار ممتاز علی خاں رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۰۵ء میں ریترہ ضلع حصار (بھارت) میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک محمد عمر خاں تھا۔ آپ کا تعلق راجپوت قبیلے سے تھا۔ مڈل تک تعلیم گاؤں ہی میں حاصل کی۔ چند اسلامی کتب بھی گاؤں میں پڑھیں حصول تعلیم کے بعد کچھ عرصہ اسکول ماسٹر رہے اور پھر پولیس میں بھرتی ہوگئے۔ حضور قبلۂ عالم امیر ملت قدس سرہ کے حکم پر پولیس کی ملازمت ترک کر دی اور پھر حضور کی غلامی میں رہنے لگے۔[1]

آپ نے سات سال کی عمر میں والدہ محترمہ کے ساتھ نماز تہجد شروع کی اور کبھی قضا نہیں کی۔ آٹھ برس کی عمر میں حضرت امیر ملت قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ تمام عمر پابند صوم و صلوٰۃ رہے۔ نو سال کی عمر سے ہمیشہ باوضو رہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ پولیس کی ملازمت ترک کرنے کے بعد آپ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں رہنے لگے تھے۔ بعد ازاں فوج میں بطور کلرک بھرتی ہوگئے اور ۲۴ سال بحسن و خوبی اپنے فرائض کی بجا آوری کے بعد ۱۹۶۳ء میں بطور حوالدار کلرک پنشن حاصل کی۔ ۱۹۶۵ء میں بھارت نے پاکستان پر اچانک حملہ کر دیا تو آپ کو پھر بلا لیا گیا۔ ۱۹۶۷ء میں دوبارہ فارغ ہوکر گھر آئے اور ۱۹۶۸ء میں کھاد فیکٹری داؤد خیل (میانوالی) میں کلرک بھرتی ہوگئے اور تادم زیست اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔[3]

آپ کی پابندی شریعت، راست گوئی و راستبازی و دیگر گوناگوں خوبیوں کے پیش نظر حضرت امیر ملت قدس سرہ نے آپ کو شرف خلافت سے بھی نوازا تھا لیکن آپ نے تمام عمر کسی کو

---

[1] مکتوب نائیک عزیز احمد بنام مؤلف محررہ ۲۹ ستمبر ۱۹۷۶ء

[2][3] مکتوب نائیک عزیز احمد (پسر حقیقی حضرت موصوف) بنام مؤلف از چک نمبر ۱۰ ایم ایل ضلع میانوالی محررہ ۹ اگست ۱۹۷۶ء۔

بیعت نہیں کیا اس سلسلے میں آپ کے صاحبزادے نائیک عزیز احمد راوی ہیں کہ،

ایک مرتبہ میں نے والد صاحب سے پوچھا کہ جب آپ کو حضرت قبلہ عالم سرکار علی پوری سے خلافت حاصل ہے تو پھر آپ بیعت کیوں نہیں لیتے اس پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ ٹھیک ہے کہ مجھے خلافت حاصل ہے لیکن میں نے حضرت قبلۂ عالم سے سن رکھا ہے "کہ جس پیر میں اتنی طاقت نہ ہو کہ وہ ۲۴ گھنٹوں کے اندر اندر اپنے مرید کو نہیں دیکھتا اور نہیں سنبھالتا۔ اُس کے ہاتھ پہ بیعت حرام ہے۔" لہٰذا میں اپنے اندر اتنی طاقت نہیں پاتا اسلئے کسی کو بیعت نہیں کرتا"[1]

آپ صحیح معنوں میں فنافی الشیخ تھے۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ میں تازیست نظم و نثر میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت شیخ کا اظہار فرماتے رہے۔ ذیل میں اُن کا ایک قصیدہ نقل کیا جاتا ہے۔ جس کے ایک ایک لفظ سے عشق و محبت کے دھارے بہتے نظر آتے ہیں۔[2]

مجھے دین و دُنیا سے پیارا علی پُور	کہ ہے میری آنکھوں کا تارا علی پُور
علی پُور میں ایک پُر علیؒ ہے	اُسی سے ہوا آشکارا علی پُور
نہیں کوئی میرا مصیبت میں ساتھی	اگر ہے تو بس ہے سہارا علی پُور
مرے پیر و مُرشد ہیں واں جلوہ افگن	تبھی تو بنا ماہ پارا علی پُور
زمانہ تمام اُن کے گُن گا رہا ہے	کہ ہے میرِ ملّت دُلارا علی پُور
یہ ہے مسندِ فیضِ سرہند[3] و تیراہ[4]	شہِ نقشبندی[5] کا تارا علی پُور
ہُوئی شان چورہ[6] دوبالا یہاں سے	کہ ہے باباجی[7] کو بھی پیارا علی پُور

---

[1] ایضاً [2] کراماتِ امیرِ ملت از منشی مصطفیٰ علی خاں مطبوعہ کراچی ۱۹۶۵ء ص ۳۵

[3] سرہند شریف [4] تیراہ شریف (افغانستان) [5] حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

[6] چورہ شریف ضلع کیمبل پور [7] حضرت باباجی فقیر محمد چورہ شریف رحمۃ اللہ علیہ۔

علی پور مسکن ہے آلِ نبی کا ۔۔۔ علیؓ کا بھی ہے ماہ پارا علی پور

ہے ممتازؒ کا تو یہ ملجا و ماوا
بلا شک ہے قسمت کا تارا علی پورؒ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کی ضیافت طبع کے لیے ایک اور قصیدہ درج کردوں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنے پیرومرشد کے عشق میں کس قدر بے خود تھے۔

مجھے اپنے در پہ بلا شہ جماعت ۔۔۔ مرے دل کی حسرت مٹا شہ جماعت
ترے در پہ عاشق کھڑے دست بستہ ۔۔۔ میں تڑپوں گا اس جا پڑا شہ جماعت
ترے سچے زائر تو پہنچیں گے آخر ۔۔۔ مجھے بھی خدا را بلا شہ جماعت
مرے دل نے ٹھانی ہے پہنچوں علی پور ۔۔۔ ترا چاہیے آسرا شہ جماعت
ترے عشق نے اب بنایا ہے بیخود ۔۔۔ گلے سے تو مجھ کو لگا شہ جماعت
تصور میں تیرے ہی رہتا ہوں اکثر ۔۔۔ مگر چاہیے اب لقا شہ جماعت
بنایا ہے دیوانہ الفت نے تیری ۔۔۔ ذرا اور یہ مے پلا شہ جماعت

میں رو رو کے تکتا ہوں اب راہ تیری
مجھے بھی تو سینے لگا شہ جماعت[1] (رحمۃ اللہ علیہ)

فوج سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ کو چک نمبر ۱۰ - ایم ایل ضلع میانوالی میں حکومت کی طرف سے ایک مربعہ زمین ملی تھی۔ لہٰذا یہیں مستقل رہائش اختیار فرمالی۔ کاشتکاری کے ساتھ ساتھ داؤد خیل کھاد فیکٹری میں بطور کلرک ملازمت بھی کرتے رہے تھے کہ ۹ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ مطابق ۶ جون ۱۹۶۹ء بروز ہفتہ نماز عصر ادا فرماتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چک نمبر ۱۰ - ایم ایل میں ہی آپ کی آخری آرام گاہ بنی۔ تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں یادگار چھوڑیں۔ نعتوں اور قصائد کا ایک مجموعہ (قلمی) یادگار ہے۔[2]

---

[1] ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور اپریل مئی ۱۹۴۳ء ص ۵ ۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور ستمبر ۱۹۴۳ء ص ۱۹

[2] ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور اکتوبر نومبر ۱۹۶۹ء ص ۴۴ ۔ مکتوب صاحبزادہ ملک عزیز احمد صاحب

حضرت مولانا محمد واصل جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ضلع جھنگ کے رہنے والے تھے۔ بہت متقی اور صالح بزرگ تھے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی آخری بیماری میں حاضر ہوئے اور حج و زیارت کے مبارک سفر کی اجازت چاہی۔ حضرت قدس سرہٗ نے اجازت عطا فرمائی اور شرفِ خلافت سے نواز کر تلقین فرمائی کہ:-

خلقتِ خدا کو (اللہ) کا نام بتایا کرو اور باقی عمر سلسلہ عالیہ کی خدمت میں صرف کرو۔

آپ کو حضرت امیر ملت قدس سرہٗ سے والہانہ محبت تھی۔ بطور ثبوت ہم ایک خیر مقدمی نظم درج کر رہے ہیں جو آپ نے ۱۹۴۹ء میں حضرت کی جھنگ میں تشریف آوری پر کہی تھی

بعافیت الٰہی! یار آید ‏ بیاراں قافلہ سالار آید
شود عیدم چو بینم زدئے محبوب ‏ سلامت در نظر دلدار آید
شود فرحاں و شاداں تشنۂ دید ‏ چوں بیروں زابر مہر رخسار آید
بعالم سر بپائے اقدس او ‏ چو از سیر دیار آں یار آید
فسبحان الذی اسری بعبدہ ‏ زمعراجش چنیں با کار آیار
مبارک مرحبا و صد مبارک ‏ کہ شاہ از فضل شہ سرشار آید
بنور حیدر شاہ جماعت ‏ بہ مجمع قافلہ سالار آیاد
چہ گویم عید رحماں و لقمان ‏ چگونہ بخت شاں بیدار آیاد

۱؎ سیرت امیر ملت ص ۲۰۷۔ تذکرہ شہ جماعت ص ۲۷ ‏ ۲؎ ماہنامہ لمعات القمر نیہ سیالکوٹ نومبر دسمبر ۱۹۴۹ء ص ۲۷ ‏ ۳؎ مراد پیر سید حیدر حسین شاہ ‏ ۴؎ یعنی عبدالرحمٰن و حاجی محمد لقمان ہمراہیان حضرت قدس سرہٗ

شدند اقرب بخدمت پیر اقدس — کہ اعلیٰ تر ازیں چہ کار آید
شدند حیران ملائک عرش اعلیٰ — عجب ایں اسعد ایں بار آید
بہر یک حمد مبارک ہدیہ تسلیم — آں ختم کہ با سرکار آید

بنظر شہ شود واصل چہ غافل
برائش بس ہمیں در کار آید

آپ کی رحلت ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۳ دسمبر ۱۹۶۶ء بروز جمعۃ المبارک موضع ترک تحصیل و ضلع جھنگ میں ہوئی اور وہیں مزار مقدس بنا۔[1]

---

[1] ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور جولائی ۱۹۶۷ء ص ۳۹

حضرت سیّد محمود شاہ محدّث ہزاروی مدظلہ

آپ کی ولادت مبارک ۱۳۳۴ھ بمقام سوہلن علاقہ تناولی ہزارہ میں ہوئی والد گرامی کا اسم مبارک حضرت سیّد محبوب علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب ۳۸ واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ علیہ تک جا پہنچتا ہے آپ کا خاندان زمانۂ قدیم سے علوم شریعت و طریقت کی تدریس و ترویج کے سلسلہ میں مشہور تھا۔ آپ نے ابتدا سے تا دورۂ حدیث شریف تمام ضروری علوم و فنون اپنے والد بزرگوار و برادر محترم حضرت ابوالنعیم سیّد عبدالقاضی محدّث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیے پھر مزید مہارت حاصل کرنے کے لیے برّصغیر کے مشہور مدارس مثلاً لاہور، سہارنپور، دہلی، رامپور، مراد آباد وغیرہ وغیرہ تشریف لیگئے۔ چنانچہ دارالعلوم حزب الاحناف مراد آباد سے بھی اسناد کا اعزاز پایا۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کے حصول کے لیے والد گرامی کی طرف رجوع فرمایا۔ چنانچہ اپنے والد گرامی سے سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ کے فیوض و برکات حاصل کیے اور پھر اپنے برادر گرامی حضرت سیّد عبدالقاضی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقت کے تین سلاسل کی اجازت پائی حضرت امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدّث علی پوری قدس سرہٗ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ و قادریہ کی خصوصاً اور دیگر سلاسل کی عموماً اجازت حاصل کی۔ سنہ ۱۹۴۲ء میں حضرت بابا جی فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر اور پھر ۱۹۴۴ء میں نشاط باغ سری نگر کشمیر میں آپ کو خلافت سے نواز کر طریقت و معرفت میں اپنا خلیفہ بنایا گیا۔ سنہ ۱۹۵۵ء میں مدینہ طیبہ میں بموقعہ سفر حج بروز جمعۃ المبارک حضرت الوالحامد سیّد محمد محدّث کچھوچھوی قدس سرہٗ نے

۱؎ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد حصہ دوم از سیّد محمد امیر شاہ قادری مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۲ء ص ۲۲۶
۲؎ مکتوب گرامی مولانا ظاہر میاں شاہ قادری مدین ضلع سوات بنام مؤلف محررہ ۹ نومبر سنہ ۱۹۷۵ء

سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی خصوصاً اور دوسرے سلاسل کی عموماً اجازت عطا فرمائی۔ بقول مولانا ظاہر میاں قادری آف مدین ضلع سوات آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت خواجہ عبد الرحمان چھوہروی قدس سرہٗ سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔[1]

آپ مذہب و ملت کی گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپکی کوششوں سے لاتعداد غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور ہزاروں بد مذہب مثلاً شیعہ وہابی اور دیوبندی وغیرہ گمگشتگی راہ سے صراط مستقیم پر گامزن ہو گئے۔ آپ شروع سے ہی ماہنامہ انوار الصوفیہ میں منظوم و منثور کلام سے عوام کو مستفیض کر رہے ہیں۔ آپ نے تقریباً دو صد کے قریب کتابیں لکھی ہیں جو تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، اخلاق عقائد اور تصوف پر مشتمل ہیں ان میں سے اکثر کتب زیور طبع سے آراستہ ہو کر ملک و بیرون ملک سے داد و تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں جب آپ بیت اللہ شریف تشریف لے گئے تو حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بعض تصانیف پیش کیں حضرت نے بے حد مسرت کے ساتھ طویل تصدیقات و تقاریظ فرمائیں۔[2] چند کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) احیاء الادب فی اعتبار الکفائۃ والنسب چار جلد غیر مطبوعہ (۲) جامع الخیرات ۹۲۰ صفحات (۳) صحیفۂ تحقیقات (۴) جہاد (۵) الدولۃ القادریہ فی حل ذبائح الاسلامیہ (۶) کتاب الذکر (۷) حفظِ دین و ایمان (۸) مقامع السنیہ (۹) تحقیق خیر دُ معمولات اسلامیہ پر شکوک کا جواب (۱۰) اربعین نبویہ (۱۱) اربعین خواتین (۱۲) السیف المسلول (۱۳) روح التفاسیر ۴ جلد غیر مطبوعہ (۱۴) تسہیل التراجم (۱۵) تسہیل السنیہ (علم حدیث کی مشکلات کا حل) (۱۶) زادِ محمود ۵ جلد

---

[1] سیرتِ امیر ملت ص ۴۳۹، روزنامہ سعادت لاہور ۶ جون ۱۹۷۵ء

[2] ایضاً

(۱۷) ذکرِ جمیل (فضائلِ صحابہ و اہلبیت) (۱۸) زاد اللبیب فی ذکر النبی الحبیب (شانِ رسالت پر فرق ضالہ کی تنقید کا رد اور دین، ایمان و اسلام کے دلائل کا سمندر) (۱۹) تحفۂ محبوب چار جلد (شانِ حبیب و مناقب آل و اصحاب پر ایمان افروز علمی ذخیرہ) (۲۰) یادِ حبیب (نعت شریف)

(۲۱) مطالع الانوار (۲۲) رفع التبرا بنقض الافترا، (آل واصحاب پر تبرے کا رد)

(۲۳) مودت اور اسلام (۲۴) مثنوی آبِ بقا (۲۵) سلام محمود

(۲۶) نظام مقصود شرح سلام محمود (۲۷) نعتِ محمود (۲۸) شجرۂ ایمان

(۲۹) ریاضِ جنت (فضائلِ مدینہ منورہ) (۳۰) تنویر القلوب (ادب و عشق رسول کا خزینہ)

(۳۱) فقہ الفقیہ (فقہ حنفی پر اعتراضات کا جواب) (۳۲) حدیثِ عشق (عرفان پر غزل)

(۳۳) مناقبِ صحابہ (۳۴) فضلِ عظیم (مناقبِ آل و اسلام) ۴ جلد غیر مطبوعہ

(۳۵) حفظ الاحناف (۳۶) حفظ الایمان (۳۷) ملفوظ محمود

(۳۸) مواہب النبویہ (۳۹) راہِ صفا (فارسی) (۴۰) انوارِ قادریہ

(۴۱) رفیقِ محمود (۴۲) اربعینِ محمود (۴۳) الاجازۃ

(۴۴) خلافت و دستورِ اسلام (۴۵) عرفانِ محمود (۴۶) مناجاتِ محمود

(۴۷) ردِ پرویزیت (۴۸) آئینۂ مودودیت (۴۹) داڑھی

(۵۰) معراج النبی (۵۱) فتویٰ ذکرِ جہر وغیرہ وغیرہ

اردو، فارسی، پشتو، عربی اور دیگر علاقائی زبانوں میں تقریر کر سکتے ہیں۔ اور تحریر بھی کر سکتے ہیں۔ مریدین کا حلقہ پاک و ہند کے علاوہ کابل و ایران، ترکی و مصر، عرب و یمن لنکا و برما، کشمیر و چین اور بہت سے ممالک تک پھیلا ہوا ہے۔

حضرت میاں جی محمد محبوب عالم بجنوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ گینڈی کھاتہ (جنگل) نجیب آباد ضلع بجنور (بھارت) کی گوجر برادری کے فرد تھے آپ کی ولادت ۱۸۸۱ء میں کشمیر میں ہوئی۔ والد ماجد بڑے بزرگ اور عالم تھے۔ وہ ۱۳۱۰ھ میں جموں کشمیر سے علی پور شریف میں حاضر ہوئے اور چند سال حضرت امیر ملت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر رہے اور پھر ڈیرہ دون میں اپنے رشتہ داروں سے ملنے آئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ ۱۳۲۰ھ میں آپ (میاں جی محمد عالم) کو ساتھ لیکر علی پور شریف حاضر ہوئے اور داخل سلسلہ کرایا۔

داخل سلسلہ ہونے کے بعد آپ ہمیشہ دربار شریف میں حاضر ہوتے رہے عرس مبارک سے ایک دو ماہ قبل علی پور شریف حاضر ہوتے اور درویشوں کے ساتھ ہر خدمت سر انجام دیتے اور جلسے کے بعد انعام واکرام سے سرفراز ہو کر واپس اپنے جنگل میں چلے جاتے اور دودھ کے کاروبار میں مصروف ہو جاتے۔

۱۹۴۰ء میں حضرت امیر ملت قدس سرہ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی مگر آپ نے کسی سے اظہار نہیں کیا۔ دو سال بعد ۱۹۴۲ء میں آپ کے ساتھ آپ کے بھائی بھی دربار شریف میں حاضر ہوئے اور حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ بہت سے لوگ داخل سلسلہ ہونے کے مشتاق ہیں لیکن حاضری سے معذور ہیں۔ اس پر حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کو یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے ہم نے مولوی جی کو تمہیں دیدیا ہے ان سے داخل سلسلہ کرا دیں (حضرت امیر ملت آپکو ہمیشہ "مولوی جی" فرمایا کرتے تھے) اس کے بعد لوگوں کے مجبور کرنے سے آپ نے سلسلہ بیعت جاری کر دیا اور ایک سو کے قریب اشخاص کو داخل سلسلہ کیا۔

آپ بڑے عابد و زاہد، ذاکر و متقی، پرہیزگار و تہجد گزار تھے۔ دو مرتبہ
مع اہل و عیال حج و زیارت کے لیے گئے۔ پہلے حج ۱۹۴۴ء میں آپ کی اہلیہ اور ایک چھوٹا
بچہ وہاں فوت ہو گئے اور مبلغ چار ہزار روپیہ کی ہمیانی گم ہو گئی۔ مفلس و غریب الدیار رہ گئے۔
لیکن ان صدمات پر صبر کیا اور اپنے پیر روشن ضمیر حضرت امیر ملت کا تصور کیا۔ فوراً یہ کرامت ظہور
میں آئی کہ اس قافلے میں کاٹھیاواڑ کا ایک سیٹھ تھا اس نے اپنی امانت زرِ نقد آپ کے سپرد کی اور
نہایت اصرار سے آپ کے انکار کے باوجود تمام مصارفِ سفر برداشت کیے۔ اپنے ہمراہ کراچی تک
پہنچا کر بذریعہ ہوائی جہاز لکھنؤ تک پہنچایا۔ پھر لکھنؤ سے آپ اپنے جنگل میں تشریف لے گئے۔ تقسیم ہند کے
بعد سفر کی دشواریوں کے سبب علی پور شریف کی حاضری کے لیے بیقرار رہتے تھے۔
۱۳۶۹ھ میں دوبارہ حج کو تشریف لے گئے۔ ارادہ تھا کہ واپسی پر علی پور شریف حاضر
ہوں گے لیکن وہاں علیل ہو گئے اور علالت آخر تک رہی۔ جب حج و زیارت سے واپس آئے
تو معلوم ہوا کہ ایک شادی شدہ لڑکی کا انتقال ہو گیا اور دوسری لڑکی کا شوہر فوت ہو گیا۔
یہ دونوں صدمے بھی برداشت کر کے صبر کیا اور راضی برضائے مولا رہے۔
حضرت امیر ملت قدس سرہٗ آپ کو مولوی محمد عالم گنگا والا بھی فرمایا کرتے تھے۔
کیونکہ آپ کا قیام دریائے گنگا کے کنارے تھا۔ جنگل میں رہ کر بھینسوں کا دودھ فروخت کرتے تھے۔
نہایت مہمان نواز تھے۔ علالت کے زمانے میں بھینسیں فروخت کر دیں۔ جو کچھ پاس ہوتا راہِ خدا میں خرچ
کر دیتے۔ پیر و مرشد کے قدم بقدم چلتے۔ شیخ کی سنت کا ہمیشہ لحاظ کرتے اور عشقِ مرشد میں بیتاب
رہتے۔ مسائلِ فقہ سے خوب واقف تھے۔
۳۰/۳۱ اگست ۱۹۵۱ء کی درمیانی رات کو حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کا انتقال ہو گیا۔
تو یہ جانکاہ خبر نجیب آباد میں ۳/ ستمبر ۱۹۵۱ء کو پہنچی آپ یہ خبر سنتے ہی بیہوش ہو گئے رات کو
کچھ ہوش آیا تو اپنے ایک مرید صوفی احمد بخش سے فرمایا کہ حضرت امیر ملتؒ کا فاتحہ جمعرات کو کریں گے
ضعف حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا اس لیے نمازِ تہجد چارپائی پر ادا فرمائی اور وصیت فرمائی کہ کشمیری میاں

کے قبرستان میں جو مسجد ہے وہاں رہنے کو ہمارا دل چاہتا ہے پھر فرمایا کہ وہاں تھوڑی سی زمین خرید لو۔ ہماری قبر بھی وہیں بنا دی جائے"۔ اس کے بعد نماز فجر کے لیے پھر وضو کیا۔ اور استادوں سے نماز فجر ادا فرمائی۔ اس کے بعد مراقب ہو گئے اور اپنے شیخ و مرشد حضرت امیر ملت کے تصور میں یکم ذوالحجہ ۱۳۷۰ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۵۱ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ حضرت مولانا پروفیسر حامد حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ نے قطعہ تاریخ وصال کہا ؎

تا تب ہجر قبلۂ عالم نداشت — عشق ایں عشق است و لبس غم ایں غم است
داد جاں چوں رحلت مرشد شنید — در جناں با مرشد خود خرم است

قادری گفتہ است تاریخ وفات
"عاشق صادق محمد عالم است"

۱۳۷۰ھ

ماخذ

سیرت امیر ملت ص۔ ماہنامہ لمعات الصوفیہ سیالکوٹ بابت اکتوبر ۱۹۵۱ء ص۵تا۔
ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور اپریل مئی ۱۹۶۱ء ص۶۶

حضرت پیر سید محمد شفیع گورداسپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ موضع بھڑیٹھ ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ آپ کا شمار حضرت قبلہ عالم امیرِ ملت قدس سرّہٗ کے محبوب خلفاء میں ہوتا ہے۔ داخل سلسلہ ہونے سے قبل آپ حُقّہ نوش، پہلوان طبیعت اور آزاد خیال تھے۔ داڑھی کٹواتے اور مونچھیں خلافِ شرع رکھتے تھے۔ مرشد عالی کی نگاہِ گوہر بار سے ایسی توبہ نصیب ہوئی کہ پورے پورے متبعِ شریعت بن گئے بلکہ صائم الدہر اور قائم اللیل کے مصداق ہو گئے۔ طبیعت میں اخلاص اس قدر آ گیا کہ ایک دفعہ سفر میں جہاں آپ کا قیام تھا وہاں آپ کے ایک درویش نے میزبان سے کہا کہ آپ کو روزہ رکھنا ہے لہٰذا سحری کا بندوبست ہونا چاہیئے۔ چنانچہ میزبان نے سحری کے وقت کھانا حاضر کیا اس پر آپ نے اپنے درویش نور محمد کو بہت ڈانٹا کہ تو مجھے رسوا کرتا پھرتا ہے[۱]۔

آپ حقیقی معنوں میں فنا فی الشیخ تھے۔ اپنے اخلاقِ کریمانہ سے عوام کے دل مسخر کر لیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سنتے ہی آنکھیں اشکوں کے ہار پرونا شروع کر دیتی تھیں۔ اطاعتِ مرشد میں بے مثال تھے۔ ترویجِ سلسلہ میں باکمال تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ انوارِ لاثانی از محمد رفیق مطبوعہ لاہور ۱۳۶۴ھ ص ۲۲۶، ص ۲۲۷۔ سیرتِ امیرِ ملت مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۶۰۷۔ تذکرہ شجاعت ص ۶۷

حضرت مولانا صوفی محمد عظیم فیروزپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت ۱۸۸۶ء میں رجّی والا (ضلع فیروزپور۔ انڈیا) میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک حضرت مولانا شاہ محمد تھا۔ جو فیروزپور چھاؤنی میں معلم تھے۔ مولانا شاہ محمد نہایت پرہیز گار، ولی اللہ اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ اُنکی بلند کرداری کی بنا پر عوام و خواص جان چھڑکتے تھے۔

مولانا محمد عظیم نے میٹرک کا امتحان فیروزپور چھاؤنی سے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا اور کمشنری بھر میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ اس کے بعد ایف سی کالج لاہور میں داخل ہو کر بی اے تک تعلیم حاصل کی پھر ملازمت کی تلاش میں سرگرداں ہوئے تو فیروزپور میں تحصیلداری کی پیشکش ہوئی مگر فقیر منش طبیعت نے منظور نہ فرمایا۔ ازاں بعد اکاؤنٹنٹ جنرل لاہور کے دفتر میں کلرک کی اسامی کے لیے چنے گئے مگر جب میڈیکل کے لیے کپڑے اُتارنے کو کہا گیا تو آپ نے کہا کہ "یہ خلاف شریعت ہے مجھے ایسی نوکری کی ضرورت نہیں۔"

اس کے بعد آپ شیرانوالہ گیٹ ہائی سکول میں مدرس ہو گئے اور بڑی محنت و مشقت سے طلبا کو پڑھا کر اپنی عظمت و سطوت کا لوہا منوایا۔ ۱۹۱۴ء میں اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ معرض وجود میں آیا تو آپ نے اپنی تبدیلی اس اسکول میں کروالی اور پھر تمام سروس اس سکول میں ہی پوری کر کے ۱۹۴۷ء میں ریٹائر ہوئے۔ اس دوران مختلف ملازمتوں کی پیشکش ہوتی رہی۔ ایک دفعہ انسپکٹر آف سکولز کی اسامی بھی پیش کی گئی مگر آپ نے قبول نہ کی۔ اسی طرح ایک دفعہ آپ کو ہیڈ ماسٹر بنا کر گوجرانوالہ بھی بھیجا گیا مگر قناعت پسند طبیعت جلد ہی مستعفی ہو کر واپس آ گئی۔

آپ نے بی اے کی طالب علمی کے دوران حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ

محدث علی پوری قدس سرہٗ کے دستِ اقدس پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد جوں جوں جذبۂ محبت رُو بہ ترقی ہوتا گیا، تعلقِ خاطر بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ "تو من شدی من شدم" والا معاملہ بن گیا۔ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ جب بھی لاہور تشریف لاتے تو آپ سے ملنے کے لیے اسکول میں ضرور جاتے۔ آپ بھی حتی المقدور حاضرِ خدمت ہونے کی کوشش کرتے رہتے۔ ایک دفعہ ایک ماہ کی رخصت لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر رہے اور کثرتِ وظائف و مراقبہ میں مصروف رہتے تھے۔

ایک دفعہ بیٹھے بیٹھے بے چینی سی ہوئی اور علی پور شریف حاضر ہونے کی خواہش مچلنے لگی۔ چنانچہ درخواست رخصت دے کر بغیر منظوری کے انتظار کے علی پور شریف حاضر ہو گئے۔ حضرت امیرِ ملت نے فرمایا "مولوی صاحب! آج رات کو اس کمرے میں سونا۔" چنانچہ آپ سو گئے اور رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک دربار لگا ہوا ہے اور کرسیوں پر مختلف اولیاء بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک کرسی خالی تھی، ایک بزرگ نے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو آپ اسی کرسی پر بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں آنکھ کھل گئی۔

صبح کے بعد حضرت قدس سرہٗ نے خادم کو بھیج کر بلوایا۔ چنانچہ آپ حاضر ہو کر دوزانو بیٹھ گئے اور حضرت نے شرفِ خلافت سے نواز کر بیعت کرنے کا حکم دیا۔ علاوہ ازیں چند وظائف کا حکم دیا۔ پھر فرمایا:

"مولوی صاحب! آج صبح کی نماز آپ پڑھائیں گے اور نماز کے بعد فوراً لاہور واپس چلے جائیں۔ کیونکہ میں نماز کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ وظائف میں مشغول رہتا ہوں اور کسی سے بات نہیں کرتا۔"

پھر گلے مل کر خدا حافظ کہا۔ آپ حسب الحکم صبح کی نماز پڑھا کر لاہور واپس تشریف لے آئے یہاں آ کر معلوم ہوا کہ آپ کو ملازمت سے معطل کر دیا گیا ہے کیونکہ بغیر رخصت منظور کرائے چلے گئے تھے۔ چنانچہ آپ بچوں کو لے کر اپنے گاؤں موضع رنجی والا میں آ گئے۔

یہاں لوگ جوق در جوق حاضر خدمت ہو کر بیعت ہونے لگے آپ حیران تھے کہ اتنے لوگ کہاں سے آ رہے ہیں رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت بابا فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ (مرشدِ امیرِ ملت ؒ) ہاتھ میں تلوار لیئے کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ گھبرائیے مت یہ سب لوگ یہاں آنے والے میرے یار ہیں۔ چند یوم بعد حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کا والا نامہ موصول ہوا کہ :-

ہم نے تجھے یہ نہیں کہا تھا کہ تم نوکری چھوڑ کر چلے جاؤ اور دنیا سے یوں منہ موڑ لو۔ فوراً لاہور پہنچو۔"

چنانچہ آپ لاہور واپس آ گئے۔ لاہور پہنچنے پر متعلقہ اسکول سے بحالی کا خط آ چکا تھا۔ چنانچہ آپ باعزت طور پر بحال ہو گئے اور معطلی کے عرصہ کی تمام تنخواہ بھی مل گئی۔ اسکول کے سیکرٹری جس نے مجلس عاملہ کی منظوری کے بغیر آپ کو معطل کیا تھا اسکو ملازمت سے برخاست کر دیا گیا اور یوں آپ حضرت امیرِ ملت کی کرامت سے بحال ہو گئے۔

آپ جب بھی حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو جہاں جگہ مل جاتی وہیں بیٹھ جاتے اور کبھی لوگوں کو پھلانگتے ہوئے آگے بڑھ کر بیٹھنے کی کوشش نہ کرتے۔ جب حاضر ہوتے فوراً سلام عرض کرنے کے بعد دو زانو بیٹھ کر مراقبے میں مشغول ہو جاتے۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں سعادتِ حج بیت اللہ حاصل کرنے کیلئے تشریف لے گئے اس سال حضرت قدس سرہٗ بھی تشریف لے جا چکے تھے۔ چنانچہ وہاں مقدور بھر حضرت کی خدمت کرتے رہے۔ واپسی پر قرآنِ مجید اور دلائل الخیرات کی چند جلدیں بطور تبرک لا کر اپنے بچوں کو دیں۔

آپ کی عبادت کا یہ حال تھا کہ رات بارہ بجے کے بعد کبھی سوئے نہیں۔ ہمیشہ بارہ بجے رات اٹھ بیٹھتے اور عبادت میں مصروف ہو جاتے۔ نمازِ فجر کے بعد مراقبہ میں چلے جاتے اور ایک گھنٹہ تک کسی سے بالکل بات نہ کرتے۔ اس کے بعد دلائل الخیرات و دیگر وظائف پڑھتے بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری زندگی کا مقصدِ وحید تھا۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

مزار پر ہر روز بعد نمازِ عشاء حاضری لازمی تھی۔ علاوہ ازیں ہر سال اجمیر شریف، پاکپتن شریف
سرہند شریف اور دہلی وغیرہ میں حاضری دیتے۔ ایک دفعہ ننگے پاؤں سرہند شریف میں حاضری
اپنی اولاد کو ہمیشہ داتا گنج بخش کے مزار پر حاضر ہونے کی تلقین کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے
ازراہِ مذاق پوچھا کہ آپ ہر روز داتا صاحب میں بیٹھے رہتے ہیں۔ کبھی داتا صاحب کی زیارت
بھی کی ہے، یہ سُن کر آپ جوش میں آگئے اور فرمایا:۔

"تم بے وقوف ہو۔ جب تک حضور داتا صاحب مجھے اجازت نہیں
دیتے۔ میں وہاں سے اُٹھتا ہی نہیں ہوں۔"

آپ کو تحریر و تقریر میں یکساں عبور حاصل تھا۔ بیگم شاہی مسجد لاہور میں مدت تک اپنی
خطابت کے جوہر دکھاتے رہے۔ علی پور شریف میں بموقعہ سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ آپ کی
تقریر ہزاروں کے اجتماع کو مسحور کیے بغیر نہ رہ سکتی تھی۔ مدت تک آپ ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور
کے ایڈیٹر بھی رہے۔ اپنے تحقیقی اور با مقصد مضامین کے ذریعے قارئین کو روحانی سکون بہم پہنچاتے
رہے۔ علاوہ ازیں بہت سی کتابیں بھی لکھیں مگر ہمیں صرف دو کتابوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔

(۱)۔ گلزار مدینہ:۔ یہ کتاب ۱۳۳۷ھ میں گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور سے طبع ہوئی۔ اس کا
ایک نسخہ حضرت الحاج حافظ نور احمد قصوری مدظلہ کے پاس موجود ہے۔

(۲)۔ نور کا ظہور:۔ یہ کتاب ۱۹۲۴ء میں طبع ہو کر مفت تقسیم ہوئی۔ اس میں زیادہ تر بیان حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ہے۔

وفات:۔ چند روز پہلے اپنی بچیوں سے فرمایا کہ دیکھو اب میرا آخری وقت آ
چکا ہے۔ مجمعہ کا انتظار مت کرنا شاید منگل کو میں اس جہان سے کوچ کر جاؤں۔ اسی طرح آپکے
ایک مرید محمد انور قریشی انجینئر حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے ان سے کچھ باتیں کیں اور دعا کے بعد
الوداع کہا۔ قریشی صاحب نے کہا کہ میں فلاں تاریخ کو لاہور آؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اب
ملاقات مشکل ہے۔ چنانچہ آپ ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۱ء مطابق ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ بروز منگل

ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے واصل بحق ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
دوسرے روز پانچ بجے شام میانی صاحب کے قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔[1]

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

---

[1] سیرت امیر ملت صفحہ ۳۶، صفحہ ۲۴۔ گلزار مدینہ صفحہ ۶۵۔ تذکرہ شجاعت صفحہ ۲۷۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ مئی سنہ ۱۹۴۰ء صفحہ ۱۷۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور دسمبر سنہ ۱۹۶۲ء صفحہ ۲۷ تا صفحہ ۳۳

حضرت مولانا محمّد وقی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ پانی پت کے رہنے والے تھے شیعہ مذہب سے تعلق رکھنے کی وجہ سے علماء و مشائخ اہلِ سُنّت کے بارے بدگمانی رکھتے تھے۔ میانوالی میں جبکہ آپ نقل نویس کی اسامی پر فائز تھے۔ ایک دفعہ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ اس علاقہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ آپ بھی حضرت کا وعظ سُننے کے لیے تشریف لے گئے۔ دورانِ وعظ حضرت کی نظرِ کیمیا اثر پڑی تو شیعہ مذہب سے تائب ہو کر حلقۂ غلامی میں داخل ہو گئے اور پھر اجازت و خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔

آپ ہر سال بلاناغہ علی پور شریف عرس پر حاضر ہوتے تھے۔ یارانِ طریقت سے بہت محبت کا اظہار فرماتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالمجید قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی روابط تھے۔ حضرت الحاج مولانا ذاکر علی رہتکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ سے رُوحانی استفادہ کیا۔

۱۹۲۷ء میں پنشن لے کر سوہنی پت میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ یہاں محلہ پیرزادگان میں آپ کی شادی ہوئی تھی اور آپ کی دُختر نیک اختر کی شادی بھی اسی محلّہ کے رہنے والے ماسٹر مہدی حسن صاحب سے ہوئی تھی۔ اسی قیام کے دوران بہت سے لوگ آپکے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔ قریب کی مسجد میں بعد نماز مغرب حلقہ بھی کرایا کرتے تھے۔ تصوف کے موضوع پر بہت بڑا کتب خانہ تھا۔

۱۹۴۰ء میں آپ کی رحلت ہوئی اور پانی پت میں مدفون ہوئے۔ آخری بیماری میں اُن کے عزیز و اقارب پانی پت لے گئے تھے۔ وصال سے قبل وصیت فرمائی کہ اُنکی تمام کتابیں حاجی ذاکر علی صاحب کو دے دی جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔[1]

---

[1] مکتوب گرامی جناب حاجی ذاکر علی صاحب از کراچی محررہ ۱۴ مارچ ۱۹۷۶ء بنام مؤلف۔

حضرت شمس الملت پیر سیّد نور حسین علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شمس الملت پیر سیّد نور حسین رحمۃ اللہ علیہ، سنوسی ہند حضرت امیر ملت و الدین پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء میں ہوئی تاریخی نام اعظم شاہ تھا۔ جس سے ۱۳۱۷ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ آپ شکل و صورت میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ جوانی میں حسین وجمیل اور شاندار وجاہت کے حامل تھے۔ بلند قامت، خوش پوش، سیاہ شیروانی اور سفید عمامہ باندھ کر راستہ چلتے تو سب کی نظریں آپ کی شان و شوکت سے خیرہ ہو کر رہ جاتیں اور دل آپ کی جانب کھنچتے چلے جاتے۔ آخر عمر میں کبر سنی اور عوارضات نے آپ کو بہت کمزور کر دیا تھا مگر پھر بھی چہرہ مبارک سے وجاہت اور شان ہویدا تھی۔

آپ نے حضرت قاری شہاب الدین علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حافظ عبدالرحمٰن مرحوم سے قرآن پاک حفظ کیا۔ اور اس کے بعد مدرسہ نقشبندیہ علی پور شریف سے سند فراغت حاصل کی۔ ابتدائی ایام میں علی پور شریف کے پرائمری سکول سے پرائمری تک تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ جس کے بعد درس نظامی اور دورۂ حدیث کی سند مدرسہ نقشبندیہ علی پور شریف سے حاصل کی۔

آپ ابتدا ہی سے پابند شریعت اور اتباع سنت پر سختی سے کاربند تھے۔ تقویٰ پرہیزگاری، دریا دلی، خوش طبعی، پاکیزگی اور خوش اخلاقی آپ کے اوصاف حسنہ کی امتیازی صفات تھیں بچپن سے ہی نماز فجر سے قبل غسل کرنے کی عادت تھی جو آخر تک قائم رہی۔ سخاوت اور دریا دلی میں بے مثال تھے۔ خود کئی مرتبہ حج و زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور ہر سال کئی درویشوں اور عزیزوں کو اپنے خرچ پر حج و زیارت سے مشرف فرماتے رہے۔ اور ہر سال بیس پچیس ہزار روپیہ

اس کارِ خیر پر صرف کرتے رہے۔

آپ کو تبلیغ و ارشاد سے کامل دلچسپی رہی۔ شروع سے ہی دُور دراز مقامات کے طویل دورے فرماتے رہتے تھے۔ پاکستان کے علاوہ ہندوستان میں حیدر آباد دکن، میسور، بنگلور، مدراس، بمبئی اور جنوبی ہند کے علاقے آپ سے مستفیض ہوتے رہتے تھے۔ مہمان نوازی میں آپ اپنی مثال تھے۔ مہمانوں کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے اور بار بار اس اصرار سے کھلاتے کہ مہمان عاجز آ جاتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ زائرین صبح کے ناشتے کے بعد ریل سے روانگی کی اجازت لے چکے ہوتے مگر ناشتہ آتا تو تفصیل اور اصرار سے ایک ایک چیز کھانے کی تاکید فرماتے۔ بارہا سننے سنا کہ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ پیٹ بھر کے کھاؤ۔ اتنا کھاؤ کہ بس اس کے بعد شام ہی کو ضرورت پڑے۔ لوگ بس کرنے لگتے تو بارہا فرماتے "خوب کھاؤ، سیر ہو کے کھاؤ۔ کچھ نہیں ہوگا۔ کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ ریل نہیں جائے گی"۔ اور ہوتا یہی کہ ناشتے میں زیادہ وقت صَرف ہونے پر بھی ریل مل جاتی تھی (احقر کو بھی کئی ایسے واقعات پیش آتے رہے ہیں)

آپ نے حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے دستِ حق پر بیعت کر کے خلافت حاصل کی تھی اور حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ تمام دینی، ملی، سیاسی اور رفاہی تحریکوں میں بھرپور حصہ لیا۔ فتنۂ ارتداد، تحریکِ خلافت، تحریکِ شہید گنج، تحریکِ پاکستان اور دیگر تمام تحریکوں میں آپ سرگرمی سے مستعدِ عمل رہے اور جیبِ خاص سے زرِ کثیر خرچ کر کے طویل دورے کیے۔ ضرورت مندوں اور سائلوں کی مالی اعانت آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔

آپ اپنے برادرِ اکبر حضرت سراج الملت پیر سید حافظ محمد حسین علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت (۱۹۶۱ء) کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور سجادگی کی ذمہ داریاں تا زیست بحسن و خوبی سرانجام دیں۔ آپ کے عہدِ سجادگی میں علی پور شریف کی خانقاہ روحانیت کے پیاسوں کا مرکز بنی رہی۔ حضرت امیرِ ملت و سراج الملت قدس اسرارہم کے بعد جس طرح آپ نے خانقاہی نظام کو چلایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ تشنگانِ معرفت آتے اور اپنی اپنی جھولیاں نورِ ایمان سے بھر کرلے جاتے۔

آپ کے ایک صاحبزادہ اور دو صاحبزادیاں ہوئیں۔ صاحبزادے سید بشیر حسین مرحوم بڑے عالم و فاضل تھے۔ بڑی فصیح و بلیغ تقریر فرمایا کرتے تھے۔ ان کا انتقال پُر ملال ۲۹ راپریل ۱۹۷۶ء بروز جمعرات ہو گیا تھا۔ صاحبزادے کی وفات حسرت آیات کے غم نے آپ کو مزید بوڑھا اور بیمار کر دیا اور اس طرح آپ کی صحت دن بدن گرتی چلی گئی۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۱۱ر مئی ۱۹۷۸ء مطابق ۳ر جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ بروز جمعرات عصر کے وقت ہوئی۔ یہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کے سالانہ عرس مبارک کا دوسرا روز تھا۔ لاکھوں عقیدتمند جمع تھے۔ ۱۲ر مئی کو صبح ۸ بجے حضرت صاحبزادہ غلام نقشبند سجادہ نشین چورہ شریف نے آہوں اور سسکیوں کے دوران نماز جنازہ پڑھائی اور پھر اپنے والد گرامی کے پہلو میں دفن کر دیئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ [1]

آسماں اُنکی لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

آپ کی رحلت پر ملک کے اطراف واکناف میں صف ماتم بچھ گئی۔ غیر ممالک میں بھی فضا سوگوار ہو گئی۔ جگہ جگہ تعزیتی جلسے ہوئے۔ قراردادیں منظور کی گئیں۔ قرآن خوانی کی محفلیں منعقد ہوئیں۔ طول و عرض سے تعزیتی پیغامات کا تانتا بندھ گیا۔ اخبارات و رسائل نے اپنے ادارتی کالموں میں آپ کی خدمات جلیلہ کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ طوالت کے خوف سے ہم چند ایک ادارتی کالم درج کر رہے ہیں۔

ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور (ساہیوال) نے یوں ہدیۂ عقیدت پیش کیا:۔

---

[1] سیرت امیر ملت صفحہ ۶۹۲ تا صفحہ ۶۹۷۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور ماہ مئی ۱۹۷۸ء صفحہ ۴۲۔ ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور ضلع ساہیوال بابت ماہ جون ۱۹۷۸ء صفحہ ۳۱۔ ماہنامہ فیضان لاہور بابت جون جولائی ۱۹۷۸ء صفحہ ۴۴۔

"آہ! حضرت پیر صاحب!

اس صحیح کو یہ روح فرسا خبر سننے میں آئی کہ حضرت سید نور حسین علی پوری دارِ فنا سے کوچ کر گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ راجعون

حضرت پیر صاحب کی تمام عمر قومی و ملّی اور دینی خدمات میں گزری لاکھوں تشنگانِ فیض کو سیراب کر کے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی سجادگی کا حق ادا کیا۔ آپ کی زندگی شارحِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کی آئینہ دار تھی۔ دینِ متین کی اشاعت میں آپ کا کردار سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

مولیٰ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور مریدین و معتقدین اور پسماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازے۔ آمین۔"

(شمارہ جون ۱۹۷۸ء ص ۲۳)

ماہنامہ "المیزان" بمبئی (انڈیا) نے اس طرح عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کیے:-

"آہ! شہزادہ محدث علی پوری"

سلطان العلماء سید المحدثین اعلحضرت عظیم البرکت امیر ملت پیرِ طریقت علامہ الحاج حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ نقشبندی محدث علی پوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے صاحبزادہ و جانشین و زیب سجادہ عالیہ آستانہ علی پور سیداں حضرت شمس الملت علامہ الحاج حافظ پیر سید نور حسین شاہ صاحب قبلہ جماعتی نقشبندی نے اپنے والد بزرگوار کے عرس شریف کے دن بتاریخ ۱۱ مئی ۱۹۷۸ء روز پنجشنبہ بعد نماز عصر مختصر سی علالت کے بعد اپنی جان جانِ جاناں کے

سپرد کردی یہ حضرت ممدوح اعلیٰ حضرت امیر ملت محدث علی پوری
علیہ الرحمۃ والرضوان کے سب سے چھوٹے (تیسرے) صاحبزادے
تھے۔ حضرت ممدوح کے وصال کے دوسرے دن بتاریخ ۱۲ رمئی ۱۹۷۸ء
روز جمعہ غسل و تکفین کے بعد ہزاروں حاضرین نے زیارت و دیدار
کی سعادت حاصل کی اور حضرت صاحبزادہ غلام نقشبند سجادہ نشین
چورہ شریف (ضلع کیمبل پور) نے نماز جنازہ ادا فرمائی اور ہزاروں
غمگساروں نے حضرت ممدوح کے جسد مبارک کو سپرد لحد کیا انا للہ
وانا الیہ راجعون۔

جمیع پسماندگان و خانوادہ عالیہ جماعتیہ نقشبندیہ اور وابستگان
سلسلہ عالیہ جماعتیہ نقشبندیہ کے اس غم میں ہم برابر کے شریک ہیں،
اور دعاگو ہیں کہ حضرت ممدوح کو اللہ تبارک و تعالیٰ بطفیل حضور سرور
کونین صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں اعلیٰ مقام سے سرافراز فرمائے اور پسماندگان کو
صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

اپنے قدیم و دیرینہ تعلقات خانوادہ جماعتیہ پر جمیع خانوادہ مخدوم
الملت محدث اعظم ہند و جمیع خانوادہ اشرفیہ کو اس سانحہ ارتحال پر
شدید صدمہ ہے۔" (المیزان بمبئی شمارہ مئی ۱۹۷۸ء ص ۴)

بہت سے شعراء نے حضرت شمس الملت قدس سرہ کی وفات حسرت آیات پر
قطعات تاریخ وفات کہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:۔
(از حضرت شرافت نوشاہی صاحب سجادہ نشین ساہنپال شریف ضلع گجرات (پاکستان)

زہے شہیر زمانہ جناب نور حسین — کہ شمس ملت حق بود شمع اہل ھدا
بعلم و حلم و عمل ہادیٔ یگانہ بود — مقام اوست معلّیٰ بفقر و زہد و سخا

چوزیں سرائے فنا رالفنا ربکرد گزر بسزم اہلِ جناں رفت و یافت شرفِ لقا
چوں سالِ رحلت آں فخرِ دیں شرافت جُست
سروش گفت بگو "افتخارِ اہلِ عطا"

۱۳۹۸ھ

(۲)

(از جناب پروفیسر قریشی احمد حسین احمد قلعداری صاحب گجرات)

دردا ز دارِ فانی رفت آں شہِ زمانہ — ہر دم بُدے جہاں را وردِ زباں کمالش
اقلیمِ معرفت را بے مثل تاجدارے — در بزمِ حق شناساں تابندہ بُد خصالش
از شمسِ ملّتِ دیں روشن جماعتِ حق — حُسن آفریں بعالم لُطف آفریں جمالش
احمد بگفت سالش گفتا چو یارِ صادق — روشن بیادگاری چوں شُد بحق وصالش
از "خاطرِ مقدّس" با نامِ او شمارید
۱۳۹۸ھ
گو "مرشدِ معظّم نورِ حسین" سالش

۱۹۷۸ء

(۳)

(از جناب ابوالطاہر فدا حسین فدا مدیر ماہنامہ "مہر و ماہ" لاہور)

"ترحیلِ محرمِ اسرار" — "ترحیلِ ہادیٔ خلق" — "ترحیلِ نیک سیرت"
۱۳۹۸ھ — ۱۳۹۸ھ — ۱۳۹۸ھ

اُٹھ گئے ہیں جہانِ زار سے وُہ — میرِ ملّت کے آہ! نورِ عین
اُن کی رحلت پہ ہر طرف سے آہ — آ رہی ہے ندائے شورِ دشین
معتقد آپ کے تھے جو دل سے — غمِ فرقت میں ہو گئے بے چین
دین و ملّت کے پاسدار و نقیب — ذات تھی جن کی نعمتِ دارین

ہو گئے وُہ مقیمِ باغِ بہشت — از رہِ لُطفِ سیّدِ کونینؐ
سالِ ترحیل پر ندا اُن کے
بولا ہاتف "حضورِ نورِ حسین"
۱۳۹۸ھ

(۴)

(از قلم قمر یزدانی پنوانہ ضلع سیالکوٹ)

"انوارِ مغفرت" — "تاریخِ ارتحالِ بندۂ اللہ"
۱۹۷۸ء — ۱۹۷۸ء

"اسدِ اولیاء شمس الملت نورِ حسین" — "قبلہ کوکبِ زماں شمس الملت علیہ الرحمت"
۱۳۹۸ھ — ۱۹۷۸ء

گرامی مرتبت شیخِ طریقت — جو تھے نورِ حسین پاک سیرت
درخشاں گوہرِ دُرجِ نجابت — تھے نورِ دیدۂ شاہِ جماعت
وقارِ محفلِ اہلِ بصیرت — چراغِ منزلِ عرفان و حکمت
ہُوئے ہیں عازمِ گلزارِ جنّت — ہمارے رہبرِ راہِ ہدائیت
قمرؔ تم بھی کہو تاریخِ رحلت
"شہنشاہِ ولایت شمسِ ملّت"
۱۹۷۸ء

(۵)

(از جناب خلیل آتش صاحب سیکرٹری مجلس بُلھے شاہؒ قصور)

جانبِ خُلد چلے مردِ حقیقت آگاہ — پرچمِ حق و صداقت کو اُٹھائے
لوگ کہتے ہیں جنہیں نورِ حسین ابنِ علی — شاہ جماعت کو انہیں دولہا بنائے
۱۳۹۸ھ = ۱ - ۱۳۹۹

(۶)

(از جناب صابر براری صاحب سیکٹر ۵۶ کورنگی کراچی)

"قطعہ تاریخ یوم وصالِ ہادی"

۱۳۹۸ھ

شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ صاحب"
۱۹۷۸ء

جانشین امیر ملت الاسلام محدث علی پوری
۱۹۷۸ء

ہائے چمن سے ہوگیا رخصت باغبانِ علم و عرفاں
لالہ و گل میں پہلے جیسی اب کہاں رنگتِ نزہت،
آپ تھے جانِ جانِ سرور، آپ تھے آلِ آلِ حیدر
نورِ نگاہِ شاہِ جماعت شیخِ طریقت شیخِ طریقت
عالم و فاضل، واعظ و حافظ، سالک و ذاکر، عارفِ کامل
عابد و زاہد شانِ ولایت مہرِ شریعت مہرِ شریعت
جامِ مئے توحید پلایا، عشقِ نبیؐ ہر دل میں بسایا
آپ سے پائی خلقِ خدا نے رشد و ہدایت رشد و ہدایت
آپ نے بخشا ایک جہاں کو نورِ ایماں نورِ عرفاں
آپ تھے بے شک بزمِ جہاں میں شمعِ حقیقت شمعِ حقیقت
محوِ الم ہیں جملہ اعزہ، چشمِ پُرنم سارے احباب
غمگیں ہیں اربابِ عقیدت اہلِ نسبت اہلِ نسبت
مصرعۂ رحلت سوچ رہا تھا، آئی صدائے ہاتفِ غیبی
کہیئے صابر: "زبدۂ محفل شمس الملت شمس الملت"

۱۹۷۸ء

(۷)

(از جناب یزدانی جالندھری صاحب مدیر ماہنامہ "محفل" لاہور)

"ندائے غم فروزہ"

۱۳۹۸ھ

دستِ اجل نے لوٹ لیا ہے دل کا سکوں رُوحوں کا چین
دارِ بقا کو ہوئے روانہ آج جو نورِ حسین

نجمِ شریعت، ماہِ طریقت، رُوحِ شرافت، جانِ وفا
خلق میں نقشِ خلقِ پیمبر، صورت و سیرت میں حسنینؓ

نورِ حسین اعظم شاہ بھی، پیکرِ عظمت، صاحب جاہ
اُن کی جُدائی چھین گئی ہے اہلِ ارادت کا سُکھ چین

اُن کی جُدائی اہلِ صفا کی صف میں کر گئی حشر بپا
اُن کی جُدائی میں شق سینے، آنکھیں نم، ہونٹوں پہ بَین

اُن کے نام سے تابندہ تھا نام امیرِ ملّت کا
اُن کے جاتے بزمِ وفا پر چھا گئی غم کی کالی رَین

لوحِ مرقد پہ اب لکھ دو خونِ جگر سے یزدانی نے
سالِ رحلت "شمسِ دین و ملت سیّد نورِ حسین"

۱۳۹۸ھ

(۸)

(از جناب فنروں فضائی اکبر آبادی صاحب کراچی)

اے چراغِ راہِ عرفاں، رہبرِ راہِ نجات! اے شریکِ دردِ ملّت ارفع و اعلیٰ صفات
اے گلِ باغِ رسالت، اے علیؓ کے نونہال! ہادیِ دینِ متیں جنّت نشاں اے خوش خصال!

آپ عالی مرتبہ ہیں آپ ہیں صد احترام اولیا کی بزم میں ہے آپ کا اعلیٰ مقام
شاہ سید نور حسین اے ہے شانِ عالی بے مثال
"چشمِ نم آبِ فزوں لکھ آج تاریخِ وصال"

۱۳۹۸ھ + ۵۸۰

۱۹۷۸ء

(۹)

(از جناب محمد زبیر فاروقی شوکت الٰہ آبادی)

چو رختِ سفر بست پیر طریق سحابِ الم بر جماعت زدہ
پئے سالِ رحلت سرد شم بگفت "مطیعِ شرع مہرِ تاباں شدہ"

۱۳۹۸ھ

(۱۰)

(از جناب آفتاب الدین احمد آفتاب میرٹھی، میرٹھ - انڈیا)

ہر زباں پہ ہے یہ بَین شاہ سید نور حسین
چار جانب شور و شَین شاہ سید نور حسین
موت نے توڑا ستم، ہر دل ہوا وقفِ الم
چھن گیا آرام و چین شاہ سید نور حسین
کر گئے سینہ فگار، لے گئے صبر و قرار
اشکِ غم ہیں اور نین شاہ سید نور حسین
دل توڑ کر جانا نہ تھا، منہ موڑ کر جانا نہ تھا
سُن مریدوں کا یہ بَین شاہ سید نور حسین

نیک دل شیریں مقال، خوش خصال و بے مثال
دین کی دُنیا کی زَین شاہ سیّد نور حسین

ہر مُریدِ خستہ تن ' ہے لیے لب پر سخن
پائیں ہم کس طرح چین، شاہ سیّد نور حسین

آکے اے گیارہ مئی کیوں چھین کر تُو لے گئی
ہم سے ہمارے دل کا چین شاہ سیّد نور حسین

چُھپ گئے جا کر کہاں، ملتا نہیں نام و نشاں
ڈھونڈھ مارے مشرقین شاہ سیّد نور حسین

کیسے ساماں ہیں بہم، ہاں خوبیٔ شہرِ عدم
کیجیے کچھ ہم سے بَین شاہ سیّد نور حسین

آفتاب اَب کر دُعا، آپ کے جُرم و خطا
بخشے خُدائے خافقین، شاہ سیّد نور حسین

لکھ دے سالِ ارتحال بن گئے پا کر وصال
"آج کس جنّت کی زَین شاہ سیّد نور حسین"

۱۳۹۸ھ

حضرت میاں نبی بخش قصوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں نبی بخش کی ولادت باسعادت اغلباً ۱۸۸۰ء میں پنجاب کے مشہور شہر قصور میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک جناب میاں کرم بخش تھا۔ میاں نبی بخش نے ہوش سنبھالنے کے بعد اپنی شیخ برادری کے رواج کے مطابق بہی کھاتہ کا کام سیکھنے کے لیئے ہندی زبان پڑھی کیونکہ ان دنوں بہی کھاتہ کا کام ہندی زبان میں ہوتا تھا۔ چنانچہ میاں صاحب نے اس کام میں مہارت تامہ حاصل کی۔

آپ کی اس کام میں مہارت کا شہرہ رئیس اعظم قصور میاں فضل الدین گورہ مرحوم نے سنا تو انہوں نے آپ کو اپنی دکان پر بہی کھاتہ کے کام کیلئے ملازمت کی پیش کش کی۔ آپ نے نہایت ایمانداری، تندہی اور خلوص سے کام کر کے میاں فضل الدین کے دل میں گھر کر لیا اور وہ آپ کو اپنے حقیقی بیٹوں کی طرح سمجھنے لگے۔ بعد میں آپ کو اپنی شہری جائداد اور زرعی اراضی کا مینیجر مقرر کر دیا اور اس طرح میاں صاحب تقریباً پچاس ساٹھ سال تک اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

میاں نبی بخش بچپن ہی سے صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ نماز کبھی قضا نہیں کی اور تقریباً پچپن برس تک نماز تہجد قضا کئے بغیر پڑھی۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ کے دست اقدس پر بیعت کر کے داخل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ہوئے۔ بیعت کے بعد آپ نے اپنے پیرومرشد کے نقش قدم کو اپنی زندگی کا مقصد حیات بنا لیا۔ اور امور شریعت کی پابندی پہلے سے بھی زیادہ کرنے لگے۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اجازت وخلافت سے نواز کر سلسلہ عالیہ کی توسیع واشاعت کا حکم دیا۔

آپ نہایت بلند اخلاق اور درد مند انسان تھے۔ مذہب و ملت کی خدمت اُن کا

لائحہ عمل تھا۔ تادمِ واپسیں انجمن خدام الصوفیہ قصور کے صدر رہے۔ اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے۔ کسی کو تکلیف میں دیکھ کر تڑپ اُٹھتے تھے۔ انہی خوبیوں کی بنا پر شہر کے لوگ اُنہیں "لالہ جی" گاؤں والے "میاں جی" اور تعلیم یافتہ طبقہ "بھائی صاحب" کے نام سے پکارتے تھے۔

آپ صحیح معنوں میں فنافی الشیخ تھے۔ اپنے شیخ کی خدمت کے لیئے ہمہ وقت کمربستہ رہتے تھے۔ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ بھی آپ کو بہت محبوب رکھتے تھے۔ ۱۹۴۹ء میں حضرت قدس سرہٗ سفرِ حج سے واپس تشریف لا کر کراچی میں جلوہ افروز ہوئے تو آپ کے صاحبزادے جناب ظہور احمد سلام کے لیئے حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب کی اُن دنوں ضعیفی کی وجہ سے بینائی بھی کم ہو گئی تھی۔ حضرت صاحبزادہ شمس الملت سید نور حسین قدس سرہٗ ہر آنے والے کا نام بتاتے تھے۔ ظہور احمد صاحب کے حاضر ہونے پر صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ بھائی نبی بخش کا لڑکا ظہور احمد آیا ہے۔ حضرت صاحب نے پوچھا کہ یہاں کب آئے ہو اور کیا کرتے ہو؟ ظہور صاحب نے عرض کیا کہ دہلی کے تمام دفاتر یہاں آگئے ہیں۔ اس وجہ سے میں بھی آگیا ہوں۔ پھر پوچھا کہ اب میرے پاس کیوں آئے ہو؟ عرض کیا۔ کہ دُعا کے لیئے۔ فرمایا:

> برخوردار! میری دُعا سے کیا ہوگا۔ تمہارا باپ نبی بخش مجھ سے بھی زیادہ اللہ والا ہے۔ تم نے اُسے پہچانا نہیں۔ جاؤ اُسی کے پاس جا کر دُعا کراؤ۔"

اِس واقعہ سے میاں صاحب کی اپنے مُرشد کے حضور باریابی اور مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اِسی طرح آپ کی وفات کے بعد حضرت سراج الملت پیر سید محمد حسین علی پوری رحمۃ اللہ علیہ خلفِ اکبر حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ فاتحہ خوانی کے لیئے تشریف لائے تو مریدین نے عرض کیا کہ آپ عرصہ بعد تشریف لائے ہیں۔ اب پہلے کی طرح تشریف لاتے رہا کریں اِس

پر حضرت نے فرمایا کہ

اگر کوئی اور نبی بخش پیدا کرو گے تو آجایا کریں گے کیونکہ

پہلے نبی بخش بھی کی وجہ سے آیا کرتے تھے۔"

یہ دونوں واقعات آپ کی بزرگی، خدارسیدگی اور ولی اللہ ہونے کے مظہر ہیں۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۱۲ صفر المظفر ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۳ء بروز

پنجشنبہ (جمعرات) کو لاہور میں ایک تیز رفتار کار کی زد میں آجانے کی وجہ سے ہوئی۔ نماز

جنازہ حضرت شمس الملت پیر سید نور حسین علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی اور قصور کے

بڑے قبرستان میں آخری آرامگاہ بنی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

جناب پروفیسر حامد حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل تاریخ وفات کہی ؎

حادثۂ جانکاہ رحلتِ ناگہانی — قدوۂ اولیاء میاں نبی بخش قصوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۷۳ھ — ۱۹۵۳ء

(۱)

تصادم قضا را بہ انشد است — پیام اجل ناگہاں آمدہ

بتاریخ آمد ندائے سروش — نبی بخش اندر جناں آمدہ

۱۳۷۳ھ

(۲)

یہاں تھے نبی بخش فخرِ زماں — وہاں جلوہ آرا ہیں وہ خلد میں

حضوری میں ہیں مُرشد پاک کی — نہ سمجھو کہ تنہا ہیں وہ خلد میں

لکھا قادری نے یہ سالِ وفات

کہ آرام فرما ہیں وہ خلد میں"

۱۳۷۳ھ

ماخذ۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ جنوری ۱۹۵۴ء صفحہ ۱۳۔ دسمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۱۴

۰۔ مکتوب گرامی جناب ظہور احمد قصوری از کراچی بنام مؤلف محررہ ۱۶ اپریل ۱۹۷۷ء

حضرت الحاج نصیب خاں رہتکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا ہنی تحصیل گوہانہ ضلع رہتک کے رہنے والے تھے اور فوج میں ملازم تھے ۱۹۰۵ء میں جب آپ کا رسالہ لورالائی چھاؤنی سے سیالکوٹ آیا تو اُس وقت حضرت امیر ملت قدس سرہٗ حج و زیارت سے واپس تشریف لائے تھے آپ نے حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا۔ ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد اکثر علی پور شریف حاضر خدمت رہتے تھے یا پھر تبلیغی دوروں میں حضرت قدس سرہٗ کے ہمرکاب ہوتے تھے۔ بلند آواز اور خوش الحان تھے نعت خوانی بڑے شوق و ذوق سے فرماتے تھے۔ خود کہتے تھے کہ "جوانی میں میری آواز میل میل بھر تک سنائی دیتی تھی"۔

فتنہ ارتداد کے زمانہ میں آپ نے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے دیگر احباب کے ساتھ بڑا کام کیا۔ چنانچہ ۱۹۲۲ء میں حضرت قدس سرہٗ نے خوش ہو کر خلافت عطا فرمائی لیکن آپ نے مرتے دم تک اس مرتبے کی نمود و نمائش نہیں کی۔ بڑے عابد و زاہد اور متقی بزرگ تھے۔ کئی بار حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے ہمراہ حج و زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے تھے۔ تلاوت کلام پاک روزانہ کا معمول تھا جس میں کبھی ناغہ نہ ہوا۔ پہلی جنگ عظیم میں فوج کے ساتھ یورپ کا سفر بھی کیا لیکن معمولات میں کوئی فرق نہ آیا۔ انگریزی خوب جانتے تھے۔ شاعر نہ تھے لیکن سخن فہم نہایت اعلیٰ تھے۔ نعت شریف ایسے والہانہ انداز سے پڑھتے تھے کہ سماں بندھ جاتا تھا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے محبوب و مقبول خلیفہ تھے۔

قیام پاکستان کے بعد بورے والا منڈی ضلع ملتان میں رہائش پذیر ہو گئے اور سلسلہ عالیہ کی مقدور بھر خدمت کرتے رہے۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۶۰ء مطابق ۲ ار جمادی الثانی سنہ ۱۳۸۰ھ کو اسّی برس سے زائد عمر میں رحلت فرمائی اور بورے والا میں ہی آخری آرامگاہ بنی۔ حضرت الحاج

پروفیسر حامد حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۶۴ء) نے مندرجہ ذیل تواریخِ وصال کہیں ۵؎

(۱)

آہ رخصت ہو گئے بھائی نصیب — چھُپ گیا خورشید گویا زیرِ خاک
کیا شغف رکھتے تھے عشقِ شیخ میں — کس قدر حُبِّ نبیؐ میں انہماک
ایسا خوش اوقات، خوش دل، خوش مزاج — مل نہیں سکتا سمک سے تا سماک
رحمتِ رب اُن کی رُوحِ پاک پر — نُورِ رب سے اُن کی تربت تابناک

قادری نے سالِ ہجری وفات
لکھ دیا: "حاصلِ وصالِ ذاتِ پاک"

۱۳۸۰ھ

(۲)

ناگاہ آہ کر گئے رحلت نصیب خاں — تھے جامعِ فیوض و فضیلت نصیب خاں
محبوبِ بارگاہِ سیادت نصیب خاں — مقبولِ آستانِ رسالت نصیب خاں
گو اپنے آپ کو وہ چھپائے ہوئے رہے — تھے صاحبِ اجازتِ بیعت نصیب خاں
اُن کو جوارِ رحمتِ رب میں جگہ ملے — پائیں خلودِ خلد کی نعمت نصیب خاں

تاریخِ انتقال جو لکھنی ہو قادری
کہدو، "ہیں آج داخلِ جنت نصیب خاں"

۱۹۶۰ء

۱؎، ۲؎، ۳؎ سیرتِ امیرِ ملت صـ۲۳ ، پنج گنج قصوری از محمد اویس خاں غوری مطبوعہ لاہور ۱۹۵۶ء صـ۴۴ ۔ ماہنامہ الانوار الصوفیہ قصور دسمبر ۱۹۶۰ء صـ۲۶ ، جنوری ۱۹۶۱ء صـ۲۳
تذکرہ مشائخ جماعت صـ۶

حضرت مولانا نور الحسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا نور الحسن نقشبندی کی ولادت با سعادت ۱۸۶۱ء میں محلہ خراسیاں سیالکوٹ شہر میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک حضرت مولانا محمد علی قادری تھا۔ جو اپنے وقت کے شیخ کامل اور نامور شخصیت تھے۔ مولانا نور الحسن کی والدہ ماجدہ کو اپنے بچے کی اقبال مندی کا یقین ایک خواب سے ہو گیا تھا۔ ولادت سے پہلے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ :-

"چاند آسمان سے اتر کر ان کی گود میں آ گیا ہے اور تمام گھر بدر منیر کی روشنی سے درخشاں ہو گیا ہے"۔

آپ نے چھ سال کی عمر میں قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا اور ابتدائی تعلیم والد محترم سے حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت علامہ عبد الرحمن کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور زانوئے تلمذ تہ کر کے فقہ و اصول کی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں دیگر مدارس سے تفسیر و حدیث اور علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کی۔ حصول علم میں آپ کے ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ صرف انیس سال کی عمر میں معقولات و منقولات میں دسترس حاصل کر کے فارغ التحصیل ہو گئے۔

علوم ظاہری میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے بعد سلوک کی سند حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کی۔ حضرت اقدس نے بیعت فرما کر خلق خدا کی مذہبی، ملی، روحانی اور سیاسی رہنمائی کا فریضہ انجام دینے کا حکم دیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت نے آپ کو اجازت و خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔

اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا سرمایہ حیات تھا۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا دل چور چور تھا۔ آپ کی شخصیت رشد و ہدایت کا منبع تھی۔ آپ کا دل نور ایمان سے معمور اور آنکھیں ہر وقت دیدار مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے بیقرار رہتی تھیں۔ دو مرتبہ حج بیت اللہ

کی سعادت سے سرفراز ہوئے اور اسی کیف کے عالم میں شبانہ روز تبلیغِ حق میں مصروف رہے۔

آپ ایک عدیم النظیر مناظر بھی تھے۔ ایک منطقی اور معقولی ہونے کی وجہ سے میدانِ مناظرہ میں اپنے مدِمقابل پر حاوی رہتے تھے۔ پنجاب بھر میں اپنی شعلہ نوائی اور جادو بیانی کی وجہ سے مشہور تھے۔ آپ کی تقریر کا ایک ایک لفظ سامعین کے قلب و جگر میں تیر کی طرح پیوست ہو جاتا تھا۔ جب آپ تقریر فرماتے تھے تو حاضرین کی آنکھیں نمناک رہتی تھیں۔

آپ انگریزی اقتدار کو ملک و قوم کے لیے لعنت سمجھتے تھے۔ اپنے شیخ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے ساتھ ردِ آریہ، تحریکِ خلافت، تحریکِ شہید گنج اور تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۱۹ء میں سیالکوٹ میں تحریکِ خلافت کی بنیاد رکھی گئی تو آپ کو اس کا صدر منتخب کیا گیا جبکہ سیکرٹری آغا محمد صفدر مرحوم چنے گئے۔ سیالکوٹ میں تحریکِ خلافت کے روحِ رواں آپ ہی تھے۔

۱۹۳۵ء میں تحریکِ کشمیر اور تحریکِ شہید گنج میں سرگرم رکن کی حیثیت سے حصہ لیا۔ ۱۹۳۷ء میں تحریکِ پاکستان سے وابستہ ہو گئے اور مسلم لیگ کی حمایت میں تقریریں شروع کیں۔ آپ نے کانگرسی اور احراری علماء کو ہر میدان سے بھگایا اور نظریۂ پاکستان کی دل و جان سے تبلیغ و اشاعت کر کے عوام کو تحریکِ پاکستان کا ہمنوا بنایا۔ ۱۹۴۰ء میں لاہور میں قراردادِ پاکستان پاس ہوئی تو اس کی حمایت میں علماء سیالکوٹ سے فتویٰ جاری کروایا۔ اور مسلمانوں پر پاکستان کی حقیقت واضح کرنے کیلئے پنجاب کے اکثر اضلاع کا دورہ کیا۔ یہاں تک کہ آزادی کی صبح طلوع ہو گئی لیکن یاد رہے کہ ان سب تحریکوں میں حصہ لینے کی پاداش میں آپ کو کئی بار داخلِ زنداں بھی ہونا پڑا۔

ان سب مصروفیتوں کے باوجود آپ نے میدانِ تحریر میں بھی خاصا کام کیا۔

ماہنامہ انوار الصوفیہ، الفقیہ امرتسر، رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور و دیگر جرائد میں آپ کے تحقیقی، علمی اور اعتقادی مضامین شائع ہوتے تھے جو اہلِ علم کی روحانی غذا تھے۔ علاوہ ازیں آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں بھی لکھیں جو آپ کے علم و فضل کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

(۱) تحفۂ قربانی (۲) القول الصائب فی الصلوٰۃ علی الغائب
(۳) علم النبی (۴) حرمت القبور (۵) فریادِ مرید
(۶) ندائے غائبانہ (۷) تحقیق وظیفہ شیئاً للہ (۸) حقیقت نماز جنازہ
(۹) غضبِ آسمانی بر مرزا قادیانی (۱۰) آنحضرتؐ کی بشریت
(۱۱) یا شیخ عبدالقادر جیلانی (۱۲) مسئلہ نفی فی ...... وغیرہ وغیرہ

آپ کے اپنے ہمعصر علماء و مشائخ سے بڑے گہرے روابط تھے۔ حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلوی، مولانا امام الدین کوٹلوی، حکیم خادم علی، مولانا فقیر اللہ نیازی، سید فتح علی شاہ کھروٹہ سیداں، مولانا عبدالغنی، سید نور اللہ شاہ، مفتی عزیز احمد اور دیگر علماء پنجاب آپ کی علمیت و فضیلت کے معترف تھے۔

۱۹۵۳ء میں آپ نے بڑھاپے کے باوجود تحریکِ ختمِ نبوت میں بھرپور حصہ لیا اور آخر کار ساری زندگی جامع مسجد عبدالحکیم سیالکوٹ میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھنے کے بعد پچانوے سال کی عمر میں ۷ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۶ جون ۱۹۵۵ء کو واصل بحق ہو گئے۔ نماز جنازہ کے فرائض آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی یکم ذی قعدہ ۱۳۸۷ھ) نے ادا کیے۔ آپ کا مزار بابا شہیداں میں مرجعِ خاص و عام ہے اور ہر سال عرس مبارک بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔[1]

---

[1] تاریخِ سیالکوٹ از رشید نیاز مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۵۸ء ص ۲۴۰۔ ہفت روزہ تلوار راولپنڈی ۲۵ فروری ۱۹۷۷ء ص ۱۔ روزنامہ مساوات لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۵ء

حضرت حافظ نور احمد قصوری مدظلہٗ

آپ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے خلیفۂ اول حضرت مولانا محمد حسین قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۳/۴ دسمبر ۱۹۰۷ء منگل بدھ کی درمیانی شب میں رہتک شہر (انڈیا) میں ہوئی۔ جہاں آپ کے والد گرامی بسلسلہ ملازمت قیام فرما تھے۔ ذرا ہوش سنبھالا تو کرنال میں حافظ جمال الدین مرحوم سے قرآن پاک حفظ کیا۔ ۱۹۲۶ء میں گورنمنٹ ہائی سکول کرنال سے میٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ پھر میڈیکل سکول امرتسر میں داخلہ لے لیا۔ دوران تعلیم ہی ۱۹۲۸ء میں والد گرامی کے دست حق پرست پر سعادت بیعت حاصل کی۔

۱۹۲۸ء میں میڈیکل اسکول امرتسر کی طالب علمی کے دوران ہی حضرت والد گرامی کی رحلت کا حادثۂ جانکاہ پیش آیا تو سلسلۂ تعلیم منقطع ہو گیا اور واپس اپنے وطن قصور تشریف لے آئے اور تجارت کو ذریعۂ معاش بنایا اور تا حال اس پیغمبری پیشہ کو اپنائے ہوئے ہیں۔ ۱۱ مئی ۱۹۵۱ء کو بموقعہ سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ منعقدہ علی پور شریف حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے حضرت سید ولی محمد شاہ صاحب مدظلہٗ شاہ آبادی (حال ملتان) اور آپ کو شرف خلافت سے نوازا اور توسیع سلسلہ کی ہدایت فرمائی۔

حضرت ماسٹر محمد کرم الٰہی ایڈووکیٹ رحمۃ اللہ علیہ کے اس عالم فانی سے عالم باقی کو سدھارنے کے بعد ۱۰ مئی ۱۹۶۰ء کو حضرت سراج الملت پیر سید محمد حسین علی پوری قدس سرہٗ نے آپ کو انجمن خدام الصوفیہ کا جنرل سیکرٹری مقرر کیا۔ آپ نے اس عہدۂ جلیلہ پہ

؎ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور ستمبر ۱۹۶۰ء صـ۳، صـ۲۱ - تذکرہ شہ جماعت صـ۲

فائز ہونے کے بعد اپنے فرائض بنہایت خوش اسلوبی سے انجام دیئے۔ اور ہنوز اپنی تمام تر کاوشوں کو پیر خانے کی خدمت اور سلسلہ عالیہ کی ترقی کے لیئے بروئے کار لا رہے ہیں۔

آپ بہت نیک، متقی، متواضع، مہمان نواز اور فراخدل بزرگ ہیں اپنے والدِ ماجد کے اکلوتے فرزند ہیں۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ آپ کے والدِ گرامی حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے خلیفۂ اوّل اور آپ خلیفۂ آخر ہیں۔ کئی بار سعادتِ حج اور زیارتِ مدینہ منورہ سے مشرف ہو چکے ہیں۔[1]

---

[1] سیرتِ امیرِ ملت مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۴۰

حضرت حاجی میر نوازش علی حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حیدرآباد دکن کے رہنے والے تھے۔ وکالت کا پیشہ اختیار فرمایا ہوا تھا۔ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے مخلص اور جاں نثار مرید تھے۔ آپ کی خدمات جلیلہ کے پیش نظر ۱۱ مئی ۱۹۱۸ء کو حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ نے انجمن خدام الصوفیہ علی پور شریف کے سالانہ اجلاس کے موقع پر اجازت و خلافت سے نوازا۔[1]

---
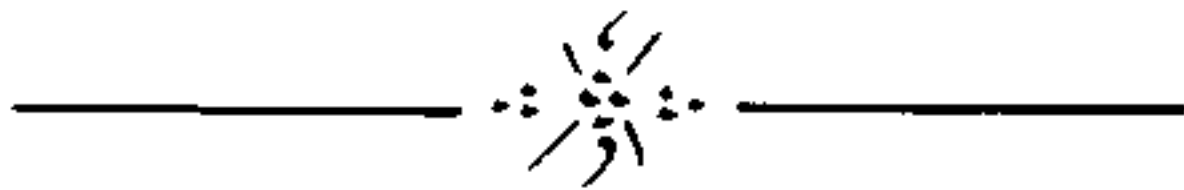
[1] ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور مئی جون ۱۹۱۸ء، ص ۱۰

حضرت پیر نیک عالم گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۱۸۵۷ء میں موضع موہلہ (متصل کٹھالہ ریلوے اسٹیشن) ضلع گجرات میں ہوئی۔ والد ماجد کا اسم مبارک چودھری فیض احمد بن محمد بخش تھا جو جاٹوں کی قوم چیمہ سے تعلق رکھتے تھے۔

پیر صاحب ریاضی کے ماہر تھے۔ اردو، پنجابی اور فارسی کے زبردست شاعر تھے۔ منشی فاضل کرنے کے بعد بیس پچیس سال تک گورنمنٹ ہائی سکول جہلم میں فارسی کے مدرس رہے ہمارے فاضل بزرگ ڈاکٹر قریشی احمد حسین قلعہ داری کے والد گرامی حضرت مولانا عبد الکریم قلعہ داری، پیر صاحب کے ساتھ عربی کے مدرس رہے ہیں اس سے قبل پیر صاحب جلالپور جٹاں میں بھی پڑھاتے رہے تھے۔ گورنمنٹ ہائی اسکول جہلم سے ہی پنشن لی۔

منشی فاضل کے ساتھ ساتھ پیر صاحب نے مختاری کا امتحان بھی پاس کیا تھا اسی بنا پہ وکیل بھی کہلاتے تھے۔ بہ الفاظ دیگر اُس زمانے میں وکیل کو مختار کہا جاتا تھا اور اس کے لیے انگریزی جاننا ضروری نہ تھا۔ پیر صاحب نے کافی عرصے تک جہلم اور گجرات میں وکالت کی۔

پیر صاحب کو علم و ادب سے قلبی لگاؤ تھا۔ سراج الاخبار جہلم میں اُن کے مضامین و منظومات شائع ہو کر عوام و خواص سے خراج تحسین حاصل کرتے تھے۔ اُن کی پنجابی شاعری کی اکناف و اطراف میں دھوم تھی۔ وارث شاہ کو اپنے مقابلے میں ہیچ سمجھتے تھے۔ مندرجہ ذیل کتابیں اُن کی یادگار ہیں۔

(۲) گچی مالا :۔ ایک نصیحت آموز نظم ہے۔

(۳) پوہ پھٹی :۔ مسدس کی صورت میں ہے۔

(۴) عشقِ محمدی (۵) پیر داد نجارا (۶) مدحیاتِ مشائخ وغیرہ

وغیرہ ۔ یہ سب کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہوئیں مگراب سب کی سب نایاب ہیں۔

پیر صاحب، حضرت امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدثِ علی پوری قدس سرہٗ کے مخلص مریدوں میں سے تھے۔ ہر سال سالانہ جلسہ کے موقع پر اپنی نظم و نثر سُنا کر حضرت امیرِ ملت سے خوشنودی کا تمغہ حاصل کرتے تھے۔ سنہ ۱۹۲۴ء میں آپ نے گچی مالا کے نام سے پنجابی نظم میں کتاب لکھی تو اس کا انتساب حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے نام پر کیا۔ ۱۰ مئی سنہ ۱۹۲۴ء کو بر موقعہ سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ علی پور شریف رات کے اجلاس میں آپ نے یہ کتاب حضرت امیرِ ملت کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت اقدس نے حکم دیا کہ یہ کتاب تمام حاضرین کو پڑھ کر سُنائی جائے۔ چنانچہ بہت سا حصہ پڑھ کر سُنایا گیا۔ جملہ حاضرینِ جلسہ نے اس کتاب کو بہت پسند کیا۔ اس کتاب میں پیر صاحب نے نہایت محنت اور جانفشانی سے نکاتِ تصوف کو آسان پنجابی اشعار میں بیان کیا تھا۔

حضرت امیرِ ملت نے خوش ہو کر خوشنودیٔ مزاج کا تمغہ پیر صاحب کو عنایت کیا اور اپنی لنگی مبارک جو حضرت اُس وقت اوڑھے ہوئے تھے وہ بھی پیر صاحب کو عطا کر دی۔ پھر خرقۂ خلافت مرحمت فرما کر پیر صاحب کو مقبول و محبوب خلیفہ بنا لیا۔

پیر صاحب کی وفات سنہ ۱۹۴۳ء میں ہوئی اور آبائی گاؤں کلاچور

گجرات مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۸۳ء ۶۔ مکتوب گرامی جناب سجاد حیدر (از خاندان پیر صاحب) بنام مؤلف محررہ از لاہور مورخہ ۶ اپریل ۱۹۸۳ء

حضرت پیر سیّد ولایت شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت ۱۸۸۶ء میں رانیوال سیّداں ضلع گجرات میں عارفِ ربانی حضرت سیّد احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہوئی۔ شجرۂ نسب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ مدرسہ تعلیم القرآن جنڈ شریف سے حفظِ قرآن کر کے گجرات تشریف لا کر اُستاذ العلماء مولانا غلام حیدر مرحوم فتو پورہ گجرات سے دینی اور قاری غلام نبی مرحوم للہ شریف والوں سے قرأت و تجوید کی کتابیں پڑھیں۔ پھر درسِ نظامی تفسیر و حدیث اور فقہ میں مزید یدِ طولیٰ حاصل کرنے کے لیے حضرت مولانا غلام محمد شیخ الجامعہ اسلامیہ بہاولپور (جامعہ نعمانیہ لاہور) کی خدمت میں حاضر ہو کر زانوئے تلمذ تہ کیا اور سندِ فراغت حاصل کی۔[۱]

حصولِ تعلیم کے بعد مسجد خضریہ گجرات (اندرون شاہدولہ چوک) میں قرآن پاک کا درس کھولا۔ بعد ازاں ۱۹۱۷ء میں مسجد حاجی پیر بخش مرحوم میں باقاعدہ مدرسہ تعلیم القرآن جاری کیا۔ لیکن ابھی آپ صرف قرآن پاک ہی حفظ کراتے۔ بعد میں حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے حکم پہ مدرسہ انجمن خدام الصوفیہ قائم کیا جو آج تک جاری و ساری ہے اور ہزارہا تشنگانِ علم یہاں آ کر اپنی پیاس بجھا چکے ہیں۔[۱]

۱۹۱۵ء میں آپ نے حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے دستِ حق پر بیعت کی اور دل و جان سے مُرشدِ کامل کے ارشادات کو عملی جامہ پہنایا۔ اسی وجہ سے حضرت آپ پر خصوصی نظر فرماتے تھے۔ اور بڑے فخر سے فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے گجرات میں ایک ایسا خوشبودار پودا لگایا ہے جس کی خوشبو سے ساری دُنیا مہک اُٹھے گی۔" کچھ عرصہ بعد حضرت قدس سرہٗ نے آپ کو خلافتِ عظمیٰ سے نواز کر

---

[۱] حیات شاہِ ولایت از سیّد محمد یونس کاظمی مطبوعہ گجرات ۱۹۷۲ء صفحہ ۲۳، صفحہ ۳۰

آپ کی حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنے دستِ اقدس سے دستارِ خلافت باندھ کر سلسلہ عالیہ کی تبلیغ و ترویج کا حکم دیا۔

مسجد حاجی پیر بخش مرحوم میں جمعہ بھی پڑھایا کرتے تھے، ارد گرد کے علاقوں میں تبلیغی جلسوں کا اہتمام کر کے فرقہ ہائے باطلہ کی سرکوبی میں بھی وافر کام کیا۔ آپ کا طرزِ بیاں نہایت سادہ، بااثر اور پُر وقار ہوتا تھا۔ ایک دفعہ انجمن حزب الاحناف لاہور کا سالانہ جلسہ تھا جس کی صدارت حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ فرما رہے تھے اور جلسہ میں مندرجہ ذیل مشاہیرِ اہلسنّت جلوہ افروز تھے۔ حضرت سید علی حسین کچھوچھوی اشرفی میاںؒ، حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خاں بریلوی، صدر الافاضل محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ، شیر بیشۂ اہلِ سنّت مولانا حشمت علی خاں لکھنوی، مولانا قطب الدین برہم چاری اور مولانا خلیل داس وغیرہم، آپ نے اس جلسہ میں ایسی پُر اثر تقریر کی کہ تمام اکابر علماء کو وجد آگیا اور آنکھیں پُر نم ہو گئیں۔ جذب و مستی کے اس عالم میں مولانا حشمت علی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے تکیے سے اچھلے اور فرمایا:۔

"کاش آج میں پنجابی جانتا ہوتا۔"

گوناگوں علمی مصروفیتوں کے باوجود آپ نے حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کی معیّت میں تحریکِ خلافت، تحریکِ شہید گنج اور تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ کے بڑے صاحبزادے سید محمود شاہ مدظلہٗ تو مسلم لیگ کے باقاعدہ ممبر تھے جنہوں نے تحریکِ پاکستان میں بے مثال قربانیاں دیں اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ اور آج بھی جمعیت العلماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے نظامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نفاذ اور مقامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تحفظ کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔

۱۔ حیاتِ شاہ ولایت ص۲۵۔ سیرتِ امیرِ ملت ص۱۵۰۔ تذکرہ شہ جماعت ص۷۔
۲۔ اکابر تحریکِ پاکستان حصہ اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۶ء ص ۲۴۹۔ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ از مولانا نور بخش توکلی (تکملہ از محمد صادق قصوری) مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۶ء ص ۵۸۵

حضرت پیر ولایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے گجرات میں ایک عالی شان مسجد "مسجد شاہ ولایت" بنوائی جو بیت خوبصورت اور گوناگوں خصوصیات کی حامل ہے۔ آپ سادہ خوراک کھاتے اور لباس بھی سادہ زیب تن فرماتے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو رگ و پے میں سمایا ہوا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنتے ہی آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں، تمام زندگی اپنے پیر طریقت کے نقش قدم پر چل کر گزار دی۔ پاکستان کے طول و عرض میں آپ کے مریدوں اور عقیدتمندوں کا جال بچھا ہوا ہے۔

۲۶ ر جمادی الاول ۱۳۹۰ھ مطابق ۳۱ ر جولائی ۱۹۷۰ء بروز جمعۃ المبارک آپ نے رحلت فرمائی اور اپنی بنا کردہ مسجد "مسجد شاہ ولایت" میں دفن ہوئے۔ جناب کیپٹن محمد رمضان تبسم قریشی (م ۱۹۷۳ء) نے مندرجہ ذیل تاریخ وفات کہی ؎

چوں گزشتہ روح صوفی از فنا — بر در جنت بدیدہ اولیاء
مرحبا گفتند واستقبال کرد — "متقی سید ولایت شاہ بیا"

۱۳۹۰ھ

ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور نے آپ کو یوں خراج تحسین پیش کیا:

"مولانا الحاج واعظ خوش بیان خطیب ذی شان صوفی کامل و اکمل پیر طریقت اعلیحضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب نقشبندی گجراتی خلیفۂ اعظم حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری قدس سرہٗ گزشتہ ماہ جولائی میں اس دار فانی سے انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پیر صاحب کو اللہ تعالیٰ اپنے نزدیک ان کے مراتب کو بلند فرمائے مرحوم اپنے زمانہ کے اولیاء اللہ میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے ساری عمر دین کی خدمت اور تبلیغ اسلام میں گزاری۔ بدمذہبوں کے ساتھ کامیاب مناظرے

ذات مجمع صفاتِ حسنہ اور خُلق کا مجسمہ اور منبع فیوضات اور معدنِ برکات تھی ۔ زُہد و ریاضت آپ کا شعار تھا ۔ اتّقا و پارسائی کی دلکش تصویر تھے ۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب کو جنّت کے بلند مقام میں جگہ دے ۔ آمین "

(شمارہ اگست ستمبر ۱۹۷۰ء صـ۷)

ماہنامہ رضائے مُصطفےٰ گوجرانوالہ نے بھی ہدیۂ عقیدت پیش کیا :-

۲۶ جمادی الاُولیٰ مطابق ۳۱ جولائی بروز جمعہ پیر طریقت مولانا الحاج سیّد ولایت علی شاہ صاحب گجراتی کے انتقال فرمانے کی افسوسناک خبر موصول ہوئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

حضرت شاہ صاحب، صاحبِ علم و فضل، زاہد و عابد اور بڑے متواضع و منکسر المزاج بزرگ تھے ۔ آپ کا انداز رقّت انگیز اور وعظ شریف پند و نصائح پر مشتمل ہوتا تھا ۔ آپ امیر ملّت شہبازِ طریقت مولانا الحاج پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و مُریدِ صادق تھے اور آپ کو اپنے پیر خانہ سے بڑی عقیدت و لگاؤ تھا ۔ اور اپنے شیخ کی زیرِ قیادت تحریکِ پاکستان میں مجاہدانہ کردار ادا کیا تھا ۔ دُعا ہے کہ مولا تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے ۔ آپ کے جملہ متعلّقین کو حُسنِ عقیدہ و حُسنِ عمل میں آپ کے نقشِ قدم پہ چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے ۔ آمین

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ نماز جمعہ پڑھنے کے دوران آپکا انتقال ہُوا ۔

(شمارہ اگست ۱۹۷۰ء صـ۳۰)

حضرت الحاج سیّد ولی محمّد بخاری شاہ آبادی مدظلہ العالی

آپ کی ولادت باسعادت اغلباً ۱۹۱۲ء میں حضرت پیر سیّد رحیم بخش شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں شاہ آباد (مشرقی پنجاب، انڈیا) میں ہوئی۔ شاہ آباد کے دینی مدرسہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد درس و تدریس کا کام شروع کیا اور ساتھ ہی ساتھ جامع مسجد شاہ آباد بیس برس ہا برس تک خطابت کے جوہر دکھائے۔ آپ کے شاگردوں میں بڑے بڑے عالم و فاضل ہوئے اور چند ایک اعلیٰ عہدوں پر بھی فائز ہیں۔

آپ کے والد گرامی حضرت سیّد رحیم بخش بخاری رحمۃ اللہ علیہ چشتی سلسلہ کے مایۂ ناز شیخ تھے مگر آپ نے حضرت امیر ملّت قدس سرہٗ کے دستِ اقدس پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا شرف حاصل کیا۔ تقسیم برصغیر کے بعد مشرقی پنجاب سے ہجرت کر کے ملتان تشریف لے آئے اور بوہڑ گیٹ میں واقع ایک مکان میں قیام پذیر ہو گئے۔ بعد ازاں حسن پروانہ کالونی کے کوٹھی نما مکان (کوٹھی مکی مدنی) میں منتقل ہو گئے اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ ۱۱ر مئی ۱۹۵۱ء کو بموقعہ سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ منعقدہ علی پور شریف حضرت امیر ملّت قدس سرہٗ نے شرفِ خلافت سے نوازا اور سلسلہ عالیہ کی تبلیغ و ترویج کی ہدایت فرمائی۔

آپ نے حضرت امیر ملّت قدس سرہٗ کی رہنمائی میں تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصّہ لیا اور حضرت قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مسلم لیگ کو عوام میں مقبول بنانے کی ہر ممکن سعی و جہد کی۔ ۱۹۵۳ء میں تحریکِ ختمِ نبوّت چلی تو نمایاں کردار ادا کیا۔ اب ضعف و علالت کے سبب سیاست میں حصّہ نہیں لیتے البتّہ عالمِ اسلام کے اتحاد،

پاکستان کی سلامتی و خوش حالی اور قوم کی یکجہتی اور شیرازہ بندی کے لیئے دُعا گو رہتے ہیں۔

آپ کے اکلوتے نوجوان لڑکے سید زین العابدین، مدرسہ خیر المعاد ملتان سے فارغ التحصیل ہو کر حضرت علامہ احمد سعید کاظمی مدظلہ العالی کے زیرِ نگرانی انوار العلوم ملتان سے دورۂ حدیث کر کے سندِ فراغت حاصل کر چکے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب کا یہ نام رکھنے کا عجیب واقعہ اس طرح پیش آیا کہ :-

"آپ نے ایک روز دوپہر کو اپنے آستانۂ عالیہ پہ قیلولہ فرما رہے تھے تو عالمِ خواب میں کسی نے آواز دی کہ "زین العابدین آ گیا"۔ یہ سُنتے ہی آپ خوابِ استراحت سے بیدار ہُوئے تو اُدھر دروازہ پہ دستک ہُوئی اور آنے والے نے یہ خوشخبری سُنائی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولادِ نرینہ سے نوازا ہے"۔ چنانچہ آپ نے اس خواب کو نویدِ ربّانی خیال فرماتے ہُوئے صاحبزادے کا نام "زین العابدین" رکھ دیا۔"

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ صاحبزادہ صاحب کی ولادت ننھیال میں ہُوئی تھی۔ آپ کی دو صاحبزادیاں بھی ہیں جو گھر کے رُوحانی اور پاکیزہ ماحول میں تربیت یافتہ ہیں۔

آپ نہایت متقی، صالح، مہمان نواز، حلیم الطبع، سادہ مزاج، سادہ لباس بڑے بزرگ اور ولی اللہ ہیں۔ گویا اسم بامُسمّٰی ہیں۔ بہت تنہائی پسند ہیں مگر لوگ کہاں چھوڑتے ہیں، اہلِ عقیدت اور صاحبانِ نظر ڈھونڈھ نکالتے ہیں۔ اور ہر وقت گھیرے رکھتے ہیں ؎

ہر کجا چشمۂ بُود شیریں　　　مردم و مُرغ و مور گرد آیند

آپ شریعت و طریقت کی بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں، لاتعداد لوگوں کو سلسلہ عالیہ میں داخل کیا ہے۔ بہت سیف زبان ہیں۔ دستر خوان کافی وسیع ہے آپ کی سخاوت کا شہرہ ملتان میں ہر شخص کی زبان پر ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ

آپ رات کا بیشتر حصّہ عبادتِ الٰہی میں گزارتے ہیں۔ اور اپنے ہزاروں مُریدوں اور عقیدتمندوں میں وعظ و نصیحت کا سلسلہ شدّ و مد سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ مُرغّن غذاؤں کی بجائے جَو کی سُوکھی روٹی نہایت رغبت اور مزے سے کھاتے ہیں۔ آپ کے مکان کے وسطی بڑے کمرے میں اکثر اوقات درود و سلام کی مجلسیں برپا ہوتی رہتی ہیں۔ خُود بھی جذب و مستی میں میلاد پڑھتے ہیں اور اگر کوئی ایسی بابرکت محفل میں شرکت کی دعوت دے تو نہایت خشوع و خضوع سے حاضری دیتے ہیں۔ طبیعت میں عجز و نیاز، انکسار و حلم بدرجہ کمال پایا جاتا ہے۔ گرمی ہو یا سردی، رات دن کھدّر کی چادر سَر اور تمام جسم پر اوڑھے رہتے ہیں اِسی نسبت سے آپ "چادر والے پیر" کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔

آپ کی یہ عادتِ مُبارک ہے کہ جب آپ مریض مریدوں کی عیادت کو جاتے ہیں تو اُن کے لیے دُعا کے ساتھ مالی امداد بھی کرتے ہیں روپیہ جمع کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ جو کچھ تحائف اور نذرانوں کی صورت میں حاصل ہوتا ہے اس کا کثیر حصّہ نادار، بیمار اور حاجتمند لوگوں پر ہی خرچ کر دیتے ہیں غریب مریدوں سے نذرانے قبول نہیں کرتے۔ دسترخوان وسیع ہے۔ مہمانوں کو کھِلا کر خوش ہوتے ہیں اور ان کی خدمت کر کے رُوحانی مسرّت محسوس کرتے ہیں۔ برّصغیر پاک و ہند میں کئی مقامات پر مساجد کا سنگِ بُنیاد رکھا اور مالی اعانت بھی فرمائی۔ دینی مدارس کی خدمت کرنا اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتے ہیں۔ کئی اسلامی عربی مدارس کے سالانہ جلسوں کی صدارت بھی فرماتے ہیں۔ آپ کا مکان جسے "کوٹھی مکّی مدنی" کہا جاتا ہے۔ پُررونق جگہ پر تو نہیں ہے مگر آپ کے عقیدتمندوں کی آمد و رفت سے سارا دن اور رات گئے تک کافی چہل پہل رہتی ہے آپ کے بڑے بھائی پیر امیر علی شاہ صاحب بھی پیری مریدی کا شغل اختیار کیے

آپ[1] کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ کو کوئی ذاتی دُنیاوی خواہش نہیں ہے۔ آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشادِ گرامی کو حرزِ جاں بنائے ہوئے ہیں کہ:-

"دُنیا پیٹھ موڑ کر جارہی ہے اور آخرت سامنے آرہی ہے دونوں میں سے ہر ایک کے اختیار کرنے والے لوگ موجود ہیں۔ آخرت اختیار کرنے والے بنو۔ دُنیا کے چاہنے والے نہ بنو۔"

؎

"چادر" میں مگن اپنی رہتا ہے یہ دیوانہ
سامانِ گدایانہ، انداز ہیں شاہانہ

بُقعۂ نورِ ھُدیٰ ہے ارضِ ملتانِ وَلی
جلوہ گاہِ نورِ عرفاں ہے شبستانِ وَلی
اللہ اللہ اُس ردائے پاک کی شانِ جمیل
ہے شرف جس کو نقابِ رُوئے تابانِ وَلی
ہے قمر کی التجا پیشِ خدائے ذوالجلال
جاری و ساری رہے تا حشر فیضانِ وَلی،
(قمر یزدانی)

---

[1] سیرتِ امیرِ ملت ص۲۴۲ تا ص۲۴۳ - تذکرہ شاہ جماعت ص۳۰۰ - بہج گنج قصوری ص۹۰ بروایت حضرت حافظ نور احمد قصوری مدظلہ - مکتوبِ گرامی جناب خواجہ عبدالکریم قاصف ایڈووکیٹ از ملتان بنام مؤلف محررہ ۱۲ جنوری ۱۹۷۷ء

حضرت ڈاکٹر میر ہدایت اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت ۲۰ اکتوبر ۱۸۷۸ء کو امرتسر میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک حاجی میر غلام محمود بن میر غلام رسول تھا۔ آبا و اجداد کا پیشہ پشمینہ کی سوداگری تھا۔ کاروبار میں اپنی دیانت و امانت کے سبب آپ کے والد ماجد کو تمام شہر میں عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے ایم اے او ہائی سکول امرتسر سے میٹرک کرنے کے بعد میڈیکل کالج لاہور میں داخلہ لیا اور ایل ایم ایس کا امتحان اعلیٰ پوزیشن میں پاس کرنے کے بعد ۱۹۰۲ء میں پنڈی گھیب ضلع کیمبل پور اسسٹنٹ سرجن کے عہدہ پر فائز ہوئے اس کے بعد تبدیل ہو کر جہلم چلے گئے۔ اور یہاں ۱۹۰۷ء تک بحسن و خوبی اپنے فرائض سرانجام دینے کے بعد میڈیکل کالج لاہور میں اسسٹنٹ لیکچرار مقرر ہو گئے۔ ۱۹۰۹ء میں یہاں سے ٹرانسفر ہو کر لدھیانہ چلے گئے اور ۱۹۱۲ء تک یہیں خدمت خلق میں مشغول رہے لدھیانہ میں ڈیوٹی کے دوران ۱۹۱۱-۱۲ء میں دہلی دربار میں بھی آپ کی ڈیوٹی لگی۔ اس کے بعد میڈیکل کالج لاہور میں لیکچرار سرجری کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ۱۹۱۹ء میں یہاں سے ٹرانسفر ہو کر میڈیکل سکول امرتسر میں سپرنٹنڈنٹ اور پھر پرنسپل بنا دیئے گئے جہاں سے ۱۹۳۱ء میں پنشن یاب ہوئے۔

آپ نے دور طالب علمی میں ہی اعلیحضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ ۱۹۱۰ء میں لدھیانہ میں ملازمت کے دوران سالانہ جلسہ علی پور شریف کے موقع پر خلعت خلافت سے نوازے گئے۔ آپ شروع سے ہی پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ داڑھی اوائل عمری سے ہی رکھی ہوئی

تھی۔ دو حج حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کی معیت میں کیے۔ تلاوت قرآن پاک بلاناغہ کرتے تھے۔ باوجود متقی اور پرہیزگار ہونے کے کسی کو مرید نہیں کیا۔ ایک دفعہ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ نے استفسار فرمایا کہ میر صاحب! آپ نے اب تک کتنے لوگوں کو مرید کیا ہے" آپ نے عرض کیا: حضور! ابھی تو اپنے نفس کو ہی تابع کر رہا ہوں"۔

آپ کا سارا خاندان حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے دامنِ عقیدت سے وابستہ تھا اور سب کے سب پیرخانہ کی خدمت میں سرگرم عمل رہتے تھے آپ کے برادر بزرگ میر حبیب اللہ آنریری مجسٹریٹ و رئیس امرتسر (م ۱۹۱۸ء) اور برادر خورد میر سعید اللہ ڈپٹی کلکٹر محکمہ انہار (م ۱۹۲۶ء) بھی حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے مرید و شیدائی تھے۔ میر سعید اللہ مرحوم تو حضرت قدس سرہٗ کے ایسے شیدائی تھے کہ حضور کی شان میں کئی قصیدے اور دوہے لکھے۔ یہ قصیدے عرس مبارک کے دنوں میں ہزاروں کی تعداد میں بکا کرتے تھے۔ ان کا ایک مجموعہ کلام "ذخیرہ آخرت" بہت مقبول ہوا۔ اور اس کے کئی ایڈیشن طبع ہوئے۔ میر صاحب نہایت حسین اور دیدہ رُو جوان تھے مگر قلبی حالت یہ تھی کہ حضرت قدس سرہٗ کو دیکھتے ہی بیتاب ہو جایا کرتے تھے اور اُن کو سنبھالنا بہت مشکل ہو جاتا تھا۔ جتنا عرصہ وہ حضرت کی خدمت میں رہتے۔ تڑپا ہی کرتے۔

ڈاکٹر صاحب نے مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں:۔

(۱) لیکچرز آن سرجری (۲) فریکچر ٹیبل (۳) ڈسلوکیشن ٹیبل (۴) رہنمائے تشخیص

آپ کی وفات حسرت آیات بمرض فالج ۱۹۴۵ء میں بروز جمعۃ المبارک پونے تین بجے سہ پہر ہوئی اور امرتسر میں سپردِ خاک کر دیئے گئے۔

---

۱ سیرت امیرِ ملت ص۵۸۸، مکتوبات مولانا محمد حسین قصوری (مرتبہ پروفیسر غلام علی مطبوعہ دہلی ص۱۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور جون ۱۹۶۵ء ص۲۷۔ خزینۂ فیض قصوری ص۲۰۳ (حاشیہ) مکتوب گرامی میر نسیم محمود خلف الرشید ڈاکٹر صاحب بنام مؤلف از مسقط محررہ ۹ جولائی ۱۹۷۷ء۔ انٹرویو ڈاکٹر میر نسیم محمود خلف الرشید ڈاکٹر صاحب مورخہ ۹/۷/۷۷

تحمید احسن الخالقین

۱۴۰۳ھ

"کتاب جشن خلفاء امیر ملت"

۱۹۸۳ء

"والا گہر امیر ملت اور اُن کے خلفاء"

۱۹۸۳ء

"از قلم اخلاص منش محمد صادق قصوری"

۱۹۸۳ء

زینت افزائے کتاب شوق ہے عنوان فیض — عطر افشاں ہے جہاں میں بوئے چمنستان فیض

صدر بزم عشق "امیر ملت خیر الانام" (۱۴۰۳ھ) — آپ کی ذات گرامی گنج شائگان فیض

جانشینان امیر ملت بعینا کا ذکر — ہے محبان طریقت کے لیے سامان فیض

محترم صادق قصوری کی ہے تالیف پاک — روح اخلاص و مروت شان الفت جان فیض

حافظ اشرف اور حافظ اکرم ہیں کہ ناشرین — جن کو حاصل ہو گئی یہ دولت عرفان فیض

ارمغان گوہر تاباں "حسن تالیف ہے" (۱۹۷۷ء) — اور تاریخ اشاعت اسکی ہے "گلستان فیض" (۱۹۸۳ء) (۱۴۰۳ھ)

ہے دعا حق سے قمر کی، تا ابد ہم پر رہے
سایہ افگن اولیاء اللہ کا دامان فیض

(آمین ثم آمین بجاہ رحمۃ للعالمین علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم الی یوم الدین)

۱۱ رجب المرجب سنہ ۱۴۰۳ھ
بروز دوشنبہ
۲۵ اپریل سنہ ۱۹۸۳ء

نتیجہ افکار المخلص قمر یزدانی
۱۹۸۳ء
پنوانہ ضلع سیالکوٹ

ماخذومراجع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سن و مقام اشاعت
۱	انوارِ لاثانی	محمد رفیق	لاہور ۔ سنہ ۱۹۲۵ء
۲	ارکانِ خمسہ	سید نذیر علی	میرٹھ سنہ ۱۳۲۴ھ
۳	انوارِ طالب	ڈاکٹر محمد اللہ دتہ طالب گنجاہی	لاہور سنہ ۱۹۷۵ء
۴	آفتابِ عالمتاب	بخشی مصطفیٰ علیخاں	کراچی سنہ ۱۹۶۵ء
۵	اکابر تحریکِ پاکستان حصہ اول	محمد صادق قصوری	لاہور سنہ ۱۹۷۶ء
۶	افضل الرسل (مقدمہ)	مولانا غلام رسول گوہر	لاہور سنہ ۱۹۶۳ء
۷	اقبال اور انجمن حمایتِ اسلام	محمد حنیف شاہد	لاہور سنہ ۱۹۷۶ء
۸	امیرِ ملت کے قومی کارنامے	عبدالمجید قصوری	آگرہ ۱۹۲۵ء
۹	امیرِ حزب اللہ	ڈاکٹر عبدالغنی	لاہور سنہ ۱۹۶۶ء
۱۰	برکاتِ علی پور	پیر خیر شاہ امرتسری	راولپنڈی سنہ ۱۹۶۷ء امرتسر سنہ ۱۳۳۶ھ
۱۱	تذکرہ شہ جماعت	سید حیدر حسین علی پوری	لاہور سنہ ۱۹۷۳ء
۱۲	تذکرہ شاہ سکندر کیتھلی	پروفیسر سید خورشید حسین بخاری	لاہور سنہ ۱۹۷۶ء
۱۳	تکملہ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ	محمد صادق قصوری	لاہور سنہ ۱۹۷۶ء
۱۴	تاریخ جھنگ	بلال زبیری	جھنگ سنہ ۱۹۷۶ء
۱۵	تذکرہ علماء و مشائخ سرحد (حصہ اول)	سید محمد امیر شاہ	لاہور سنہ ۱۹۶۴ء
۱۶	تذکرہ علماء و مشائخ سرحد (حصہ دوم)	سید محمد امیر شاہ	لاہور سنہ ۱۹۷۲ء
۱۷	تصوف	ڈاکٹر محمد اللہ دتہ	گنجاہ سنہ ۱۹۸۰ء

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سن و مقام اشاعت
۱۸	تذکرہ اسلاف	بہار الحق قاسمی	لاہور - سنہ ۱۹۶۴ء
۱۹	تاریخ پسرور	سید سلطان محمود حسین	لاہور سنہ ۱۹۸۱ء
۲۰	تذکرہ علمائے اہلسنت	شاہ محمود احمد قادری	کانپور (انڈیا) سنہ ۱۳۹۱ھ
۲۱	تاریخ سیالکوٹ	رشید نیاز	سیالکوٹ سنہ ۱۹۵۸ء
۲۲	تاریخ گجرات	شیخ کرامت اللہ	گجرات سنہ ۱۹۷۷ء
۲۳	بیخ گنج قصوری	محمد اویس خان غوری	لاہور سنہ ۱۹۵۶ء
۲۴	تیخ گنج علی پوری	"	لاہور طبع دوم
۲۵	جامع الخیرات	سید محمود شاہ ہزاروی	پشاور منظور عام پریس
۲۶	حفاظ پشاور	سید محمد امیر شاہ	لاہور سنہ ۱۹۶۶ء
۲۷	حیات شاہ ولایت	سید محمد یونس کاظمی	گجرات سنہ ۱۹۷۲ء
۲۸	حیات کامل	مولانا عبد الحکیم	سرگودھا ثنائی پریس
۲۹	خزینہ فیض قصوری	پروفیسر منشاد علی	لاہور سنہ ۱۹۶۸ء
۳۰	خلفائے [illegible] حضرت	محمد صادق قصوری	لاہور سنہ ۱۹۸۳ء
۳۱	دیوان آزاد	محمد ابراہیم آزاد بیکانیری	آگرہ سنہ ۱۹۳۲ء
۳۲	سیرت اقبال	پروفیسر محمد طاہر فاروقی	لاہور سنہ ۱۹۶۶ء
۳۳	سیرت امیر ملت	سید اختر حسین علیپوری	لاہور سنہ ۱۹۷۵ء
۳۴	صوفیہ نقشبند	حکیم سید امین الدین احمد	لاہور سنہ ۱۹۷۳ء
۳۵	غلامی سے آزادی تک	قریشی غلام فرید	سیالکوٹ سنہ ۱۹۶۹ء
۳۶	فیضان امیر ملت	مرزا ذوالفقار علی بیگ	حیدرآباد دکن سنہ ۱۹۵۹ء
۳۷	قائداعظم اور ان کا عہد	رئیس احمد جعفری	لاہور سنہ ۱۹۶۶ء

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سن و مقام اشاعت
۳۸	قائدِ اعظم اور سرحد	عزیز جاوید	پشاور ۱۹۷۷ء
۳۹	کراماتِ امیرِ ملّتؒ	بخشی مصطفیٰ علی خان	کراچی ۱۹۶۵ء
۴۰	گلزارِ مدینہ	مولانا محمد عظیم فیروز پوری	لاہور ۱۳۳۷ھ
۴۱	مکتوباتِ مولانا محمد حسین قصوری	پروفیسر منشاد علی	دہلی سن ندارد
۴۲	مہرِ منیر	مولانا فیض احمد فیض	لاہور ۱۹۷۳ء
۴۳	مشاہیرِ اکبر آباد	مفتی انتظام اللہ شہابی	کراچی ایجوکیشنل پریس
۴۴	مرادالعاشقین	سیّد محمد غوث	لاہور اردو ڈائجسٹ پرنٹرز
۴۵	مقالاتِ یومِ رضا حصہ سوم،	قاضی عبدالنبی کوکب	لاہور ۱۹۷۱ء
۴۶	یارانِ طریقت یا پیر بھائی	پیر جماعت علی شاہ	کراچی ۱۹۵۹ء

رسائل

نمبر شمار	نام رسائل		مقام اشاعت	سن اشاعت
۱	انوار الصوفیہ	(ماہنامہ)	لاہور، سیالکوٹ، قصور	۱۹۰۴ء تا ۱۹۷۹ء متعدد شمارے
۲	الحبیب	″	لاہور	اکتوبر ۱۹۷۰ء
۳	المیزان	″	بمبئی (انڈیا)	مئی ۱۹۷۸ء
۴	العلم	(سہ ماہی)	کراچی	متعدد شمارے
۵	ترجمانِ اہلسنّت	(ماہنامہ)	کراچی	جولائی اگست ۱۹۷۶ء
۶	رضائے مصطفےٰ	″	گوجرانوالہ	متعدد شمارے
۷	ضیائے حرم		لاہور	اکتوبر ۱۹۷۱ء

نمبر شمار	نام رسائل		مقام اشاعت	سن اشاعت
۸	عارف	(ماہنامہ)	لاہور	اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء
۹	فیض الاسلام	〃	راولپنڈی	ستمبر سنہ ۱۹۵۹ء
۱۰	فیضان	〃	لاہور	جون جولائی سنہ ۱۹۷۸ء
۱۱	قومی زبان	〃	کراچی	جون سنہ ۱۹۶۵ء
۱۲	لمعات الصوفیہ	〃	سیالکوٹ	نومبر دسمبر سنہ ۱۹۴۹ء
۱۳	مجلہ طبیہ	〃	لاہور	اکتوبر سنہ ۱۹۷۱ء
۱۴	مجلہ برگِ گل	(سالانہ)	کراچی اردو کالج	قائد اعظم نمبر سنہ ۱۹۷۶ء
۱۵	نباض	(ماہنامہ)	لاہور	ستمبر سنہ ۱۹۷۱ء
۱۶	نور الحبیب	〃	بصیر پور (ساہیوال)	جون سنہ ۱۹۷۸ء
۱۷	نورِ اسلام	〃	شرقپور شریف	اولیائے نقشبند نمبر مارچ اپریل ۷۹ء
۱۸	واعظ	〃	لاہور	نومبر سنہ ۱۹۳۵ء

اخبارات

نمبر شمار	نام		مقام اشاعت	سن اشاعت
۱	الہام	(ہفت روزہ)	بہاولپور	متعدد شمارے
۲	الفقیہ	〃	امرتسر	〃
۳	پاک جمہوریت	〃	لاہور	۵ جون سنہ ۱۹۷۲ء
۴	تلوار	〃	راولپنڈی	۲۵ فروری سنہ ۱۹۷۷ء
۵	محبوبِ حق	〃	لائلپور	۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۶۳ء
۶	زمیندار	(روزنامہ)	لاہور	۱۰ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء
۷	سعادت	〃	〃	۲۳/۵/۴۹ ، ۶/۷۵
۸	کوہستان	〃	〃	۱۲ مئی سنہ ۱۹۶۶ء
۹	مساوات	〃	〃	۱۷ اگست، ۱۲ اکتوبر سنہ ۱۹۷۵ء
۱۰	نوائے وقت	〃	〃	۲۶ جولائی سنہ ۱۹۶۴ء

مؤلف کی دیگر تالیفات

۱	اکابرِ تحریکِ پاکستان (حصہ اوّل)	مطبوعہ ۱۹۷۶ء
۲	اکابرِ تحریکِ پاکستان (حصہ دوم)	مطبوعہ ۱۹۷۹ء
۳	اکابرِ تحریکِ پاکستان (حصہ سوم)	(زیرِ طبع)
۴	تکملہ تذکرۂ مشائخِ نقشبندیہ	مطبوعہ ۱۹۷۶ء
۵	خلفائے اعلیٰ حضرتؒ	مطبوعہ ۱۹۸۳ء
۶	مولانا غلام قادر اشرفی سے ایک ملاقات	(زیرِ طبع)
۷	۱۸۵۷ء کے جانباز	(زیرِ تدوین)
۸	انوارِ امیرِ ملتؒ	مطبوعہ ۱۹۷۹ء
۹	مشاہیر کے خطوط	(زیرِ تدوین)
۱۰	فدایانِ امیرِ ملتؒ	مطبوعہ ۱۹۸۱ء
۱۱	یارِ فاروق	مطبوعہ ۱۹۸[illegible]ء
۱۲	خیابانِ امیرِ ملتؒ	مطبوعہ ۱۹۸۰ء
۱۳	امیرِ ملتؒ اور آل انڈیا سُنّی کانفرنس	" ۱۹۸۰ء
۱۴	ذکرِ اختر	" ۱۹۸۱ء

کتابت قمر نیر الحق پنوانہ ضلع سیالکوٹ

(۲۵ جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ بروز یکشنبہ ۱۰ اپریل ۱۹۸۳ء)

حضرت مجددؒ الف ثانی
اور
ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم اے، پی ایچ ڈی
اسلامی کتب خانہ
اقبال روڈ ○ سیالکوٹ